مسلمانانِ برہما و ارکان کے

قومی حالات

یعنی

رسالۂ

تاریخ اِسلام برہما و ارکان

مع

مختصر حالات ملایا اور ملیشیا (انڈونیشیا)

مؤلفہ

محمد خلیل الرحمٰن غفرلہ المنان ارکانی۔ وکیل شہر اکیاب برہما

(سابق ہیڈ ماسٹر محمڈن ایلیمنٹری ٹریننگ کلاس گورنمنٹ نارمل اسکول اکیاب)

باہتمام

علیم الدین صاحب مالک اسٹار آرٹ پریس ۱۳۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں چھپی

بار اوّل (ایک ہزار کاپیاں) سنہ ۱۹۴۶ء

قیمت :- دو روپے آٹھ آنے

131



مصنف

محمد خلیل الرحمان

فہرست مضامین

غلط الفاظ کی فہرست

غلط الفاظ	صحیح الفاظ
صفحہ ۱۰ سطر ۵ میں ۔ سنہ ۱۹۳۰ء	سنہ ۱۴۳۰ء
صفحہ ۶۷ سطر ۹ " ۔ (صفحہ ۵۲)	صفحہ ۶۸
صفحہ ۸۷ سطر ۷ " ۔ بتایا تھا	بتایا تھا
صفحہ ۱۰۹ سطر ۱۵ " ۔ انتقام کیا ۔	انتقال کیا ۔
صفحہ ۱۱۷ سطر ۱۶ " ۔ سنہ ۱۳۷۹ھ	سنہ ۱۲۷۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قومی حالات مسلمانان برما و ارکان

یعنی

رسالہ تاریخ اسلام برما و ارکان

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و نبینا محمد و رسولہ و حبیبہ و آلہ و اصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہ

"خدا دے دوربینی اور اس چشم تصور کو
کہ لاکھوں کام اس سے دور کے بے دوربیں نکلے"

سبب تالیف

اس رسالہ قومی حالات کی تالیف کی میری خاص غرض یہ ہے کہ اکثر برادران ملت کو برما اور ارکان کے قدیم مسلمانوں کی اصلیت و قومیت وغیرہ کی بابت پوری واقفیت نہیں ہے۔ بلکہ فی زمانہ غیر قوموں و نیز دیگر ابنائے وطن کا یہ غلط خیال ہے کہ ملک برما اور

ارکان کے سارے مسلمان انڈین یا انڈین کی اولاد ہیں اور بعض مخصوص مقامات کے قدیم مسلمانوں کو چھیہ یا تبخانہ کے خادموں کی اولاد سے منسوب کیا جاتا ہے جو سراسر غلط اور تعصب آمیز ہے۔ الغرض موجودہ ڈیموکریسی حکومت اور برما کے سیاریش یعنی ہندوستان سے برما کی علحدگی کی حالت میں مسلمانوں کی ہستی اور اُن کے سیاسی حقوق توقاتوناً تسلیم نہیں کئے جاتے ہیں۔ بلکہ گذشتہ چند سالوں کے اندر مسلمانوں پر جو مصائب اور حادثات بسبب قومی فتنہ وفساد کے گذرے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ نظم:-

کون سنتا اُمتِ مرحوم کا نالہ ہے یاں
کہ انا الموجود کے دم زن ہیں سب خرد و کلاں
برما مُسلم ہو کے بھائیو! کیوں بنے کا لا نگاؤں؟
قعرِ ذلت میں گرے کیوں ہو کے خیر الامتاں
سیّد و شیخ و مغل کی نسل سے ہو مومنو!
پر بھلادی تم نے وہ بھی خاندانی داستاں (از مولف)

بدیں وجہ بحیثیت برما مُسلم ہونے کے اس خاکسار کے دل میں حُبِّ قومی کا جوش موجزن ہوا اور خیال آیا کہ ایک ایسا رسالہ مجموعی قومی حالات کا اُردو زبان میں قلمبند کیا جائے جس سے

ہمارے برما مسلم (برہمیز مسلم) اور ارکانی مسلم بھائیوں اور بہنوں کو جو اکثر اُردو زبان داں ہیں اپنی اپنی نسل اور قومیت کا کچھ پتہ بآسانی لگ جائے اور بڑی ضخیم تاریخوں اور کرم خوردہ اور بوسیدہ خاندانی شجروں کے ورق گردانی نہ کرنا پڑے اور قبروں سے اپنے بزرگوں کی ہڈیاں بغرض ثبوت النسل نکالنی نہ پڑیں۔ علاوہ اس کے اپنے مخالفین کے لئے دندان شکن جواب بھی بن جائیں۔

چونکہ زمانہ سلف سے ملک ارکان اپنی تاریخ جداگانہ رکھتا ہے اور ارکانی مسلمان جو عموماً رحمی رحمیہ یا روانیہ اور کمان کہلاتے ہیں اپنے تئیں برہما مسلم یا برہمیز مسلم کہلانا نہیں چاہتے ہیں جو عموماً زیربادی یا زربادی اور میڈو کے نام سے مشہور ہیں۔ اس خیال سے اس رسالہ میں ارکانی مسلم اور برہما مسلم کے دونوں فریق کے قومی نام ساتھ دیئے گئے ہیں تاکہ کسی کی دلشکنی کا باعث نہ ہو۔

فی الحال ننانوے فی صدی قدیم مسلمانوں کی اولاد کو اپنے بزرگوں کے حالات کا بخوبی علم نہیں ہے کہ ملک برما اور ارکان میں کس قوم نے اوّل اوّل اسلام پھیلایا اور کب سے مسلمان آباد ہوئے تھے؟ اور ہمارے بزرگان کون اور کیا تھے اور کیونکر یہاں آئے تھے؟ اور ہمارے خاندانی کارنامے اور قومی یادگاری اور

پہچان کے لئے کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟ جس کے ذریعہ سے ہم برما اور ارکان کے قدیم باشندہ ہونے کا دعویٰ کر سکیں اور خصوصًا موجودہ سیاریش کے زمانہ میں برما کے دیگر اقوام کے برابر اپنے حقوق پانے کے مستحق ٹھہر اسکیں ہیں۔

چونکہ اس طرف کے سارے مسلمانوں کی بابت کوئی خاص اسلامی تاریخ بھی موجود نہیں ہے جس سے اپنے مجموعی حالات بیک نظر معلوم ہو سکیں۔ ہاں جو کچھ ہمیں دستیاب ہوتے ہیں وہ غیر قوموں کے وسیلے سے ملتے ہیں۔ خصوصًا فرنگی مورخین کے طفیل سے اور کچھ برمی اور ارکانی مورخین کے قلمی نسخوں سے جنمیں گو کہ مسلمانوں کے حالات دبا دبا کے لکھے گئے ہیں تاہم جو کچھ ہے اہل بصیرت کے لئے گویا بقول شاعر؎

دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو
آتی ہے جزمیں نظر کل کا تماشا ہم کو

لہٰذا اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کمترین نے جو کہ علم تاریخ سے بے بہرہ اور زبانِ ریختہ میں گویا طفل مکتب ہے اور نہ اہل زبان۔ فقط ارکانی روانۂ مسلم ہے جو کہ یکی از بہی خواہانِ زبانِ اُردو اور حلقہ بگوشانِ خاندانِ مجددیہ خانقاہ شریف دہلوی ہے۔ اس مختصر رسالہ کو استفادۂ عام کے لئے عام فہم ٹوٹی پھوٹی

اُردو میں بکمال احتیاط و بصد مشقت اور عرق ریزی سے اس خاکسار نے مرتب کیا ہے تاکہ ہر طبقہ کے ارکانی اور برما مسلموں کو اپنی نسل اور خاندان کی تلاش، اور ثبوت میں بہر صورت کام آوے۔
خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس خاکسار کو قومی حالات سے واقف کار برما اور ارکان کے بزرگان علماء و فضلا اور سن رسیدہ بوڑھوں اور بوڑھیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جنھوں نے اپنے آبا و اجداد کی زبانی سنی ہوئی باتیں بطور کہانیاں ہمیں سنائی ہیں خصوصاً میرے نانا جناب حیدر علی خواندکار معروف بہ چھین سرا جناب مولوی اسماعیل ثاقب مصنف بلقیس نامہ اور جناب حکیم عبدالشکور صاحبان قیمی۔ اور میرے والد بزرگوار جناب محمد اسماعیل معروف بہ عطیہ صاحب قیمی اور مولوی حکیم مرتضیٰ علی صاحب قیمی اور میرے سسر جناب حافظ حکیم محمد لقمان صاحب اکیابی اور ماسٹر شویون صاحب ہیڈ ماسٹر برمیس مڈل اسکول قیمی۔ پنڈت ابوالحسن صاحب ارکانی مؤلف روشنگ تجالی (تاریخ ارکان) اور جناب مولوی قاسم اور مولوی محمد صالح صاحبان جنا منڈلوی۔ اور جناب ادمیانگ صاحب سنڈوی تاجر اور منیجر مدرسہ سنت جماعت سنڈوے وغیرہ کے ذخیرۂ معلومات سے اس رسالہ

کی تالیف میں از حد مدد ملی ہے۔ اس لئے اس میں علاوہ تاریخی حالات کے اُن بزرگوں سے سنی ہوئی قابلِ یقین قیمتی باتیں اور صحیح واقعات بھی شامل کئے گئے ہیں۔ جن کو اگر اس وقت یکجا قلمبند نہ کروں تو ہماری آئندہ نسل کو ملنا بہت دشوار ہوگی۔ بلکہ وہ اپنے تئیں پردیسی مسافروں کی حیثیت میں پا دیں گے۔

اب اس مقام پہ ہمارے اُن احباب کا خصوصاً مسٹر شمس الدین صاحب ارکانی۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (علیگ) اور مسٹر بھو کھائن صاحب (ارکانی کمان) ہائرگریڈ وکیل اکیاب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے شاہ شجاع کے مزید حالات اور دیگر حوالہ جات کے مہیّا کرنے میں میری پوری تائید کی ہے۔

لہٰذا مجھے اُمید ہے کہ ماہرینِ تواریخ اور اربابِ علوم و فنون میری اس کوشش میں ضروری تائید اور ہمّت افزائی فرماویں گے اور اگر کسی قسم کی غلطی سہواً ہوئی ہو تو "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان"۔ پر یقین کرتے ہوئے مجھے معذور سمجھیں۔ وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

فصل اوّل

اسلام برما اور ارکان میں کیونکر پھیلا؟

(۱) برما کی قدرتی ہیئت اور شاہراہیں

ہمیں اوّل ملک برما کی قدرتی ہیئت پر ایک سرسری نظر ڈالنی لازمات سے ہے کیونکہ ہمارے بزرگان اس کفرستان برما میں آپہونچے تھے۔ نقشہ برما کے ملاحظہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ برما تین طرف خشکی اور ایک طرف تری سے محدود ہے یعنی مشرق میں چین اور سیام۔ مغرب میں ہندوستان اور بحر ہند اور شمال میں سلسلۂ کوہ ہمالیہ اور جنوب میں علاقہ سیام ملایا اور بحر ہند ہیں۔

ملک برما کے مغربی حصّہ میں قسمت[1] ارکان واقع ہے جس میں عموماً بدھ مذہب والی مگ قوم آباد ہے اور وہ کوہ ارکان یوما کے ذریعہ سے خاص برما سے جدا ہے جہاں برما۔ تلائن اور شان لوگ رہتے ہیں۔ سلسلۂ کوہ ارکان اور مغربی یوما میں تین پہاڑی راستے ہیں۔ ایک درہ ٹنگوپ۔ دوسرا درہ آن یا ڈلاک اور تیسرا

منی پور کا پہاڑی راستہ۔ اور برما کے مشرقی حصہ میں یوننین اور شان کے مابین پہاڑی راستہ اور کوہ تناسرم کا درمیانی راستہ اور جنوب میں ملایا کا راستہ اور جنوب اور مغرب میں خلیج بنگال و بحر ہند کے تری کی شاہراہیں ہیں جہاں سے مسلم کاروان تجار اور مسلم فاتحان برما اور ارکان میں داخل ہوئے تھے لہٰذا اُن خشکی اور تری کے راستوں سے ہمارے بزرگان ملک برما کے ہر گوشہ میں آ بسے تھے کیونکہ برما کے لبریز دریاؤں۔ زرخیز و پُرفضا میدانوں اور تجارتی بندرگاہوں اور اہل برما کی سادہ دلی اور مہمان نوازی نے اُن کا خیر مقدم کیا تھا بلکہ راجگان اور شاہانِ زماں کی سرپرستی نے اُنھیں یہیں سکونت گزیں اور پناہ گزیں ہونے کی ترغیب دلائی تھی۔

(۲) علمبردارانِ اسلام

(قصیدہ - از مولف)

تا آیہ اسلام تھا از اندلس تا ملکِ چین
آٹھ صدی میں پہنچے عربی تاجران و غازیاں

بحر و بر کو چیر پھاڑ چلتے تھے وہ غازیاں
کوہ و دشتِ سندھ و اچین گونجے از نعرہ اذاں

لو ہویا و ملایا کو تھا اُن نے سر کیا
پرچم اسلام لہرا تا رہا کس شان سے واں

وہ مسلمان اب کہاں اور وہ مسلمانی کہاں؟ | تیغ و تسبیح لے بکف چلتے بغل میں لے قرآں
القّناطر سے تا ارکان جابجا عربی نسل | بارہویں صدی کے آگے تھے بسے وہ مومناں
تیرہویں صدی میں قبلہ خان اعظم چین نے | زیرِ نصر الدین بھیجے لشکرِ ترکی یہاں
وہ مسلماں تھے جنھوں نے فتح برما کو کیا | ازیوتن تا تُرکمو لایا تھا زیرِ عناں
آ بسے ارکان میں پھر لشکرِ جرّارِ غور | عیسوی پندرہ صدی میں بعدِ فتح ارکاں
فاتحِ ارکان ولی خان مع غوری پٹھان | چھین لیا برما سے اُن نے تختِ ارکاں بیگماں
عیسوی سترہ صدی میں مغلیہ فوجِ شجاع | آ بسی ارکان و برما میں تھی ہر جا ہو عیاں
اُن سبھوں کی نسل سے زمبی وزربادی کماں | جو بسے تھے برما و ارکان میں با عز و شاں
اُن میں سے تھا کوئی سید کوئی شیخ کوئی مغل | ہوگیا کھچڑی ہے وہ سب قومیت اب ہے کہاں

القصّہ سب سے آگے علمبرداران اسلام عرب تجار اور سیاحان تھے جو بغرضِ تجارت اور سیاحت ملکِ برما اور ارکان کے سواحل پر آئے تھے اور قدیم بندرگاہوں اور بڑے شہروں میں جیسے کہ دیبالی۔ رامری درلماودی ،ہیگو تھاٹھوں مرتبان پگان سیریم۔ تناسرم (التناطر یا تناصرین) اور مرگوئی وغیرہ میں ۷۸۶ء اور ۱۲۰۰ء کے درمیان بسے تھے اور ۱۶۰۰ء تک عرب ہی مشرقی سمندروں کے مالک و مختار بنے ہوئے تھے۔ مگر ملک برما میں سب سے آگے عربوں کے ارکان میں بسنے کا تاریخی ثبوت ہے۔ اور عربوں

کے قدم بہ قدم چل کر اُسی عرصہ ایرانی تجار بھی آئے تھے۔ اور بعد ازاں سنہ تیرہویں صدی عیسوی میں قبلہ خاں شہنشاہ چین کے بارہ ہزار ترکی یا تاتاری فوج نے ملک برما کو یونن سے شہر بگان اور ٹرک موتک فتح کیا تھا۔ اور وہ لوگ مشرق سے یونن کے راستے سے آئے تھے۔ اور ۱۲۰۳ء میں غوری پٹھانوں نے ملک ارکان کو فتح کر لیا تھا۔ اور وہ بنگال سے آکر ارکان میں جا بجا بسے تھے۔ اور آخر کار شاہ شجاع اپنے اہل و عیال اور کثیر التعداد جنبندہ مغلیہ فوج کے ساتھ ارکان میں آیا۔ اور ارکان سے بہت سے مسلمان کوہ ارکان کے راستوں سے چل کر برما کے مختلف مقامات میں مقیم ہوئے تھے۔ اسی طرح اُس زمانہ میں ارکان گویا اسلام کا پیش خیمہ بنا ہوا تھا۔ علاوہ بریں منی پور ملایا اور تناسرم کے راستوں سے بھی بہت سے ملائی مسلمان مختلف اوقات میں برما میں آبسے تھے۔ مگر یاد رہے کہ جو ہندی مسلمان برما میں سب سے آگے آئے ہوئے تھے وہ عربی النسل ہندی تھے۔ جیسا کہ سورتی مالاباری (کاکا) مدراسی (چولیہ) اور بنگالی۔

مگر ۱۸۲۵ء سے جب ارکان اور برما سرکار انگریزی کے قبضہ میں آئے تو آمد و رفت کی سہولتیں زیادہ ہونے کے

سبب سے جوق جوق ہندی مسلمان ہندوستان کے ہر حصّے سے بذریعہ خشکی و تری آکر برما کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے ہیں اور مسلم آبادی کی اس حیرت انگیز ترقی کو دیکھ کر برما کے غیر مسلم قوموں کے دلوں میں تعصب پیدا ہو کر قدیم مسلمانوں کی اولاد کو نووارد انڈین کے زمرے میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سرکاری عہدوں میں لائق مسلم امیدواروں کا بڑے تراش خراش کے ساتھ طوعاً وکرہاً مقرر کیا جا رہا ہے۔ جو امتیاز برما اور ارکانی راج میں نہ تھا۔

اب امور مذکورہ بالا کو مطمح نظر رکھتے ہوئے برما اور ارکان کے کل مسلمان چھ بڑے طبقوں میں منقسم کئے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

طبقۂ اوّل۔ عربی النسل برما مسلم اور ارکانی مسلم (سنہ ۸۰۰ء تا سنہ ۱۶۰۰ء)۔

طبقہ دوم:۔ ایرانی النسل برما مسلم اور ارکانی مسلم (سنہ ۸۰۰ء تا سنہ ۱۶۰۰ء)

" سوم:۔ ترکی یا تاتاری النسل مسلمان جن کو چینیا مسلم یا پانتھے کہتے ہیں (سنہ ۱۳۰۰ء)

" چہارم:۔ ہندی النسل قدیم (غوری اور مغلیہ) مسلمان (سنہ ۱۵۰۰ء تا سنہ ۱۷۰۰ء)

" پنجم:۔ مخلوط النسل مسلمان (یعنی طبقہائے اوّل، دوم، سوم اور چہارم باہم مل جلکر)

" ششم:۔ ہندی النسل جدید یا غیر مخلوط النسل مسلمان (سنہ ۱۹۰۰ء تا سنہ ۲۰۰۰ء)

اور اس رسالہ میں ہر طبقہ کے مسلمانوں کے حالات ایک

ایک جداگانہ فصل میں بیان کئے جائیں گے۔

فصل دوم

طبقۂ اوّل

عربی النسل برما مسلم اور ارکانی مسلم

اس طبقہ کے مسلمانوں کے حالات بیان کرنے کے قبل اسلام اور عربوں کا کچھ ذکر عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے کرنا فرض اولین اور لازمی امر ہے۔

(۱) عربی تجارت قبل اسلام

تواریخ سے ثابت ہے کہ قبل از اسلام عربی تجارت ممالک مشرقی کے ساتھ قائم تھی۔ عرب تجار مجمع الجزائر شرق الہند اور ملایا سے مصالحہ جات خریدتے اور یورپ ایشیا اور افریقہ کے ملکوں میں انہیں لیجاکر بیچتے تھے اور خشکی اور تری کے ذرائع سے ہندوستان چین برما اور ملایا تک وہ لمبے سفر کرتے تھے۔ ان سوداگروں کی

نوٹ :- (۱) ہارمسود مقر کی تاریخ دینا ملیشیا۔ عربیہ قبل محمد۔ تاریخ برما از ہاروے

قوم قریش کہلاتی تھی اور ملایا کو عربی جغرافیہ داں ادریسی نے "ملے" نام زد کیا ہے اور فرنگی جغرافیہ داں ٹولیمی نے ملایو ادر لوائر برما کو سیاحان عرب "رحمہ" بولتے تھے۔ جس کا ذکر آئندہ کیا جائیگا۔

(۲) آنحضرت محمد صلعم کے مختصر حالات اور آغاز اسلام

حضرت عیسیٰ عم کے بعد چھ صدی عیسوی یعنی ۵۶۹ء میں قوم قریش میں آنحضرت محمد صلعم شہر مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپکی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ تھیں اور والد مکرم حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن عبدالہاشم ابن عبدالمناف تھے جو قوم قریش کے معزز امرا اور رؤسا میں سے تھے اور محافظان خانہ کعبہ بھی تھے۔ اس زمانہ کو ایام جہالت کہتے ہیں۔ کیونکہ اُس زمانہ کے عرب لوگ جاہل بت پرست۔ ستارہ پرست اور شجر وحجر وغیرہ پوجنے والے تھے خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ مورتیں تھیں جن کو وہ پوجتے تھے۔ وہ بڑے جنگجو قبائل تھے۔ اور تجارت اور سپہ گری اُن کے خاص پیشے تھے قبل نبوت خود آنحضرت صلعم بغرض تجارت حضرت ابوبکر صدیق وغیرہ عرب قافلہ کے ساتھ بلادِ شام اور عراق میں تشریف لے جاتے تھے اور آپ کے اصحاب کبار بھی تجارت کرتے تھے۔ حضور

صفحہ۔ ۱۔ ہسٹری آف سراسین (تاریخ عرب) از سید امیر علی صفحہ ۵۔

کے شریک تجارت قیس بن سائب مخزومی تھے۔ حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضؓ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عثمان غنی رضؓ وغیرہ کی دولت کثیرہ تجارت کے ذریعہ حاصل ہوئی جس کو انھوں نے اسلام کی بہبودی اور ترقی اور آنحضرت صلعم کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے نثار کر دیا تھا۔ آنحضرت نے بعد نبوت حاصل ہونے کے اُن جاہل عربوں کو توحید کا نیا سبق سکھایا اور اسلام کا عمدہ ترین اور شائستہ مذہب دنیا میں شائع کر دیا۔ اور اسلام کے نور ایمان نے سرزمین عرب سے باہمی نفاق و فتنہ و فساد اور خونریزی کو دور کر کے اُن جاہل صحرانشینوں کے مکدر دلوں کو منور کر دیا۔ کیونکہ آپ پر معجزنما و روشن کتاب قرآن مجید و فرقان حمید نازل ہوئی تھی۔ مثنوی:- "قرآن ہے نور از نور الٰہی قرآن خود معجزہ مصطفائی
قرآن ہے رہنمائے انس اور جاں کہ ہے یہ حرز جاں و نور ایماں" (از مولف)

الغرض سرزمین عرب سے جہالت اور کفر کی گھٹا یک قلم دور ہو گئی اور آپ کے حین حیات میں سارا عرب آپ کے زیر نگیں ہو چکا تھا بلکہ دور و دراز ملکوں میں بھی آپ نے دعوت اسلام بذریعہ عرب تاجروں یا خاص قاصدوں کے دی تھی۔ جس کے سبب سے راجہ حبش اور راجہ مالابار مسلمان ہو چکے تھے۔ غالباً آنحضرت صلعم

کے حین حیات میں دعوتِ اسلام برما اور چین تک ضرور پہنچی ہوگی کیونکہ اچھے موسم میں عرب سے تجارتی جہاز ڈیڑھ یا دو مہینے میں وہاں پہنچنا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ اور ۶۳۲ء میں جب مدینہ منورہ میں آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو سارے عرب قبائل مشرف بہ اسلام ہو کر متفق ہو چکے تھے۔ بلکہ وہ سرشار مئے توحید بن کر دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا اور آپ نے نہ صرف اُن عربوں کو بلکہ سارے عالم کو دین حق۔ تجارت سیاست اور حکومت وغیرہ کے عمدہ ترین اور مہذب طریقے سکھا دیئے تھے۔

۳۔ بعدِ اسلام عربی تجارت کے ساتھ اشاعتِ دین حق اور فتوحاتِ عالم

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد اسّی سال کے اندر ہی اندر یعنی ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں عربوں کی تجارت اشاعت دین ہدیٰ اور فتوحات عالم کا زبردست سلسلہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ جاری ہوگیا۔ اور ملایا اور مجمع الجزائر شرق الہند کے مصالحہ جات وغیرہ کی تجارت اُن کے قبضے میں رہی اور عرب جہاز ران گویا مشرقی اور مغربی سمندروں کے مالک بن گئے تھے عربی غازیوں اور فاتحوں نے شام عراق ایران کابل ماوراء النہر

مصر شمالی افریقہ مراکو ہسپانیہ (اندلس) اور جنوبی فرانس و سسلی اور بحیرۂ روم کے اکثر جزائر کو شمال اور مغرب کی طرف فتح کیا تھا اور جنوب کی طرف بورنیو اور فلپائن تک تسخیر کی تھی۔ اور ہندوستان میں پہلی اسلامی سلطنت کی بنا ڈالی یعنی ۷۱۱ء میں جنرل محمد ابن قاسم نے عرب تاجروں کے انتقام لینے کے لئے سندھ پر فوج کشی کی اور سندھ کے راجہ داہیر کو قتل کرکے سندھ کو فتح کر لیا تھا۔ اور بعد ازاں راجپوت ہندو راجاؤں کو مطیع اور فرمانبردار بنالیا[1]۔ اور سواحل بحر ہند پر عرب تاجروں نے جا بجا قیام گاہیں بنالی تھیں اور ۸۰۰ء میں وہ ارکان میں بسے تھے۔ ۸۵۰ء میں مجمع الجزائر شرق الہند ملایا، ہند چینی چین اور عرب کے درمیان انکی تجارت برابر جاری رہی اور بصرہ اور عمان تجارتی مراکز بنے ہوئے تھے۔ اور ۱۲۷۶ء میں ملایا کا ہندو راجہ معہ سارے اہل وعیال اور رعایا کے اسلام قبول کرنے کے سبب سے ملایا اور شرق الہند میں ایک زبردست اسلامی سلطنت قائم ہو چکی تھی و نیز ۱۳۳۶ء اور ۱۴۷۸ء کے عرصہ میں جاوا کے ہندو راج "مڈیوپاہیٹ" اور سماٹرا کو فتح کامل کر کے شہر اچین کو (سماٹرا میں)

نوٹ:- (۱) تاریخ عرب از سید امیر علی صفحہ ۱۰۳۔ خلیفہ ولید کے عہد میں ۷۱۵ء میں سندھ ملتان پنجاب کو دریائے بیاس تک عربوں نے فتح کیا تھا۔

مشرق بعید کی اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ بنایا اور علی مغایت شاہ اچین کا پہلا سلطان بنا اور سلطان علاء الدین قہار نے سنہ ۱۵۳۰ء اور سنہ ۱۵۵۲ء کے درمیان مزید فتوحات کئے تھے۔ اور جزائر بورنیو۔ سنڈا۔ سلیبز۔ ملکا۔ سولو اور فلپائن تک قریبًا سارے جزیرے ملیشیا کے عربوں کے قبضۂ اقتدار میں لائے گئے تھے[۱]۔ اور سلطانِ قدہ اور سلطانِ تریگانو اور سلطان جہور بھی ملایا میں جلیل القدر حکمران بن گئے تھے۔ جن کے خاندان زیر حراست برطانیہ اب تک وہیں قایم ہیں۔ اور وہ سیام اور برما کے راجاؤں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے[۲]۔

الغرض خلافت بغداد کے عہد زریں میں بحرِ اوقیانوس سے بحر الکاہل تک یعنی اندلس سے بورنیو تک عربی اسلامی سلطنتیں قائم ہو چکی تھیں اور سنہ ۱۶۰۰ء تک ممالک مشرقی کے اجناس تجارت عرب ہی ایشیا اور یورپ کے بازاروں میں لیجا کر بیچتے تھے اور عرب ہی مشرقی سمندر کے مالک بنے ہوئے تھے۔ اور عیسائیوں کو شرق الہند میں بالکل قدم جمانے نہ دیا۔

چونکہ خلافتِ بغداد کے ایام حکومت میں عربوں کی تجارت

نوٹ:۔ (۱) رسو تھ کی تاریخ دنیا ملیشیا (۲) تاریخ سیام از ووڈ۔

بڑی ترقی پر تھی۔ سندباد جہازی سلیمان۔ ابن الفقیہ۔ ابن خردازبہ اور ابن بطوطہ وغیرہ کی طرح نامی تجار اور مشہور سیّاحان رفتہ رفتہ پیدا ہوئے تھے۔ اور عرب خلیج فارس مصر مدغاسکر زنجبار۔ ہندوستان برما، لنکا، مالدیپ، لکادیپ، سونڈیپ، ملایا اور چین وغیرہ میں اُن کی تجارت گاہیں تھیں اور اس غرض سے وہ جابجا بسے تھے۔

الغرض سنہ ۱۲ء تک اُن کی تجارت روبہ ترقی رہ چکی تھی۔ مگر اسی اثنا میں عیسائیوں اور اسلام کے مابین شہر بیت المقدّس کی بابت دینی جہاد شروع ہو گیا تھا جس کو عیسائی لوگ کروسیڈ کہتے ہیں۔ آخر کار فتح و نصرت اسلام کو ملی۔ اسی سبب سے عربی تجارت کچھ عرصہ تک کمزور ہو گئی تھی مگر بعد ازاں سنہ ۱۶ء تک مشرقی دنیا میں اُن کی تجارت بدستور سابق بحال ہو کر حیرت انگیز ترقی ہوئی۔

بقول ورتھیما اور دیگر سیّاحانِ یورپ شہر کالی کٹ (مالابار) میں پندرہ ہزار عرب (مور) آباد تھے۔ اور سورت۔ گولکنڈہ

نوٹ:۔ معلوم ہو کہ ملایا کے مسلمان کو بابا کہتے ہیں۔ مالابار کے مسلمان میلہ یا کاکا اور مدراس کے مسلمان چولیہ یا ناناّ اور لنکا مسلمان سیلون مور اور سیلون ملے کہلاتے ہیں۔ اور ارکانی مور اور انگیہ۔

کوچین مچھلی پٹم ۔ سوندیپ اور چاٹگام وغیرہ میں کثیر التعداد مقیم تھے و نیز لنکا (سیلون) کی تین لاکھ پچاس ہزار مسلم آبادی میں سے تین لاکھ سیلون مور (عرب) پینتیس ہزار انڈین مور اور پندرہ ہزار سیلون ملے والے ہیں جو مشہور تجار اور علم معدن کے ماہران کامل تھے[۱]۔

اسی طرح راجگان برما تلائن اور ارکان کے عہد سلطنت میں کثیر التعداد عرب (مور) تجار اور جنگی سپاہی پیگو مرتبان تگان اور ارکان وغیرہ شہروں میں بسے ہوئے تھے جس کا مفصل بیان انشاء اللہ سامنے آئیگا۔

علاوہ بریں چین کے تاریخی حالات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں عرب تجار جنوبی چین تک پہنچ چکے تھے۔ مگر بعد رسالت آنحضرت صلعم پچاس سال کے اندر عرب سے چین کے شہر کانٹن تک سواحل سمندر پر جابجا مساجدیں قایم ہوگئی تھیں۔ اور مسٹر ہاروے کی تاریخ برما سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ دسویں صدی عیسوی کے قبل آسام سے ملایا تک عجیب قسم کی مسجدیں سمندر کے کنارے واقع تھیں جن کو "بدر مقام یا بدر مکان" بولتے ہیں[۲]۔

نوٹ:- لنڈن ٹائمز ہفتہ وار مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۲ دیکھو (۲) تاریخ برما ہاروے صفحہ ۱۳

القصہ سولہ صدی عیسوی کے قبل ہندوستان میں مکمل اسلامی سلطنت قائم ہو چکی تھی۔ غوری اور مغلیہ وغیرہ خاندان یکے بعد دیگرے عروج پر آئے۔ اور چین میں تاتاری مسلمان آباد ہو چکے تھے اور جنوب میں سارے ملیشیا پر عرب قابض رہے۔ جب ممالک اسلامیہ میں باہمی نااتفاقی اور خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں اور مور سب ہسپانیہ سے نکالے گئے تو عربی تجارت کا خاتمہ مشرقی دنیا سے ہوگیا۔ اور عالیشان عمارت اس وسیع اسلامی سلطنت کی منہدم ہوگئی اور اہل یورپ جو موروں (عربوں) کے شاگرد تھے۔ خصوصاً پرتگیز۔ ہسپانیہ والے۔ ڈچ۔ فرانسیسی اور انگریز لوگ اس عربی تجارت میں آکر مدخل ہوئے رفتہ رفتہ ہندوستان ہند چینی اور ملیشیا مصر، عراق فلسطین وغیرہ کی وہ اسلامی سلطنتیں انھوں کے قبضے اور زیر حراست آگئی ہیں۔ علاوہ بریں اقوام یورپ نے عربوں کی حیرت انگیز ترقی سے سبق آموز ہو کر تجارت کے ساتھ ساتھ اشاعت عیسائیت اور فتوحات عالم کے نئے طرز کو عمل میں لاکر گویا ساری دنیا کو اپنے قابو میں لایا ہے۔ خدا جانے کہ اسلامی دنیا اپنے بھلائے ہوئے سبق کو کب سیکھے گی۔

۴۔ راجگانِ برما اور ارکان کی آبادی بڑھانیکی پالیسی

چونکہ برما عموماً جنگلی اور کم آباد ملک ہے اور راجگان برما تلائن اور ارکان وغیرہ ہردم جنگ وجدال اور قتل وغارت میں مصروف بیکار رہتے تھے۔ کسانوں اور نیز دیگر پیشہ والوں کو مجبوراً لڑائی میں شریک ہونا پڑتا تھا۔ جس کے سبب سے آبادی گھٹتی رہتی تھی اور زراعت اور تجارت برابر نہیں چل سکتی تھی۔ بدیں غرض وہ راجے ہمیشہ غیر ملکی سوداگروں کو اپنے ملک میں آزادانہ تجارت کرنے کو بلاتے تھے بلکہ پردیسی جہازیوں کو پھسلا کر فوج میں بھرتی کرتے تھے۔ اور اُن کو اپنے ملک میں رکھنے اور بسانے کی غرض سے اُن کے حسب دلخواہ عورتیں بھی دلائی جاتی تھیں۔

مسٹر ہاروے اپنی تاریخ برما صفحہ ۳۴۹ میں کیا خوب لکھتا ہے کہ "برمی تاریخ سے سراسر یہ ثابت ہوتا ہے کہ برما لوگ جنگ میں گرفتار شدہ لوگوں کو اپنا مالِ غنیمت سمجھتے ہیں تاکہ انھیں غیر آباد علاقوں میں بسائے۔ ہند چینی میں لڑنے کا خاص مقصد آدمیوں کا زندہ تسکار پکڑنا ہے۔ ۱۸۵۵ء میں 'سرخ کرین لوگ' اپنے پڑوسی برما اور شان کو پکڑ کر مویشی کے ساتھ تبادلہ کرتے

تھے۔ اور اسی طرح اہلِ سیام تناسرم پر چڑھائی کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۸۲۵ء میں انگریز لوگ تناسرم پر قابض ہوئے۔ اور ارکانی مگوں نے بھی برما کی سرحدی بستیوں میں قزاقی لوٹ اور غارت کا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ اور صدیوں تک ارکانی مگ لٹیرے جہاز خلیج بنگالہ پر آوارہ پھرتے رہے اور آسام اور بنگال کے لئے باعثِ خطرہ بنے رہتے تھے۔ اِسی صورت سے برما لوگ اپنے پڑوسیوں پر حملہ کر کے اُن کے مفتوحہ شہروں اور دیہاتوں کے سارے مرد اور عورتیں اور بچے اپنے شہروں اور قصبوں میں جبراً لا کر بسائے جاتے تھے۔ چنانچہ ٹھاٹھوں اور ایوتھیا (سیام) اور میوہاؤنگ (ارکان) کے حملوں میں بہت سے تلائن سیامی اور ارکانی (مسلم اور بُدھ) مردوں عورتوں اور بچّوں کو گرفتار کر کے وہ اپنے ساتھ لے چلے تھے جن میں اکثر لوگ اہل علوم وفنون بھی شامل تھے۔

چھین لوگ (ارکان کی پہاڑی قوم) اپنی عورتوں اور کنواری لڑکیوں کے مُنھ اور اعضائے جسم گُدواتے تھے کیونکہ برما لوگ اُن کی حسینہ عورتوں اور لڑکیوں کو پکڑ پکڑ کے لیجاتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک ہزار آٹھ سو سیامی عورتیں ایک لوتل

شراب کے عوض میں میسّر ہو سکتی تھیں۔ اور اسی طرح راجگانِ برما اور ارکان اپنے کم آباد ملک کو زیادہ آباد کرنے کے خیال سے اکثر پردیسی جہازیوں کو پکڑ کر رکھنے کے عادی تھے۔"

(تاریخ برما از ہاروے صفحہ ۳۴۹)

الغرض راجگان برما تلائنگ اور ارکان یہ چاہتے تھے کہ غیر ملکی تجار اپنی بندرگاہوں میں آکر تجارت کریں۔ درحقیقت اُن قوموں کے لئے جو بحری سفر کے عادی تھے ملک برما تجارت کے لئے کھلا میدان تھا۔ اُس زمانہ میں ملکا۔ اچین اور تناسرم کی تجارتی حالت بہ نسبت برما کے زیادہ اچھی تھی۔ اور اُن بندرگاہوں میں پردیسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا تھا جو برما میں اُنہیں نہیں ملتا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی پردیسی جہازی کسی برمی سے شادی کر لیتا تو حکومتِ برما اوس شخص کو اپنی رعیت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ اور اُسے اپنی بیوی کی قومیت میں شامل ہونے کا اظہار کرتی تھی اور جہاز کا مالک اپنے اوس شخص (جہازی) کو واپس نہیں پا سکتا تھا۔ اور یہ راجگانِ برما کی باقاعدہ پالیسی یا دستور الحکومت تھی کہ پردیسیوں کو اپنے ملک میں بسائیں۔

(تاریخ برما از ہاروے صفحہ ۲۰۵)

۵۔ ملک برما میں عربوں کا سب سے آگے ارکان میں بسنا

اوپر کے بیانوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ برما اور ارکان میں میں عرب لوگ ایک ساتھ اور ایک ہی عرصے میں بسے تھے مگر مؤرخینِ برما نے امرِ ہٰذا کو چھپایا اور ارکانی مگ مؤرخین نے کما حقہٗ ظاہر کیا ہے۔ اور ارکانی مسلمانوں کی خاندانی روایات سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ صحابۂ کرام کے عہد میں ارکان میں اسلام جاری ہوا تھا۔ اور اس کے قبل ملک برما میں عربوں کے بسنے کا تاریخی ثبوت نہیں پایا جاتا ہے۔

اِس مقام پر اوّل ارکانی مسلمانوں کی دو ایک خاندانی روایات کا درج کرنا قارئین کرام کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) کہتے ہیں کہ "حضرت امیر حمزہ نے کسی گونگی نامی راجے کو مسلمان کیا تھا اور اُس گونگی نے ارکان آکر ارکانی مگ راجہ سے لڑا تھا اور ارکان کو فتح کر کے اسلام پھیلایا۔ اس لئے اس ملک کا نام ارکان رکھا گیا۔ جس سے مراد اسلام کا بنیادی مقام ہے۔ اور اس واقعہ کی شہادت کے لئے شہر میو ہاؤنگ کے

میدان میں لوہے کا بڑا تھم وہ بتاتے ہیں جو گو لنگی کے گرز سے تعبیر کیا جاتا ہے"۔

میرے خیال میں گو لنگی سے مراد در حقیقت غوری ہے کیونکہ غوریوں نے ۱۲۰۳ء میں ارکان کو فتح کیا تھا اور گو لنگی بگاڑا ہوا لفظ "غوری" کا ہے۔ مگر اسلام اس سے قریباً چھ سو پچاس سال قبل یہاں جاری ہوا تھا۔

(۲) اور دوسرا قصہ یہ بھی مشہور ہے کہ "حضرت محمد حنیف یزید سے لڑنے کے بعد ارکان میں آکر گوشۂ عزلت اختیار کی تھی اول "کو یا پری" یا قریہ پری نامی ایک پری کی رانی سے لڑکر فتح پایا۔ اور اس رانی کو مسلمان کر کے اپنے نکاح میں لایا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ارکان میں جن و پری کا بھی راج تھا اس لئے ارکان کو رکھا پورہ بھی کہتے ہیں۔ القصہ اُن دونوں میاں بیوی نے اپنی باقی زندگی منگڈو اور بوتھیڈاونگ کے درمیان پہاڑی چوٹی پر عبادتِ الٰہی میں بسر کی اور تارکُ الدنیا ہو گئے۔ اور ارکانی مسلمان اب تک اُن کی قیام گاہوں کو "محمد حنیف اور کو یا پری کی ٹنگی" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور وہاں ہر دم طالبانِ راہِ حق کا اب تک گذر رہتا ہے"۔

اگرچہ ان زبانی کہانیوں کی صحت کی بابت ہمیں ضرور شبہہ آتا ہے مگر ہمیں یقین آتا ہے کہ ان باتوں میں بھی ضرور کچھ حقیقت مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ بمطابق ارکانی مگھی قلمی تاریخ اور برٹش برما گزیٹیار جلد دوم صفحہ ۷ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "۸۰۰ء میں راجہ مہاٹینگ چندرا دھنیا ودی (ارکان) کا راجہ بنا تھا۔ اُس نے شہر دیسائی کو اپنا پایہ تخت بنایا اور شہر راماودی (رامری) کی بنا ڈالی اور بائیس سال عدل وانصاف کے ساتھ سلطنت کرنے بعد انتقال کیا۔ اس راجہ کے ایام حکومت میں جزیرۂ رامری پر بہت سے جہاز تباہ ہوئے۔ اور وہ جہاز والے لوگ مسلمان عرب (مور) تھے اور وہ خاص ارکان میں لاکر مختلف بستیوں میں بسائے گئے تھے"(۱)

اب اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ عرب تجار تھے اور سندھ کے فتح کے "ستھر" سال کے بعد ارکان میں بسے اور انھوں نے یہاں کی عورتوں کے ساتھ شادی کر کے اپنی کثیر التعداد اولاد پیدا کی تھیں۔ جو ابتک روانیہ یا روانگیہ یا رحمی کہلاتے ہیں۔ جس سے ارکانی مور (عرب) ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ عرب لوگ ارکان کو رحمہ بولتے تھے جس سے مراد رحم کیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ (۱) برٹش برما گزیٹیار جلد دوم صفحہ ۷۔ نامے راجوین۔

بقول بزرگانِ ارکان وہ لوگ دریائے لیمبو۔ کلاڈان۔ مالو اور ناف کے سواحل پر بسے تھے۔ کلاڈان اور کلاپنچان سے مراد مسلم بستیاں ہیں جہاں اوّل عرب اور پھر ہندی مسلمان آکر بس گئے تھے۔ قیم۔ بندر۔ پنگڈو۔ پاڈو۔ ملّع اور قیوقتو وغیرہ بڑی بستیاں تھیں۔

کہتے ہیں کہ قیم میں سترہ سو مکانات روائیہ کے تھے جو عموماً تجارت پیشہ تھے اور اُن کے اجداد اوّل اوّل پہاڑی کے کنارے بسے تھے اور کھلے میدان پر اموال تجارت کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ قصبہ سادہ پاڑہ یا سادات پاڑہ اُن کا مرکز تجارت تھا (۱) اور ملّع۔ بندر اور قیوقتو میں بھی بے شمار مکانات اور کثرت آبادی تھی۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی نئی بہو ملّع میں تالاب سے پانی لانے کو جاتی تو وہ آوارہ ہو جاتی تھی۔ اور خسندل (قیوقتو) سے بندر کو کوئی خبر ایک دوسرے کو بولنے کے ذریعہ ایک ہی روز میں پہونچ سکتی تھی۔ (قول بزرگان ارکان)

القصّہ وہ لوگ منگڈو۔ بوتھیڈاُونگ کے مضافات اور

نوٹ:- (۱) کلاپنچان دریائے مالو کے کنارے کے علاقے کو کہتے ہیں۔ جو اب بوتھیڈاُونگ اور راتھیڈنگ کے علاقہ میں شامل ہے۔ سادہ پاڑہ سے مراد سیّدوں کی بستی ہے۔ جس کی مسجد کے کنارے اُن کی قبریں موجود ہیں۔

آنکیر انگ۔ اکیاب کے باصرہ یا بصرہ (معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاجران بصرہ سے منسوب ہے) اور قائم پر انگ قینی پرانگ۔ چاندمہ وغیرہ دیکتویں، اور چوکیپھو رامری۔ چوکتی مواور سنڈوے جنوبی ارکان میں بھی بس گئے تھے اور بہت سے لوگ رفتہ رفتہ برما اور چاٹگام میں راجگان ارکان اور برما کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے جاکر پناہ گزیں ہوئے تھے۔ چنانچہ راموا اور کاکس بازار وغیرہ میں ٹھاروی صدی عیسوی میں جاکر بسے تھے۔ (۱) اور وہ لوگ ابتک روانگیہ کے نام سے مشہور ہیں مگر علاقہ منڈے ٹنگو اور سیگو وغیرہ کی طرف بسنے والے اُن مہاجرین کی اولاد ابتک اپنے تئیں "یکھائنگ کلا" جتاتی ہے جس سے مراد ارکانی مسلمان ہے گوکہ وہ میڈ و اور زیر بادی کے نام سے مشہور رہیں (۲)

ارکانی اور برما مسلموں کے قومی نام کی وجہ تسمیہ انشاءاللہ آئندہ تشریحاً بیان کی جائے گی۔ القصہ تاریخ برما میں اس کے قبل کہیں عربوں کے بسنے کا ذکر نہیں ہے گوکہ شہر سیگو پندرہ صدی عیسوی میں زردشتیوں کا شہر مشہور رہا تھا۔ اور تناصرین یا

نوٹ:۔ (۱) چٹاگانگ ڈسٹرکٹ گزیٹیار ۱۹۰۸ء حالات کاکس بازار۔ ہارو صفحہ ۲۸

(۲) برما مسلموں کے قدیم حالات از بھوچے۔ اور قول بزرگان ارکان۔

تناسرم اور مرتبان (عربی میں جالہ۔ وہاں اچھا جالہ بنتا تھا) اور سیریم (سیر+یم یا تیر+یم) اسلامی نام ہونے کا پتہ چلتا ہے اور وہاں عرب موجود تھے۔ اس کا سبب بقول سرآرتھر فیار بجز اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے کہ قریب اسی زمانے میں یعنی "۷۶۱ء میں ملک تلائن (پیگو اور تناسرم) کا راجہ تھامیں تکیھا یا تسا راجہ تھا جس نے اپنے دارالسلطنت شہر پیگو میں تخت نشین ہو کر بیس سال حکومت کر کے انتقال کیا۔ اس راجہ کے انتقال کے بعد پانسو سال تک کسی راجہ کا ذکر تاریخ پیگو میں پایا نہیں جاتا ہے۔" حتیٰ کہ شہر پیگو اور ٹھاٹھوں کو انور تھا نے فتح کر لیا تھا لیکن بمطابق بر ما ریسارچ سوسائٹی جرنل جلد سوم صفحات ۱۶۷ و ۱۶۸ شہر ہنتھاودی (ہنسہ ودی) کی بنا کی بابت مسٹر جے۔ ایف۔ فرنیبل یوں لکھتا ہے کہ "جب جزیرہ ہنتھاودی کی صورت سطح آب پر ظاہر ہوئی تو دہلی نامی راجہ بنگو (بنگال) نے اس کو سنکر ایک سو مسلح سپاہی دو جہازوں پر سوار کر کے پندرہ ہاتھ لمبا اور سات بالشت موٹا ایک لوہے کا تھم کے ساتھ بھیج دیئے تاکہ اس کی عملداری کو بتانے کے لئے وہ اس تھم کو وہیں گاڑ دیں۔ اسی طرح تھم کو گاڑ دینے کے بعد ایک جہاز اور چالیس آدمی اس

کی حفاظت کے لئے وہیں مقیم رہے معلوم ہو کہ ملک بیگو سلسلۂ کوہ لبسین کے مغرب میں واقع تھا۔

جب تھملالا اور ویمالا ردو بھائی بیگو کے تلائن راجے ۲۷-۸۲۵ عیسوی اور کیئے اور رزبے نامی مشیران نے معہ لوشکر اس جزیرے پر پہلی دفعہ قدم رکھا تو زمین سخت ہوچکی تھی اور وہاں کلا کالوئی یعنی مسلم نئی بستی بسی ہوئی نظر آئی جس کا سردار قبیلہ شیخ عبداللہ تھا۔ شیخ ممدوح نے اُن سے پوچھا کہ تم لوگ اس جزیرے میں کیوں آئے جہاں کہ ہم آج سو سال سے اس کی محافظت کررہے ہیں۔ تلائن نے بڑے گھمنڈ سے یہ جواب دیا کہ یہ ہمارا مون (تلائن) قوم کا ملک رامنہ ہے۔ تم لوگوں کا اس میں کیا دخل ہے؟ اور اس وقت تھگیہ میں (خداوند قادر مطلق) نے کسی وگا کی نامی بڑھی کو ہدایت کی "کہ ایک محل شاہی اور بتخانہ تعمیر کرے اور اس جزیرے کو تلائن کا مقبوضہ ثبوت کرنے کا یہ طریقہ بتایا کہ اُس لوہے کے تھم کے نیچے نو تھالیاں پیتل کی اور نو ہنسوے لوہے کے اور سیم بھری ہوئی ایک ٹوکری نکال کر بتائے"۔ اسی طرح تلائن نے اپنے دعوی کا بخوبی ثبوت دیکر مسلمانوں کو وہاں سے خارج کردیا اور مسلمانوں نے بھی اس کو تسلیم کرلی اور سیم وزر دیکر وہاں سے چلے گئے"۔

علاوہ اس کے برہما قوم کی راجدھانیاں اسی عرصہ میں شہر پگان اور پروم (تھاریکھیترا) تھے اور سنہ ۸۷۷ء میں شہر پگان اور تھاریکھیترا کا راجہ مَن نوطہوا جس نے تیئس ۲۳ سال حکومت کرکے وفات پائی۔ اب اُن دونوں راجاؤں کے عہدِ سلطنت میں اور گیارہ صدی عیسوی کے قبل عربوں کا قیام ملک تلائن اور برہما میں ثابت نہیں ہوتا ہے"۔ ہاں سنہ ۱۱ء میں "راجہ مانوہا" ٹھاٹون کا راجہ ہوا اور "انورتھا یا انورتھا سو" پگان کا راجہ بنا۔ اُن راجاؤں کے ایامِ حکومت میں مسلمانوں کا ذکر تاریخ برہما میں جابجا پایا جاتا ہے۔ انورتھا کے محل اور تخت کے محافظوں اور فوج میں مسلمانوں کی موجودگی تاریخ سے ثابت ہے۔ اور راجہ ڈریٹ (سنہ ۱۳۰۷ء) اور راناوک جلّون (سنہ ۱۴۱۵-۲۱ء) شہر پیگو کے راجے اور بیاطبہ (سنہ ۱۳۸۵ء) شہر مرتبان کے راجے کے عہدِ سلطنت میں بھی کثیر التعداد عربوں (مور) کے فوجی خدمات میں متعین ہونے کا ثبوت ہے۔ جس کا خلاصہ یہاں آئندہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اوّل چند مشہور سیّاحانِ عرب کی برہما میں آمد کا کچھ ذکر کرنا ضروری ہے۔

۶۔ مشہور سیّاحانِ عرب نے برہما کی بابت کیا کہا؟

مسٹر ہاروے لکھتا ہے کہ ملکِ برہما میں تہذیب و تمدن کا زبردست سیلاب ساحل سمندر کی طرف سے آیا تھا۔ رومن چینی اور ہندی سیاحوں اور جہازرانوں کے علاوہ عرب جہاز ران اور تجّار سنہ آٹھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں آئے تھے۔ اور ملک برہما سیّاحانِ عرب کے خیال میں صرف "ارکان اور لوئر برہما" تھا (۱)۔ مسٹر ہاروے نے اپنی تاریخ برہما میں مشہور سیّاحان عرب کے برہما میں آنے کا ذکر کرتے ہوئے حسب ذیل حوالے دیئے ہیں:۔

(۱) ۸۴۴ء؁ میں ابن خرداذ بہ (خرداذبہ) نامی عرب سیّاح بصرہ سے آیا اور وہ یوں بیان کرتا ہے کہ "رحمہ (لوئر برہما) کا راجہ پچاس ہزار ہاتھیوں کا مالک ہے اور وہاں مخمل اور موسبز (جسے ہندی کہتے ہیں) پائے جاتے ہیں"۔ (ہاروے صفحہ اقرانٹڈ کا حوالہ)

(۲) ۸۵۱ء؁ میں سلیمان نامی عرب سیّاح خلیج فارس سے آیا اور اس کا یوں بیان ہے کہ "ملک رحمہ (لوئر برہما) کا راجہ اتنا

نوٹ:۔ (۱) ہاروے صفحہ ۹ و ۱۰)

نامراد نہیں ہے گو کہ اس کی فوج کی تعداد بلہرا اور گجرا (گجرات)
اور تیکن کی نسبت زیادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب راجہ میدانِ جنگ
میں جاتا ہے تو اپنے ساتھ پچاس ہزار ہاتھی لے چلتا ہے اور وہ موسم
خزاں ہی میں لڑتا ہے کیونکہ اُس کے ہاتھی پیاس کو برداشت نہیں
کر سکتے ہیں۔ اور اُس کی فوج میں دھوبی دس پندرہ ہزار کام
کرتے ہیں۔ اُس کے ملک میں وہ کپڑے بنتے ہیں جو اور کہیں نہیں
ملتے ہیں۔ سوتی ململ کپڑا وہاں بہت باریک بنتا ہے جس کا نمونہ
ہم نے خود دیکھا ہے۔ وہاں کوڑیاں بجائے سکے مستعمل ہوتی ہیں
مگر سونا چاندی اور موسیز بھی ملتے ہیں۔ ایک قسم کا پشم ملتا ہے جس کو
یاک کا بال یا کمارا بولتے ہیں۔ گینڈا مور اور مچھلیاں بھی ملتے ہیں
گینڈے کے سینگوں کا قدر چینا لوگ زیادہ کرتے ہیں اور وہ برہما
میں چند کوڑیوں کا مول ہے مگر چین میں اُس کی قیمت تین چار ہزار
دینار سے بھی زیادہ ہے۔

(۳۲) سنہ ۹۰۲ء میں ابن الفقیہ سیاح از خلیج فارس کا یوں ذکر ہے
کہ "ہند میں ایک ملک ہے جس کا نام رحمہ (لوئر برہما) ہے وہ
ساحل سمندر پر واقع ہے۔ اُس کی حکمران عورت ہے۔ وہ مہلک
مقام ہے جہاں طاعون اور وبائی امراض کا خوف ہے تاہم تجارت
میں نفع ملنے کی حرص سے لوگ وہاں جاتے ہیں۔

(ہارویے صفحہ ۱۰۔ فیرانڈ کا حوالہ)

(۴) شہر تناسرم کی بابت سلیمان کا بیان ہے کہ چین اور عمان کے درمیان عرب لوگ ازراہِ تناسرم اور قدرنج (سیام) تجارت کرتے تھے اور تناسرم خشکی کی پہلی منزل گاہ ایوتھیا جانے کی ہے۔

(چین اور اُس کا راستہ - از ہنری یولے)

اور اس امر کی مزید تشریح کرتے ہوئے یوادنیار لکھتا ہے کہ "چودہ صدی عیسوی میں مغربی تاجروں کے لئے سیام جانے کا مختصر رستہ اصفہان سے اُمزر ہرمز ارمز سے سورت - سورت سے گولکنڈہ گولکنڈہ سی مچھلی پٹم اور مچھلی پٹم سے تناسرم تھا - اور تناسرم سے خشکی اور تری کے ذریعہ بتیس دنوں میں سیام پہونچ سکتا تھا - اور تناسرم کو دیناصرین تناصرین یا التناظر کہتے تھے"۔

(۵) شہر بنارس میں دریائے گنگا کے کنارے ایک قدیم تبخانہ تھا۔ دریا کے پانی کی تیز رفتاری سے وہ تبخانہ ٹوٹ کر دریا میں گر پڑا چھوٹے بڑے خوبصورت مورتوں کو چن چن کر وہاں کے لوگ بچوں کو بسطور کھلونے کے کھیلنے دیتے تھے کیونکہ وہ اُن مورتوں کو نہیں پوجتے تھے ناعبداللہ نامی ایک جہاز کے کپتان نے خیال کیا کہ چونکہ مشرق کے لوگ ایسے مورتوں کو مانتے اور پوجتے ہیں اگر میں ان کو وہاں لے جاکر بیچوں تو مجھے ضرور بھاری نفع ملے گا - اسی غرض سے اُس نے اُن کو اچھی قیمت دیکر مولا اور شہر پیگو کے بندر پر لایا - لوگوں نے اپنے راجہ پیگو یعنی تسا راجہ (۵۷-۱۰۴۳ء) کو جاکر یہ انمول مورتوں کی

آمد کی خبر دی۔ تو راجہ نے عبد اللہ سے وہ مورتیں لے لیں اور عبد اللہ کو بکثرت سیم وزر دیگر مالامال کیا اور معزز بنایا (شوے مہوڈ دتھامائینگ صفحہ ۸۱۔ ہاروے صفحہ ۱۱)۔

۷۔ سیاست اور تجارت اور افواجِ برہما میں عرب ایرانی ہندی اور ارکانی اور برہما مسلمان

عرب اور عربی نسل مسلمانوں کی دلیری شجاعت، وفاداری، راستبازی، اور دیانتداری سے راجگانِ ارکان برہما اور تلاین خوش تھے اسلئے وہ انہیں جنگی سپاہیوں اور محل و دربار شاہی کے محافظوں اور باڈی گارڈ اور مشیران و ارکین سلطنت کے عہدہائے جلیلہ میں مقرر کرتے تھے۔ اور فوج بری اور بحری میں عرب اور عربی نژاد برہما و ارکانی مسلمان علاوہ ہندی اور دیگر مسلمانوں کے کثیر التعداد شامل تھے اور دربارِ شاہی میں مسلمانوں کی بہر صورت قدر و عزت تھی اور از روئے حقارت 'کالا' کا لفظ مسلمانوں کی شان میں نہیں بولا جاتا تھا جس طرح کہ فی زمانہ "کالا تنگاؤں" ہر انڈین یا پردیسی کی بابت عموماً بولا جارہا ہے (۱)

نوٹ:۔ (۱) کالا۔ کولا۔ کلا بمعنی پردیسی اور تنگاؤں بمعنی فرد حیوان مطلق ہے جس سے مراد پردیسی حیوان ہے۔

الغرض راجگان بیگو ٹھاٹھوں مرتبان یگان آدامنڈلے
آمرہ پورہ اور ارکان کے ایام حکومت میں مسلمانوں نے جو جو
کاروائیاں کی تھیں اُن کا خود تاریخ شاہد ہے اور ان کافی اور برہما
مسلموں کی خاندانی روایات سے بھی عیاں ہیں۔ اب یہاں
چند مثالیں بطور شہادت دی جاتی ہیں:۔

(۱) چنانچہ "ٹھاٹھوں" کے تلائن راجہ مانوہا کے عہد سلطنت
میں بیاطہ اور بیاطوی دو بھائی (عرب) جہازی نے اپنا جہاز تباہ
ہوکر ٹھاٹھوں میں آکر پناہ لی تھی۔ راجہ مانوہا اُن دونوں کی جسامت
شجاعت اور طاقت کو دیکھ کر خوفزدہ ہوا۔ اور اُن کو جادوگر سمجھا
تھا کیونکہ بیاطوی نے اپنے جادو کا کچھ کرتب بھی بتایا تھا۔ اسی سبب
سے راجہ نے بیاطوی کو قتل کر واکے اس کے جسم کے اعضاء کو جُدا
جُدا کر کے شہر ٹھاٹھوں کے مختلف مقامات میں گڑوا دیا۔ راجہ کا خیال
باطل تھا کہ کسی جادوگر کے اعضائے جسم کو اسی طرح گاڑ دینے
سے شہر ٹھاٹھوں دشمنوں کے حملے سے محفوظ اور مامون رہیگا۔
مگر جب اُس نے دیکھا کہ راجہ انورتھا معہ لشکر کثیر اُس پر چڑھ
آیا اور شہر ٹھاٹھوں کو کسی صورت سے بھی وہ بچا نہ سکے گا تو اُس
نے بیاطوی کے مدفون اعضائے جسم کو نکلوا کر دریا میں ڈالدیا۔ اسی
وقت دریا کا پانی اچانک اُبل چڑھا۔ (بقول بزرگان جب شاہ
شجاع دریائے ارکان میں ڈالدیا گیا تو دریا کا پانی اُبل کر اٹھا تھا

بیاطہ اور بیاطوی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جادوگر نہ تھے بلکہ مرد خدا تھے جو جادوگر سمجھے جاتے تھے)

اور دوسرا بھائی بیاطہ نے کسی صورت سے بھاگ کر شہر نگان کے راجہ انورتھا کے ہاں جاکر پناہ لی انورتھا نے اس کی قوی ہیکل شجاعت دلیری وفاداری اور تیز رفتاری سے خوش ہوکر اسے اپنی رفاقت میں لے لیا اور وہ ہر روز ہر روز کوہ پوپا ٹنگ میں (شاید عبادت الٰہی کے لئے) جاکر محل شاہی کے لئے عمدہ چمیلی کے پھول توڑلاتا تھا۔ اور اسی اثنا میں اس نے کسی مردم خور عورت سے (جس کو بیلو کہتے ہیں) شادی کرلی۔ اور اوس کے دو فرزند نرینہ پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام شوے پنجی (یعنی سونے کا بڑا پھول) اور چھوٹے کا نام شوے پنگنے یعنی سونے کا چھوٹا پھول رکھا۔ اور یہ باپ اور بیٹے انورتھا کی فوجی خدمات میں اعلیٰ عہدے پر مامور تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب انورتھا نے پوتن اور شان کی لڑائی سے واپسی کے وقت بمقام وایٹڈک ضلع منڈلے میں قیام کیا اور راجہ کو شوق ہوا کہ ٹاؤنگبو گوڈ انامی ایک بت وہیں بنائے۔ اور اس غرض سے سپاہیوں اور افسروں کو حکم دیدیا کہ اینٹیں لالا کر وہیں جمع کریں جس پر شوے پنجی اور شوے پنگنے عذر کیا کیونکہ یہ کام اپنے والد کے مذہب کا خلاف تھا۔ اور اس پر راجہ بڑا خفا ہوا اور اسی حکم عدولی کی بنا پر وہ وہیں اسی وقت قتل کئے گئے اور وہیں

مدفون ہوئے۔ برہما لوگ اُن کی ارواح کی پرستش کے لئے وہاں سالانہ میلہ کیا کرتے ہیں"۔ (تاریخ برہما از ہاروے صفحات ۲۴ و ۳۱)

(۲) علاوہ اس کے " راجہ انور تھا نے اپنے بیٹے جاز بیٹہ کے ہمراہ ایک چندہ ہندی رسالہ علاقہ شان میں لڑنے کو بھیجا تھا۔ انڈین کا ذکر انور تھا کے محافظان محل شاہی کی بابت جا بجا کیا گیا ہے مگر اُن کی اصلیت قومیت درجہ اور رتبہ کا کچھ صاف پتہ نہیں چلتا ہے"
(ہاروے صفحہ ۳۱)

میرے خیال میں مسٹر ہاروے نے برہمی مؤرخین کے لفظ 'کالا' کو (جو ہر پردیسی کی شان میں مستعمل ہوتا ہے) ہندی یا انڈین ترجمہ کرتے ہوئے انور تھا کے عہد کے مسلمانوں کو انڈین بنا دیا ہے جو کہ درحقیقت عرب تھے۔ کیونکہ تاریخ ارکان اور برہما سے ثابت ہوتا ہے کہ شمالی ہند کے فاتحوں کی قومیں غوری اور مغلیہ سنہ گیارہ صدی عیسوی میں ارکان اور برہما میں نہیں پہنچی تھیں۔ بلکہ خود تاریخ ہند سے بھی ثابت ہے کہ سلطان محمود غزنوی کا ہندوستان پر حملہ قریبًا انور تھا کے زمانے میں واقع ہوا تھا۔ اس لئے برہمی مؤرخین نے جو اکثر بھونچی لوگ ہوتے تھے از روئے تعصب یا ناواقفیت حقیقت حال کے غلطی سے یوں اظہار خیال کیا ہوگا۔

(۳) "رحمان خاں یا یمان کان"۔ راجہ سولو (۱۰۲۸ء) کا جانی دوست ہمدم اور ہم صحبت تھا۔ کیونکہ سولو نے رحمان خاں کی ماں

سے دودھ پیا تھا اس لئے وہ رحمان کا رضاعی بھائی کہلاتا تھا۔ آخر کار جب سو ہو تخت نشینِ ملکِ برہما ہوا تو رحمان خاں کو پیگو کی گورنری ملی مگر بعد ازاں بسبب بغاوت رحمان قتل کیا گیا۔ (ہاروے صفحہ ۱۳۱)

(۴) شہر پیگو کو مرتبان کے "تلائن راجہ" "بنیا او" معروف بہ شین بھیو شین نے ۱۳۴۹ء میں اپنا دارالحکومت بنایا تھا اور اس کے بیٹے بنیا وے معروف بہ راجہ ڈریٹ نے باپ کے خلاف بغاوت کی اور رنگون کو کسی صورت سے اپنے قبضے میں لاکر باپ کی مدافعت کی اور اس جنگ میں ۱۳۷۰ء میں عرب اور ہندی جہازیوں نے جن کے جہاز اعلیٰ سامانِ حرب سے آراستہ تھے راجہ ڈریٹ کے جانبدار ہوکر لڑا اور تلائن راجہ کا شاہی جنگی بیڑہ اُن کے آگے ہیچ ٹھہرا۔ مگر آخر کار فتح باپ کو ملا۔ (تاریخ برہما از فیار صفحہ ۶۹)۔

(۵) ۱۳۸۵ء میں راجہ مرتبان بیا طلبہ نے راجہ ڈریٹ کی چڑھائی کے خوف سے شہر مرتبان کو دو مسلمان (شاید عرب) افسروں کے حوالے میں چھوڑ کر غیر ملک کو بھاگا۔ اُن دونوں مسلم افسروں نے شہر کو بچانے کے لئے جان توڑ کر لڑا مگر راجہ ڈریٹ کے ہاتھ میں اُن کو شکست ملی" وجہ یہ تھی کہ راجہ ڈریٹ کی فوج میں کثیر التعداد عرب تھے۔ (فیار صفحہ ۶۹)

(۶) ۱۴۷۰ء میں نکیٹن نامی روسی سیاح شہر پیگو میں آیا اور اس کا یوں ذکر ہے کہ "پیگو بڑا بھاری بندر شہر ہے۔ خاص کر

ہندوستانی درویش وہاں آباد ہیں جن کے ہاتھ میں ملک برہما کی کل تجارت ہے"۔ (ہاروے صفحہ ۱۲۱)

(۷) سنہ ۱۴۲۳ء اور سنہ ۱۵۳۹ء کے درمیان بہت سے فرنگی سیاحان اور تجار" اور پیگو میں آئے تھے۔ جن میں سے اٹلی کے دو سوداگر سنٹو اسٹیفانو اور لوڈویکوڈی ورتھیما تھے۔ سنہ ۱۵۰۵ء میں ورتھیما آیا اور اس کا یہ بیان ہے کہ "مسلم (عرب) جہازران مکہ اور کمبے سے مخمل اور دیگر اجناس تجارت۔ ہتھیار اور افیون لاتے اور بورنیو اور اچین (سماترا) سے گلمرچ اور کافور لاتے ہیں"۔

(ہاروے صفحہ ۱۲۲)

اوپر کے بیانوں سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی درویش یا تجار سے مراد عرب یا عربی تژاد برہما مسلم یا عربی نسل ہندی مسلمان ہے جیساکہ سورتی جولیہ اور کاکا وغیرہ جنھوں نے برہما کی تجارت کو اب تک تا حدے اپنے قبضہ میں لا رکھا ہے۔

(۸) سنہ ۳۹-۱۵۳۸ء میں شہزادہ کروبتی اپنے والد راجہ بنیارن مرنے کے بعد پیگو کا راجہ ہوا۔ تبین شویتھی نے اُس پر دو دفعہ فوج کشی کی مگر فتح نہ پائی کیونکہ شان اور مسلمانوں نے بذریعہ بندوقوں کے اُس کی مدافعت کی تھی۔ جب تبین شویتھی نے اپنی زیرکی سے سربرآوردہ (مسلم وبارہم) افسروں کو اپنے قابو میں لا سکا تو اوس کو شہر پیگو کی فتح نصیب ہوئی۔ (فیار صفحہ ۶۹)

(۹) ۱۵۴۱ء میں جب تبین شویتھی نے مرتبان کو فتح کیا تھا تو مرتبان کے عرب مور ایرانی مالاباری حبشی اور سماٹرا والے وغیرہ سوداگروں کے اموالِ تجارت معہ سونا چاندی اور جواہرات بطور مالِ غنیمت لوٹے گئے تھے کیونکہ وہ تلائن راجہ کے طرفدار رہے تھے"۔ (ہاروے صفحہ ۱۵۷)

(۱۰) ۱۶۱۵ء سے ۱۶۲۱ء تک شہر سگو کا راجہ اناؤک پھیلون معروف بہ مہا دھمّہ راجہ (یعنی بڑا دیندار راجہ) کی ایک لاکھ بیس ہزار فوج میں چھ ہزار عرب مور تھے جنھوں نے سیریم کے پرتگیز گورنر ڈی. برٹیو کو شکست دی تھی۔

اور اسی راجہ کے عہد سلطنت میں شہنشاہ جہانگیر کا ایک سفیر اور حاکم بنگال کا ایک ایلچی آئے۔ انھوں نے شہنشاہ موصوف کی طرف سے بھیجا ہوا ایک فارسی خط راجہ ممدوح کو پیش کیا جس کو راجہ نے بڑی تعظیم وتکریم سے لے لیا۔ اس سفارت کی غرض یہ تھی کہ ارکانی اور پرتگیزی لٹیروں کو جو جنوب مشرق بنگال پر صدمہ پہنچاتے تھے۔ سرکوبی کرنے میں راجہ ممدوح جہانگیر کی تائید کرے۔

علاوہ بریں سلطان اچین کی طرف سے ایک سفیر عین اسی عرصہ میں راجہ موصوف کی دربار میں بدیں غرض آیا تھا کہ پرتگیزوں کے خلاف لڑنے میں سلطان ممدوح کی وہ طرفداری اور تائید کرے۔

(نیار صفحہ ۱۳۲)

(۱۱) تبین شویتھی کے (۱۵۴۴ء) ارکان پر چڑھائی کرتے وقت

اور ۱۵۴۸ء میں سیام پر حملہ کرتے وقت کثیر التعداد مسلمان فوج بری اور بحری میں شامل تھی۔ بلکہ باین ناؤنگ کے حملۂ سیام (۱۵۶۸ء) اور حملۂ ارکان (۱۵۸۰ء) میں اور شہر سگیو کی بغاوت فرو کرتے وقت مسلم سپاہی لوگ جان توڑ کر لڑے تھے۔ (ہاروے صفحہ ۱۶۸ و ۱۷۳ اولیٰ ہاکس صفحہ ۶۶ و ۷۹)

پیگو کے مسلم تجار اور کمشنر

(۱۲) بقول فرنگی مؤرخین "۱۶۰۰ء کے اواخر میں تاجران پیگو کو چین کالیکاٹ اور ملّکا میں جاکر تجارت کرتے دکھائی دیتے تھے"۔ اور ۱۵۰۱ء میں جنرل البوکرک نے تین سو جوان تاجران پیگو کے ملّکا میں لڑنے کے لئے لے گئے تھے جن کا ایک نمائندہ بطور کمشنر وہاں مقرر کیا جاتا تھا۔ (ہاروے صفحہ ۱۴۱)

سلیم شاہ کی مسلم فوج

(۱۳) ۱۶۰۲ء میں جب سلیم شاہ یعنی من رازاجی ارکان کا راجہ بنا تو اُس نے شہر سیریم اتھن لین کو فتح کی تھی۔ اور جہازی بیڑے ارکانی مسلمان اور مگ شامل تھے۔

بندر سیریم

قدیم زمانے میں سیریم بڑی بارونق بندرگاہ تھا اور وہاں عمدہ جنگی اور تجارتی جہاز اہل عرب اور اہل فرنگ وغیرہ کے لئے بنتے تھے۔ چنانچہ ۱۶۵۵ء میں بحیرہ قلزم اور منیسلا کے سامنے جہاز سیریم ہی میں تیار ہوتے تھے۔ اکثر جہاز مسلم تاجروں اور ارمنی سوداگروں کے واسطے بنائے جاتے تھے۔ ۱۷۵۶ء میں جب انگریزوں نے سیریم کو قبضہ میں لایا تو کارخانے میں دو جنگی جہاز دو سو ٹن ورنی امام مسقط

کے لئے بنائے ہوئے سلے تھے ۔ (قیار صفحہ ۱۲۴ - ہاروے صفحہ ۳۵۳)

(۱۴) عالم پھیہ نے سارے مسلمانوں اور پورتیشین باشندوں کو ۱۷۵۶ء میں فوج میں جبراً بھرتی کیا تھا۔ اور ایوتھیا (سیام) کے محاصرہ میں مسلم گولہ اندازوں نے جنگی کشتیوں سے گولے برسائے۔

(ہاروے صفحات ۲۳۰ و ۲۴۱)

(۱۵) راجہ شین بیوشین نے جب اپریل ۱۷۶۵ء میں شہر آوا کو اپنا دارالحکومت بنایا مسلم تاجروں اور دیگر قوموں کی رہائش کے لئے جداگانہ مخصوص محلے مقرر کر دیئے تھے۔ (ہاروے صفحہ ۲۴۸)

(۱۶) بودو پھیہ کے ایام حکومت میں مسلم اور ارمنی سوداگروں نے سرکار انگریزی کے خلاف پروپیگنڈہ کا کام کیا (ہاروے صفحہ ۲۸۴)

(۱۷) جنگ سیام ۱۸۱۹ء میں ملایا کے سلطان قدہ نے سیام کے ساتھ لڑنے میں راجہ برہما کی تائید اور طرفداری کی تھی۔

(تاریخ سیام از وڈ)

(۱۸) بابت طرز حکومت برہما مسٹر ہاروے لکھتا ہے کہ رنگون کی آبادی ایک لاکھ تھی اور حکومت ظلم و ستم کو روا رکھتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۱۲ء میں گورنر رنگون نے ایک مسلمان سوداگر سے پچیس ہزار روپیہ اس بنا پر لے تھے کہ اُس سوداگر نے اپنے مخالف گورنر کو رنگون سے واپس بلا لینے کے لئے راجہ کو بولنے کی جرأت کی تھی۔

چونکہ بودو پھیہ نے سنا تھا کہ دیگر ممالک کمپنیوں کے ذریعہ

متمول ہو گئے ہیں۔ اِس خیال سے وہ اجارہ داروں کو ہر قسم کے مال بطور اجارہ بیچا تھا۔ یہاں تک کہ ترکاریاں بھی بازاروں میں ایسی بکری ہوتی تھیں۔ کوئی کاروبار بغیر حکم شاہی کے نہیں چل سکتی تھی"۔ راجہ نے کسی مسلمان سوداگر کو شہر رنگون میں تجارت کا اجارہ دیا تھا۔

(ہاروے صفحہ ۳۵۶۔ سلطنت برہما کا ایک باشندہ از ہاریم کاکس)

(۱۸) شہر اَمرہ پورہ کے راجہ بگان من (۱۸۴۶ء) کے مسلم مشیران مونگبین اور من سات (بھائی صاحب) تھے۔ جو دشمنوں کی شرارت سے قتل کیے گئے کیونکہ راجہ ان پر بڑا مہربان تھا اور اُن کے مشورہ پر چلتا تھا۔ (مختصر تاریخ برہما از کاکس صفحہ ۱۷۰)

(۱۹) مونگ شویڈوٹ راجہ بودوپھیہ کے ایام حکومت میں ارکان کا امیر البحر (ریوں) اور رنگون کا افسر چنگی (اکک ون) رہا۔ اور ۱۸۱۳ء میں ہندوستان کے نوابوں اور راجاؤں کے پاس سیاسی اغراض کے واسطے بھیجا گیا۔ بلکہ راجہ باجیڈو کے واسطے وائسرائے ہند کے پاس سفارش نامہ اُس نے بھیجا تھا۔ وہ بڑا عقلمند اور وفادار مشیران اور وزیروں میں سے تھا۔

(برہما مسلموں کی قدیم حالات از بھوچے صفحہ ۵۵)

(۲۰) من جی تھیلوا لیسر من جی تھیلھات جنگ سیام اور آسام میں مسلم سپہ سالار رہا تھا۔ (برہما مسلموں کی قدیم حالات از بھوچے صفحہ ۶۲)

نوٹ :- (۱) سنئے تھک جی کامعتی راجہ کا خون پیا ہوا یعنی معتبر افسر ہے۔ پورا بیان صفحہ ۱۳۳ میں دیکھو۔

(۱) بو مِن اُو بھی (ب) اُو ہاشم جس کو سگیہ میوک تیٹو کا خطاب ملا تھا (ج) اُو یک ملقب بہ منگلا امیوک یون اُو یو۔ اور (د) سوی تھک اُو سو ملقب بہ امیوک تنٹ سوی تھکجی بڑے تجربہ کار مسلم افسران فوج تھے۔

(۲۱) مِن جی اُو ذِن جس کا خطاب مِن جی مہا مِنلھا جو دین کلا دُن تھا خصوصاً سارے مسلم باشندوں (پتھی اور برہما مسلموں) کے لئے حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا۔ اور اس کو ہاتھی سواری اور دو زری چھتریاں پکڑنے کی اجازت ملی تھی۔

(۲۲) مُلّا اسماعیل جس کا خطاب اَگک وُن جو کَرے میو زا تھا افسر چنگی کے عہدۂ جلیلہ پر متمکن تھا۔ سورتی مسجد کا متولی رہا اور ہاتھی سواری اور سونے کا چھاتہ پکڑنے کی اجازت ملی۔ سرکار انگریزی سے خاں بہادر کا خطاب ملا اور کچھ عرصے تک کے لئے سُفیر ترکی کے عہدۂ اعزازی پر رنگون میں رہا۔

(۲۳) کپتان پھومیہ برہما راجہ کے جہاز کا کپتان تھا۔

(۲۴) آغا حسین شیرازی افسر محصول تھا۔

(۲۵) اوبھولا برہما راجہ کا پیشکار یا ناظم تھا۔

(۲۶) اُوشو تیھی برہما راجہ کا بڑا محاسب جنگی خانہ وغیرہ تھا۔

(۲۷) منگلے اموالِ بیرونی اور اندرونی کی قیمت مقرر کرنے والا افسر تھا

(۲۸) اوری راجہ یگان ہن کا مشیر اور رکن اعظم تھا۔

(۲۹) مِن اُو اسحاق معروف بہ موتنگ مونگ جی پسر اوری بنگالہ کا

سوداگر اور متمول تھا۔ راجہ یگان من کا بڑا معتمد مشیر رہا اور راجہ کو سیم وزر سے بھی تائید کرنے والا تھا (۱)۔

اُدرن آدنگ

(۳۰) اُدِرن آدَنگ جس کو سری راجہ کا خطاب ملا تھا۔ مشیران اعظم میں سے تھا اور دولتمندی کا خلعت فاخرہ پہننے کی اجازت ملی تھی۔ اور اُس کی بیوی ماما جی بھی مقربان خاص میں سے تھی۔ وہ راجہ کو چاندی جواہرات اور شان کی چائے مہیا کرنے والا ملک التجار

اوسین

(۳۱) اوسین ملک التجار اور مقربان خاص میں سے تھا جس کو تاج زرّین رباوَن زلے؟ عطا کیا گیا تھا۔

متولیان جون بلی

(۳۲) حاجی اُودھو اور حاجی اوعبد اللہ متولیان مسجد جون بلی منڈلے اور ریشمی کپڑوں کے بڑے معزز تجار تھے۔

مسٹر جوہری

(۳۳) جوہری اُدیچھو میہ راجہ من دون اور راجہ تھیبَو من کے عہد حکومت میں لعل و جواہرات کا بڑا سوداگر تھا۔ منڈلے رنگون اور بنگال میں جوہری مشہور تھا۔

مقربان خاص

(۳۴) اوساتیو اور اُدشِیے بان آمرہ پورہ کے راجہ یگان من کے عہد میں بڑے سوداگر اور معتمدین اور مقربان خاص راجہ کے تھے۔

مولوی ادپوئن صاحب وزیر آلات حرب

(۳۵) مولوی اُدپوئن صاحب نے بنگال اور بمبئی میں تحصیل علم کی تھی اور راجہ مندون اور تھیبَو من کے ایام حکومت میں وزیر آلات حرب کے عہدۂ جلیلہ پر متمکن تھے۔

نوٹ:۔ (۱) نمبر ۲۰ سے ۲۹ برہما مسلموں کی قدیم حالات اوسیا پھوچے صفحات ۵۵ سے ۵۸ تک

(۳۶) جلیل القدر و معزز برہما مسلم خواتین میں سے حسب ذیل مقربانِ خاص تھیں :-

(ا) کھِن میاجی دختر اورن آونگ تاجر (ب) کھِن سین (ج) کھِن جی - (د) ماما شوے جاگیر دار (ہ) دو یا بنت (و) سین ماما جوہری - (ذ) ماما نھی جوہر اور کپڑے راجہ کو مہیا کرنے والی - (ح) ماما سِن - اور (ط) ماما سی - (۱)

(۳۷) ارکان کے مسلم وزراء -

بقول ملک الشعرائے ارکان سید شاہ علاول رحمہ کے (ا) ماگن دھن، ارکان کے مگ راجہ تھاڈو من یا من رازاجی معروف بہ سلیم شاہ (۱۶۰۰ء) من کھامنگ (حسین شاہ) (۱۶۱۲ء) اور سنڈہ سودھمہ (۱۶۵۲ء) کے ایام حکومت میں وزیر اعظم تھا - وہ صدیقی تھا اور بڑا علم دوست قدردان وقدر شناسِ اہل علوم و فنون - پارسا اور خیر خواہِ قوم تھا - وزارت ارکان اس کو بطور آبائی میراث ملی تھی - ارکانی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اس نے متعدد کتب فارسی کے ترجمے بزبان بنگلہ شاہ صاحب موصوف کے ذریعہ کر دائے تھے جیسا کہ پدماوتی - ذوقی قلندر ہفت پیکر اور شہر ملوک بدیع الجمال وغیرہ اور شاہ شجاع کی ارکان میں تباہی کے بعد بہر صورت شاہ صاحب ممدوح کی حمایت اور اعانت کی -

(ب) سلیمان اور (ج) مجلس یا مجلس قطب اور (د) سید موسیٰ بھی

نوٹ :- (۱) برہما مسلموں کے قدیم حالات از سیا بھو جے - ص ۵۵ تا ۴۷ -

سترہ صدی عیسوی کے اوائل میں معزز وزرائے دربارِ ارکان گزرے تھے۔ اور یہ بھی حفظِ شریعت اور ارکانی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور صلاحیت کے خواہاں تھے۔ کیونکہ انھوں نے سید صاحب موصوف کے ذریعہ تحفۂ نصیحہ ستی مینا اسکندر یہما اور سکندر نامہ وغیرہ کے ترجمے یا تصنیف کروائے تھے۔ مذکورہ بالا ہر کتاب میں تاریخ ارکان کی کچھ جھلک نظر آتی ہے (۲)۔

کہتے ہیں کہ اُن مسلم وزرائے پر یہ فرض تھا کہ حسب رسم حکومت ارکان نئے مگ راجہ کی تخت نشینی کے وقت نیک عدل گستری کے لئے راجہ کو وہ حلف دلاتے تھے اور اسلامی خطاب دلواتے یا اسلامی نام علاوہ مگھی نام کے کثیر التعداد زبردست ارکانی مسلم رعایا کی تسلی خاطر کے لئے رکھتے تھے (۱)

اشرف خاں راجہ سندھ سودہمہ (۱۶۵۲ء) کے عہد حکومت میں سپہ سالار تھا جس کو راجے نے تلوار گھوڑے ہاتھی وغیرہ عطا کئے گئے اُس نے ایک مسجد بنوائی جس کا خطیب سید قاضی عالم شاہ تھے۔ جن کے فیض روحانی سے عربی رومی مغل اور پٹھان قومیں ارکان کی مستفیض ہوئیں

دستی مینا از دولت قاضی صفحہ ۳ تا ۵)

(۳۸) قیم کا ریکھا۔ بلدی پاڑہ کا بورمن۔ بندر کا علیہ بانگ سترہ اور اٹھارہ صدی عیسوی میں ارکان کے مسلم سپہ سالار تھے۔ علیہ بانگ

نوٹ:۔ (۲) قول بزرگان ارکان۔

کی مسجد پختہ اب تک بندر میں قائم ہے۔

(۳۹) اکیاب کے حاجی علی خاں اور اکرم علی انیس صدی کے اوائل میں ارکان کے صوبے دار گزرے تھے۔ حاجی علی خاں معروف بہ بُدو بُدھیہ کی بنائی ہوئی پختہ مسجد اکیاب میں موجود ہے۔ سنہ ۱۱۱۱ء

(۴۰) شوے بنیا راجہ باجیڈو کے ایام حکومت میں ارکان کا وزیر مال افسر ٹکسال (سو پنتران۔ سو بمعنی جالی اور پنتران کے معنی مالک ہے) قصبہ بندر میں اُس کی بنائی ہوئی پختہ مسجد کا کھنڈر ہے۔ جس کے کنارے اس کی پختہ قبر موجود ہے۔ سنہ ۱۲۰۰ء

(۴۱) عبدالکریم معروف بہ شجاع قاضی قصبہ قیم سادہ پاڑہ کا باشندہ تھا۔ ۱۷۸۴ء میں جب راجہ بود ویھیہ نے ارکان کو فتح کرلیا تھا تو شجاع قاضی برہمی فوج کی رہنمائی کر کے تائید کی تھی جس کے صلے میں وہ اچیر انگ (اسی ین) یعنی قاضی یا حاکم جنوبی ارکان کے لئے مقرر کیا گیا وہ شہر رامری میں کچھ عرصہ تک مقیم رہا بعد ازاں اپنے وطن قیم کو بارونق شہر بسا کر اپنا دار الحکومت بنایا۔ علاوہ حکومت کے وہ تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ اوجی سوداگر (جو اس کمترین کا پرداداتھا) اُس کا بڑا شریک تجارت اور مشیر اعظم تھا اور جون من اس کا مشیر سادہ پاڑہ میں اس کی بنائی ہوئی پختہ مسجد اور پختہ تالاب جس میں ایک من آب زمزم ڈالا گیا تھا اب تک ویرانہ حالت میں موجود ہیں اور جن کے چاروں اطراف میں پختہ دیواریں ہیں اور مسجد کے ۱۷۸۴ء تا ۱۸۲۴ء

کنارے اس کی پختہ قبر موجود ہے۔ اس نے تاریخ ارکان موسوم بہ روشنگ پنجالی بزبان بنگلہ تصنیف کروائی تھی۔ راجہ باجی ڈو کے عہد سلطنت میں جب مسلمانوں پر بڑی سختی اور دباؤ پڑنے لگی تو اُس نے اپنے مشیر ادجی کے ذریعہ انگریزوں کو کلکتہ سے بُلوا کر ارکان کا راج لینے میں بڑی تائید کی مگر بعد ازاں بشبہ بغاوت گرفتار ہو کر علی پور جلیل کلکتہ میں مقید ہوا اور آخر کار بذریعہ اپیل قید سے مخلصی ملی کہتے ہیں کہ اس کی بہت سی بیویاں تھیں مگر بڑی بیوی کسی برہما مسلم وزیر کی بیٹی تھی۔ اُس کی بہت سی اولاد تھی۔ سرکار انگریزی نے اس کے بیٹوں کو ضلع اکیاب میں قصبہ جات کے حکام (کیونک) مقرر کئے تھے۔ انتظام و انضباط حکومت کے لئے اُس کے پاس کافی تعداد مسلم فوج غوری اور مغل تھی۔

مسٹر روبرٹسن جنگ اوّل برہما کے سیاسی حالات میں شجاع قاضی اور ادجی کی بابت حسب ذیل بیان کرتا ہے کہ :۔

(۱) شجاع قاضی (SOOJA KAZEE) اس صوبہ (ارکان) کے مسلمانوں کا رئیس الاعظم (CHIEF) تھا۔ اُس کے ساتھ ہمارے خفیہ خط وکتابت جاری رہے تھے اور وہ ہندوستانی زبان اچھی جانتا تھا۔ اور وہ ارکان کے ذی اقتدار اور صاحب حکومت اشخاص میں سے تھا۔ اس کے ساتھ میں اکثر بات چیت کرتا تھا جب دونوں ہمارے قبضے میں آئے۔ اُس نے ہم سے پوچھا کہ آیا ہمیں ارکان میں رہنے کا خیال ہے۔ جب اُس سے کہا گیا کہ شاید یہ امر ممکن ہے

تو وہ ہم سے یوں بولا کہ "میں آپ کو تنبیہ کرتا ہوں کہ اس ملک کی آب وہوا کے اثر سے آپ کے لوگوں کی نصف تعداد ضرور موت کے پنجے میں گرفتار ہوگی"۔ بعد ازاں ملکی حالات سے ایسے اچھے پورے واقف کار شخص کا تنبیہ ہمارے ڈاکٹر لوڈویک یویس گرانٹ کی رائے کے مطابق صحیح ثابت ہوا۔" (فرسٹ برہمیس وار - از روبرٹسن صفحہ ۹۸)۔

(ب) اور بابت اُدجی روبرٹسن لکھتا ہے کہ "ایک مگ (ارکانی) تاجر او گھی (یعنی اُدجی OGHEE) نامی نے ارکان سے دریائے ایراودی کو بذریعہ درہ تلاک (یا ڈلاک) جانے کا رستہ بتاتے ہوئے یوں بیان کیا کہ اُس کے ساتھ پندرہ لوگ تھے اور گیارہ منزل از راہِ تلاک خشکی اور تری چل کر بمقام سنبھوجون دریائے ایراودی کے ساحل پر وہ پہنچے اور اس سفر میں فی کس گیارہ سیر چاول خوراک کے لئے ضرورت پڑی" (فرسٹ برہمیس وار از روبرٹسن ضمیمہ اوّل صفحہ ۱۲۵)۔

بقول بزرگانِ ارکان اُدجی مسلم سوداگر ملک التجار ارکان تھا۔ راجہ بودو پھیہ نے اُس کو تاج زری رباؤن نرلے اعطا کیا تھا جس کو پہن کر بلا روک ٹوک دربار شاہی اور محل میں داخل ہو سکتا تھا اور وہ چاٹگام ڈھاکہ کلکتہ پیگو۔ منڈلے آوا اور بنگال وغیرہ شہروں تک تجارت کرتا تھا۔ اور تری کی راہ کو بذریعہ جہاز جیسے برہما گنو ٹکھتے

نوٹ:۔ (۱) قدیم زمانے میں اہل بنگال ارکانی مسلمانوں کو مگ بلاتے تھے کیونکہ وہ مگ لباس پہنتے اور مگھی زبان بولتے تھے ۔ اس وقت بھی ارکانی اور برہما مسلم مہاجرین کو بنگال میں برہما بلائے جاتے ہیں

ہیں اور خشکی کے رستوں (درّہ آن اور ڈلاک) کو بذریعہ غلاموں کے اموال تجارت عبور کر کے لے جاتا تھا۔ راجہ اور بیگمات شاہی کے لئے حسب دلخواہ نایاب چیزیں مختلف مقامات کی بطور سوغات نذر کی جاتی تھیں اور وہ اُسے سیم وزر اور خلعت فاخرہ دیکر مالامال کرتے تھے۔ قصبۂ سادہ پاڑہ میں اوجی کا پل اب تک قائم ہے۔ وہ باڑی ن رلے عرصۂ دراز ہمارے خاندان کے ہاتھ میں رہا ہے مگر اب ضائع ہو گیا ہے۔

امر بالا کی مزید تشریح کرتے ہوئے مسٹر کاکس لکھتا ہے کہ "شہر کوما (ایراودی پر) ارکان سے بنگال جانے کے خشکی کے راستے پر واقع ہے جہاں سے ارکان ستر میل کا فاصلہ ہے اور ارکان کے ایک قاصد کا بیان ہے کہ اگرچہ پہاڑی راستہ دشوار گزار ہے مگر جو سوداگر ڈھاکہ اور کلکتہ سے اموال تجارت لاتے ہیں وہ چھکڑوں ہاتھیوں اور گھوڑوں وغیرہ کے ذریعہ ارکان یوما کے پہاڑی راستوں کو عبور کر کے ارکان سے آٹھ روز میں جھین بین میونگی راہ سے آمرہ پورہ پہونچ سکتے ہیں۔ اور اچھے موسم میں کلکتہ سے آمرہ پورہ پنیتالیس دن میں جا سکتے ہیں۔

("سلطنت برہما کے ایک باشندہ کا جرنل" از ہارام کاکس صفحہ ۲۰۵ و ۳۱۳)

(۴۲) ا۔ بندر کے ستر جہازی - ب۔ وعظ الدین معروف بہ غم یم - ج دولت خاں اور - د۔ موسیٰ معروف بہ چوکنے مشہور مسلم تجار تھے۔ (قول بزرگان)

(۴۳) اٹھارہویں صدی عیسوی کے آواخر میں قیم کے اسحاق جوہری اور شوما بنگال اور آوا کے سوداگر مشہور تھے۔ (قولِ بزرگانِ ارکان)

مسلمانوں کو فوجی خدمات کے صلے میں جاگیریں ملیں اور مسلم بستیاں

یوں تو ارکان سے تناسرم تک جابجا مسلم بستیاں صدیوں سے آباد ہیں مگر مسٹر ہاروے اپنی تاریخ برہما میں سولہ سترہ اور اٹھارہ صدی عیسوی کی مسلم بستیوں اور جاگیروں کی بابت حسبِ ذیل ذکر کرتا ہے۔

"۱۵۳۹ء اور ۱۵۹۹ء میں شہر سگو کو مدافعت کرنے والے مسلمان گرفتار ہوئے تھے وہ ارکان میں لٹنے کے لئے بھیجے گئے تھے چنانچہ ۱۵۴۷ء میں تین شوتھی نے شہر میوہاؤنگ (ارکان) پہ حملہ کرتے وقت اور ۱۷۰۷ء میں راجہ سنے کے افسروں نے سنڈوے پر چڑھائی کرتے وقت اُن مسلمانوں کو لڑنے کے لئے ساتھ لایا تھا۔ اور وہ مسلمان معہ ڈی بریٹو کے ہمراہی مسلمانوں کے (جو سیریم کے محاصرے میں ۱۶۱۳ء میں گرفتار ہوئے تھے) و نیز اکتے دُکے مسلمان جہازیوں کے (جو بعد ازاں پکڑے گئے تھے) ملک برہما کے مختلف مقامات میں بسائے گئے تھے۔ یعنی میڈو (ضلع شوبو میں) پنیا اور کنلو (ضلع سگاسنگ میں) ینڈو (ضلع میدین میں) اور لنیان (ضلع تو کسے میں)۔ وہ لوگ اقامت گزیں ہوئے تھے جن کو فوجی خدمات یعنی اُن کے آبائی پیشہ تیراندازی اور گولہ اندازی کے عوض جاگیریں دی گئی تھیں۔"

(حاروے صفحہ ۳۴۸)

کہتے ہیں کہ شہر میڈو کے بانیان مولینا محی الدین خطیب مسجد میڈو قاضی شوے دا قاضی تماضی شویدوں اور قاضی پنوا صاحبان تھے۔ اور اس شہر میں بارہ مسجدیں راجگان رہما کے عہد میں بنائی ہوئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔ موتی مسجد۔ سن بھو مسجد۔ میوکون مسجد۔ کوترو مسجد۔ منگلا مسجد۔ تھنگ پلی مسجد۔ علے گائن مسجد۔ مالوے مسجد۔ ینگا ئین مسجد میوکون کھوے مسجد۔ اوشوے یک مسجد اور دو کوزا مسجد۔ (۱)

اور بقول بزرگان ارکان اکثر مسلمانوں کو فوجی خدمات کے صلے میں ارکان میں بھی جاگیریں ملتی تھیں اور انیس صدی عیسوی کے اوائل میں پچاس فی صدی گرانٹیں (زمینداری یا پروزو) مسلمانوں کی تھیں جو اب غیر قوموں کے قبضے میں چلی گئی ہیں۔ قیم کا سلیمان معروف بہ اوفکے چودھری۔ قیو قیو کا چھکفا پروزدگنگ۔ منگڈو کے فتح علی پلی اور جعفر علی چودھری اور عبدالغفور چودھری وغیرہ مشہور زمیندار گزرے ہیں چھن بین مسلم بستی سنڈوے سے چار میل کے فاصلہ پہ واقع ہے جس کو سالوجہ اور شاہ عالمگیر نے راجہ بودو پھیہ کے عہد سلطنت میں بسائی تھی۔ سالوجہ کو سالوجہ چھاؤں کی جاگیر ملی تھی اور زادی پرنگ (زادی بین) کی مسلم بستی رسنڈوے میں، عبدالرحمٰن مصری نے دہلی کے اسی اشخاص لاکر بسائی تھی (۱)۔

کہتے ہیں کہ قیم کے سادہ باڑہ یا سادات باڑہ یا ہادہ باڑہ کو دو بھائی

عرب تجار ہدیٰ اور مدّح نے بسایا تھا۔ بستی تو ہدیٰ کے نام سے مشہور ہوئی اور ایک تالاب مدّح نے کھدوایا تھا اور وہ مدّح کے نام سے موسوم ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں بھائی سیّد تھے کیونکہ سرکاری دفتر میں وہ بستی اب تک سادہ یا سادات پوا لکھی جاتی ہے اور اس بستی کے مسجد کے کنارے سیّد صاحب کی قبر موجود ہے۔ اور قیم کے جالیہ پاڑہ کو مراتیو کیو تنگ نے بسایا تھا جہاں اس کی بنائی ہوئی پختہ مسجد ویرانہ حالت میں موجود ہے اور شانخزی پر اتنگ بستی کو سیّد موسیٰ نے بسایا تھا جہاں سیّد موسیٰ کا ایک راستہ ہے۔ یہ تینوں بستیاں سولہویں صدی عیسوی کے بہت آگے بسائی ہوئی ہیں۔ چند سال گزرے کہ متڑلے کا ایک بھوبنجی قدیم نوشت جات کے پرچے لے کر شانخزی پر اتنگ میں آیا اور اسی بستی کے مولوی عبدالخالق نامی شخص سے ملاقات کر کے کہا کہ بودھ پھیہ کی حملہ آور برہمی فوج نے اموال کثیرہ اس بستی سے لوٹ کر لے چلی جن میں پرانے نوشتے بھی تھے۔ اسماعیل گنگ جو کہ بڑا رئیس تھا اور سیّد موسیٰ کا ذکر ان میں کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بڑی مسلم بستی ایک دفعہ ویرانہ ہو جائیگی مگر پھر آباد ہو جائیگی اور اس میں دو خزانہ دفینہ موجود ہیں۔ ایک تو پتھر کا مگر مچھ طلسماتی ممبیلا کے پہاڑ کے مغربی کنارے پر ہے اور دوسرا تقریباً تین ہاتھ لمبے دو پتھر کے نیچے بہت سے سونے بھرے ہوئے دو جالے یا مٹکے ہیں۔ اور جب یہ بستی دوبارہ

نوٹ:۔ یہ ہالموں کے قدیم حالات اتھے چھے۔ صفحات ۳۲ و ۳۳ کو دیکھو ۔

آباد ہو جائے گی تو وہ اشیائے دفینہ ضرور کسی خوش قسمت کو ملجائیگی۔

۹ مسلمانوں کو قربانی منع کرنا اور بدھ مذہب کی پیروی کرانا

مدت مدید و عرصہ نامعلوم تک اپنے دیگر برادران وطن اہل بدھ کے ساتھ مل جل کر رہنے سہنے کے سبب سے مسلمانوں کی اخلاقی اور ایمانی قوت پر اہل بدھ کی تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت کے نے ایک طرف سے بڑا اثر ڈال رکھا تھا اور دوسری طرف سے حکمائے دوراں اور شاہان زماں کے پُر اثر سخت قانونی دباؤ اور بھی صدمہ پہنچا رہا تھا جس کے باعث عربی اور مغلیہ نسل کے کثیر التعداد مسلمان مرتد بھی ہو گئے ہیں اور اس کے ثبوت کے لئے حسب ذیل تاریخی اور مقامی حالات پیش کئے جاتے ہیں:۔

(۱) چنانچہ راجہ باین تاؤں (برین ناؤنگ ۱۵۶۶ء) نے اپنے ملک میں بدھ مذہب کو پھیلانے کی غرض سے دینی جذبہ ظاہر اپنی ساری رعایا کو ایک مذہب کے پیرو بنانے کے خیال سے اپنے قلمرو میں کل مسلمانوں کو جانوروں کا ذبح کرنا اور قربانی کرنا یکقلم منع کر دیا تھا اور پردیسیوں کو جو برہما میں مقیم تھے کم از کم بدھ مذہب کے تین اصول کی پیروی کرنے کی ترغیب دلائی تھی۔ (تاریخ برہما از فیار صفحہ ۱۱۰)

(۲) اور ۱۷۹۰ء میں راجہ بود و پھیہ نے مسلمانوں کی ایمانی قوت کو آزمانے کے خیال سے علمائے اسلام دمنڈلے اور آمرہ پورہ وغیرہ کے کو

بلوایا تھا اور راجہ کے آگے اُسوقت سُور کا گوشت دھرا ہوا تھا۔ راجہ نے حکم دیا کہ کھانا قبول کرو ورنہ تلوار گردن پر چلے گی"۔ اوس وقت علمار نے سور کا گوشت کھانا مجبوراً اپنی جان بچانے کے لئے قبول کیا"۔ (ہارڈے صفحہ ۲۷۶)

لیکن اس امر کو علما و فضلا ارکان اور برہما نے تردید کی اور کہتے ہیں کہ سُور کا گوشت کھانے سے انکار کرنے پر قریباً چالیس علما و فضلار زمان قتل کئے گئے تھے جن میں مولانا محمد روشن محب اللہ شمدار اور عثمان صاحبان تھے اور جس کے باعث انواع و اقسام کی غضب الٰہی برہما میں نازل ہوئی۔ (۱) اور اس خبر نے برہما اور ارکان کے سارے مسلمانوں میں ایک ہل چل مچا دیا تھا کیونکہ اوس وقت ارکان برہما کے ماتحت ہو چکا تھا۔ (قول بزرگانِ ارکان)

الغرض مذکورہ بالا اُمور پر غور کرنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مظالمانہ حرکات سے عام مسلمانوں کی ایمانی قوت اور تخیل میں ضرور ضرر پہنچا تھا جسکے باعث اکثر کمزور خیال مسلمانوں نے اپنے دین کو ترک کیا ہوگا جیسا کہ سایہ ڈوبستی (رنڈوے میں) سلے ڈاؤن اور سنے (رامری میں) وغیرہ کے کثیر التعداد مسلمان مرتد ہو چکے تھے۔ (قول بزرگان)

نوٹ:- (۱) برہما مسلموں کی عرضی برہما راجہ کی خدمت میں۔ برہما مسلموں کے قدیم حالات صفحہ (۴۲) آ رہیا ہو چکے۔

(۱۰) عربی نسل مسلمانوں کے قدیم رسوم اور پہچان زبان اور لباس

بقول بزرگان ارکان عربی نسل مسلمانوں کی سب سے بڑی رسم یہ تھی کہ جب تک کوئی مسلم نوجوان بغرض تجارت اپنا وطن چھوڑ کر بذریعہ خشکی اور تری تین بار سفر نہ کرتے تو وہ مرد کامل نہیں سمجھا جاتا تھا اور کسی مسلم کنواری لڑکی سے ایسے جوان کی شادی نہیں ہو سکتی تھی اور عوام الناس اور لڑکیوں کے والدین ایسے جوان کو بزدل اور نامرد اور نکمّا سمجھتے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ رسم اور خاندانی فخر بمثل جاوداں مسلمانوں کے انیس صدی عیسوی کے اواخر تک ارکان میں رائج تھے۔ اور اسی طرح برہما کے بڑے شہروں میں بھی یہی رسم تھی۔ شریف خاندان کی ناکتخدا لڑکیوں کی شادی کے واسطے کفو اور ذاتی شرافت کا پاس ولحاظ اب تک تا حدے رکھا جاتا ہے۔

چونکہ عرب لوگ جس ملک میں جاکر مقیم ہوتے تھے اُس ملک کی زبان اور طرز معاشرت جلد سیکھتے اور اختیار کر لیتے تھے اور جس طرح سندھی مدراسی اور ملے مسلمان اپنی دیسی زبان عربی حروف میں لکھتے ہیں اُسی طرح قدیم ارکانی مسلمان برہما اور بنگال کے سرحد پر رہنے کے سبب سے برہما مگھی اور بنگالی ملی جلی زبان بولتے ہیں اور اپنے قومی شجروں اور کتب دینی اور قصائص (پوتی) وغیرہ عموماً عربی حروف میں لکھتے اور لکھواتے تھے مگر سنڈوے اور برہما کے

مسلمان عموماً یہی زبان ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔ اب جابجا اُردو اسکول قائم ہونے کے سبب سے اُردو بھی اچھی طرح بول سکتے ہیں اور پڑھنا لکھنا جانتے ہیں۔

روانیہ اور زیر بادی مسلمان عموماً برہما لباس پہنتے ہیں مگر روانیہ لوگ عموماً سفید پگڑی یا گھمباؤں باندھتے ہیں اور ٹوپیاں پہننے کے عادی نہیں ہیں ہاں اب اُردو تعلیم یافتہ لوگ ٹوپیاں بھی پہنتے ہیں۔

اگرچہ غوری فاتحوں اور شاہ شجاع کے مغلیہ فارسی زبانداں مسلمانوں کے ارکان میں آنے سے ارکانی مسلمانوں ز روانیہ کی زبان میں فارسی ہندی اور بنگالی الفاظ بکثرت شامل ہوگئے ہیں مگر اُن کے کلام سے اب تک عربیت کی بو آتی ہے۔ چنانچہ مخاطب کے جواب میں جی اور ہاں کے مقام میں وہ لبیک۔ لبّے یا لبّوے یا لبو بولتے ہیں۔ پانی کو میئے یا ئیں میں اور کھانے کو نعم یا نام نام اور کھڑے ہونے کو قم قم خصوصاً بچوں کو زبان سکھاتے وقت بولے جاتے ہیں۔ اور بچوں کو ابتدا میں ماں باپ اس قسم کے اشعار سکھائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ۔

" قم قم تمرا کہ موش بنغیل تیرا "

اور پیالہ کو قدح۔ قینچی کو مقراض یا مرقاض۔ برتن کو صحن یا پاسن زنجیر کو صیقل۔ جلدی کو رفرف۔ لاٹھی کو عصا یا عشا اور بڑی بہن نانی اور دادی کو آبو وغیرہ بگاڑے ہوئے عربی الفاظ یا محاورہ

اب تک بولا کرتے ہیں۔ بلکہ ارکانی مسلم زبان میں بہت سے مگھی یا برہمی الفاظ شامل ہوگئے ہیں چنانچہ۔ جوَن (چمچہ) پھلا (گلاس) مُوتنگ (باجہ تھالی نما) بُون (ڈھول دف نما) لکھوانگ ( ) پلانگ بوتل پرینیگ ناوُ (لمبی کشتی تماشہ کی) ہنگبوے (کشتی کھینے کا ڈنڈا) آلِن (جھنڈا) شُو (انعام) پونگ (ڈھیر) جانگ سڑے (جھونپڑی) تمیاوُنگ (حصہ مکان پانی رکھنے کے لئے) انگوے ڈوچھی (سرکاری روپیہ قرض کا) اگر نگسا (خزانہ کا رسید) جھک جھانگ (فوراً) پیانگ (سستی) پھیانک کرنا یا ہونا (خراب کرنا یا ہونا) کھُو دینا (ڈٹیک دینا) کھونگ (کودنا) فرد کرنا (توڑ ڈالنا) لہانیگ کرنا (گرانا۔ قرض ادا کرنا) تھوک یک (مکان کے شہتیر) اتنگ لھوا (درخواست، جاری کرانی) اکیانک۔ اچین (عادت) وغیرہ مستعمل ہیں۔ اور اُن کی زبان کو نووارد چاٹگامی اور بنگالی لوگ بالکل نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

اور اسی طرح رہمی اور مگھی زبان میں بھی اسلامی الفاظ نے رفتہ رفتہ جگہ پائی ہے۔ چنانچہ طعام کو تھمانگ یا تھمین۔ قلم کو کلنگ یا کلاوٗں ناظر کو نازی۔ وکیل کو وکی۔ دیوان کو دیوائن۔ خزانچی خدالسی۔ دربان کو دلوائن۔ قینچی کو کیچی برہما اور مگ لوگ بولتے ہیں اور اسی طرح بابا ماما دھوبی اور جنازہ حلوا وغیرہ بہت سے الفاظ شیر و شکر ہوگئے ہیں۔

عربی نسل ارکانی اور برہما مسلمان اُردو مولود شریف کی بجائے عربی مولود خصوصًا برزنجی شریف پڑھنا یا پڑھوانا پسند کرتے ہیں گو کہ اس کا مطلب وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ اُن کے اجداد کے قلمی نسخے

ہوتے ہیں اور خصوصًا مردہ کے چالیسہ کے فاتحہ کے وقت اُس کا پڑھوانا
باعث مزید خیر و برکت یقین کرتے ہیں جس کو فی زمانہ کے بعض علما کے
حکم بدعت پر عمل کر کے ترک کر رہے ہیں۔ اور اس مقام پر ارکان کے
عربی مولود شریف پڑھنے کے قواعد و ضوابط کا درج کرنا قارئین کرام
کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا جو اس کمترین کو حاجی عبدالغفور امام بندلی
کے اٹھارہ صدی عیسوی کے قدیم نسخے سے دستیاب ہوا ہے۔ اور
اس کی اصل عبارت یوں مسطور ہے:۔

"قواعد مولود النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ چون خواندن
برحکم استادن ۔ ماضی در ترکیبات و محیات و مقامات و
جمیع ارکان باصول ما یذکر یا یدخوانده تام سامعات و حاضران
ورود پاک حضرۃ محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم مفرحی و منشرحی شود ترتیب بدین اول چون
ابتدا کنند تہلیل باٰیات کلام مجید بعد بردۃ القصیح فی
مدح النبی ۔ الملیح بعدہ تسلیمات بر نبی علیہ الصلوٰۃ ۔
بعد در مقام غزال و پنجگاہ ۔ و راست شروع کنند
لقد جاءکم رسول الخ ۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی
یاایھا الذین اٰمنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ دعواھم فیھا
سبحانک اللھم وتحیتھم فیھا سلام وآخر دعواھم ان
الحمد للہ رب العالمین ۔ بعد ابتدا مولود شریف

در مقام راست و نتیجہ بکند تا اختتام وے صنعت استادن در نوع مذکورہ وھذہ نسخہ حرذہ بعض مایطلع فیہ احیانا والحمد للہ رب العالمین۔"

عربی نسل مسلمان اپنے بچوں کے نام اکثر عربی رکھا کرتے ہیں سونا میاں کالا میاں وغیرہ رکھنا پسند نہیں کرتے۔ ہاں برہما نام بھی اسلامی نام کے علاوہ عموماً رکھتے ہیں تاکہ غیر مسلم اسکولوں اور سرکاری عہدے میں بلا روک ٹوک وہ داخل ہو سکیں اور ترقی کے زینے پر چڑھ سکیں جیسا کہ عبدالحمید کا عرف لھامنگ (جو آئی۔سی۔ایس ہے)

۱۱۔ مسلمانوں نے اہل برہما کو کیا کیا سکھایا؟

حالات مذکورۂ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے اسلام نے اس سرزمین برہما میں قدم رکھا تھا تب سے برہما کی تجارت سیاسی حالت اور فوجی قوت اور علوم وفنون میں نئی روح پھونکدی چنانچہ علاوہ دیگر امور کے مسلمانوں نے اہل برہما کو علم کیمیا علم معدن اور فنونات جنگ سکھائے تھے جو ذیل کے حالات سے ظاہر ہوتے ہیں۔

علم کیمیا اور علم معدن کی بابت مسٹر کاکس جو برہما میں عرصہ تک مقیم تھا لکھتا ہے کہ "مجھے یقین آتا ہے کہ برہما میں علم کیمیا گری اور علم معدن مسلمانوں نے ایجاد کی تھی اور وہ مسلمان جو یہاں

بسے تھے یا بطور سیاحت آئے تھے اہل برہما کو کیمیا گری کا سبق سکھایا اور شوق دلایا تھا اور اس کے علاوہ علم معدن بھی سکھایا تھا یعنی لعل و یاقوت سونا چاندی وغیرہ معدنیات نکالنے کا طریقہ ذہن نشین کرایا تھا اور کیمیا گری کے عمل کے واسطے اہل مغرب نے نوشادر وغیرہ اہل برہما کو فروخت کر کے بہت سا نفع اٹھایا تھا میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اس احمقانہ فن کیمیا گری کے موجد عرب تھے مگر وہ (عرب) ضرور اس فن کے زندہ کرنے والے تھے" (سلطنت برہما کے ایک باشندہ کا جرنل از کاکس)۔

بابت فنونات جنگ کی تعلیم کے اس مقام پر یہ بتانا کافی ہے کہ سنہ پندرہویں صدی عیسوی کے اواخر میں سب سے پہلے مسلمان جہازیوں نے برہما میں لڑتے وقت توپوں اور بندوقوں کا استعمال کیا تھا جو معاوضہ پر فوجی خدمات کرتے رہے اور سنہ ۱۷۵۲-۶ء تک عالم بھیہ کے ایام حکومت میں کرتے رہے (ہارنے صفحہ ۳۴۰ و ۳۴۱) علاوہ اس کے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے برہموں کو بذریعہ خندق لڑنے کا طریقہ سکھایا تھا جس کے سبب سے عربی نسل برہما مسلموں کا قومی نام میڈ و مشہور ہوا۔ میے بمعنی مٹی اور ٹو یا ڈو بمعنی کھودنا ہے جس سے مراد مٹی کھودنے والا یا خندق کے ذریعہ لڑنے والی قوم ہے)

(قول بزرگان)

کہتے ہیں کہ برہما اور اراکان کے عربی نژاد مسلم تجار بڑے

جوہر شناس تھے اور خصوصاً منڈے پیگو اور ارکان میں ایسے ایسے مسلم جوہری اور صراف موجود تھے کہ اندھیرے میں ٹٹول کر اچھے اور کھوٹے سکّے اور جوہر کو پرکھ لے سکتے تھے۔ چنانچہ اسحاق نامی جوہری (قیم کا) جب ۱۸۳۰ء میں کلکتہ میں جوہر فروخت کرنے کے لئے گیا تھا تو کلکتے کے کسی ہندو جوہری جوہروں کے خرید و فروخت کی بابت کچھ حقارت آمیز بات اُس سے بولا تو اوس نے یہاں کے دیگر مسلم جوہریوں کو بُلاکر اپنی جوہر شناسی کی ایسی کمالیت دکھائی تو وہ سب دنگ رہ گئے۔ (قول بزرگان)

علاوہ ازیں مسلمانوں نے اہل برہما کو گھی کے پلاؤ بریانی وغیرہ عمدہ لذیذ کھانا پینا اور سر کے لمبے لمبے بالوں کا کتروانا اور لمبے ناخنوں کو تراشنا سکھایا تھا۔ اسلامی تہذیب کے ساتھ ہی ساتھ انگریزی تہذیب اور فیشن نے اور بھی اُن کو کامل شوقین اور شائستہ بنا دیا ہے۔

۱۲۔ بدر مقامات۔ اولیاء اللہ اور علمائے کرام اور اشاعت اسلام کا بیان

"ساحلِ برہما پہ ہیں بدر مقامی مسجدیں
تاجروں اور غازیوں کی سیرگاہیں تھیں وہاں
تبلیغ دینِ ہدیٰ کو حسب لیے ساتھ نبی

آئے تھے یاں وہ بزرگان ہادیاں وکاملاں
تھے بدر شہ پانچ پیر و شاہ منعم شہ حسن
شہ علاول اور بہت سے تھے جو اقطاب زماں
ہے نہیں خالی زمانہ اور زمین ابدال سے
بہر ارشادِ خلق اور انتظام ہر زماں (از مؤلف)

اِس کے قبل بیان ہو چکا ہے کہ "بعد دسویں صدی عیسوی کے گو کہ برہما بدھ مذہب کا ملک تھا۔ مگر اسلام جا بجا پھیلا ہوا تھا ۱۲۰۶ء میں چین میں اسلام جاری ہوا تھا۔ آسام سے ملایا تک ساحل سمندر کے کنارے پر عجیب قسم کی مسجدیں موجود تھیں جو آنحضرت صلعم کی رسالت کے پچاس سال کے اندر بنائی گئی تھیں اور جن کو بدر مقام یا بدر مکان کہتے ہیں۔ ان بدر مقاموں کو مسلمان بدھ اور چینا یکساں متبرک سمجھتے اور مانتے ہیں اور مسلمانوں کے اثر سے ارکان کے بدھ مذہب والی عورتیں مگنیاں، پردہ کا لحاظ کرتی ہیں۔ (ہاروے صفحہ ۱۳۷)

اب اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بدر مکانات یا بدر مقام کی مسجدیں ضرور عرب جہازرانوں، تاجروں۔ سیاحوں اور غازیوں کی سیر اور سفر کی منزل گاہیں یا قیام گاہیں تھیں جیسا کہ فی زمانہ کوئلہ کے اسٹیشن ساحل بحر پر قائم ہیں۔ بقول بزرگان وہاں کوئی نہ کوئی بزرگ اللہ والے بغرض ارشاد و تبلیغ دین حق اور مصیبت زدوں کی حمایت اور پناہ دہی کے لئے ہر دم مقیم رہتے تھے، مگر

اب ہر بدر مقام یا بدر مکان مسجد نظر نہیں آتی ہے جیسا کہ مسٹر ہارڈے نے بیان کیا۔ کہیں مسجد اور کوئی پتھر اور کہیں چلّہ خانہ دکھائی دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بدر مقام درحقیقت بدر شاہ سے منسوب ہے۔ اور بدر شاہ جزیرہ نمائے ہند وچینی میں آئے ہوئے ایک زبردست اولیائے متقدین اور سادات میں سے تھے اور صاحب کرامات تھے۔ اور وہ سطح سمندر پر عبادت کرتے ہوئے جن جن مقاموں پر قیام کیا تھا وہی بدر مقام ہوئے۔ کہیں پتھر پر پہاڑ کے اور خندق کے اُن کے نقش قدم یا نقش دست و پا چھوٹ گئے۔ چونکہ اُن کا فیض عالمگیر تھا ہندوستان برہما اور چینا وغیرہ بھی اب تک اُن کو مانتے ہیں وہاں موم بتیاں جلاتے فاتحہ اور زیارت کرتے ہیں۔ مگر کتب مشایخ میں اُن کا ذکر نہ ہونے کے سبب سے بدر شاہ کی موجودگی کوئی زمانہ کے اکثر علمائے دین گویا ایک خیالی قصّہ سمجھتے ہیں۔ اگر ہم الکل توہم ہاد کے اصول قرآنی پر یقین کریں اور قول امام ربّانی مجدد الف ثانی جناب حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ کو تسلیم کریں تو اس کا جواب اثبات میں ہونا لازم ہے۔ کیونکہ آپ اپنے مکتوبات شریف میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"ایمان و ہدایت و توفیق حسنات و انابت از سیئات
نتیجۂ فیوض قطب ارشاد و قطب ابدال در ہمہ وقت و در کار است
و خلو عالم ازو متصور نیست کہ قطعاً ہم یاد مربوط است اگر یکی
از افراد قطب میرود دیگرے بر جائے نصیب میشود"۔

اور بعض بدر مقامات جو اگلے زمانے میں ساحل سمندر پر واقع تھے
آج کل سمندر سے بہت دُور خشکی میں دکھائی دیتے ہیں۔ جیسے لمع
قیم اور سنڈوے وغیرہ کے مقامات۔ جہاں طالبان راہِ حق کا ہجوم
رہتا تھا اور سالانہ کم از کم دو ایک بار ارکانی مسلمان مرد اور عورتیں
اُن کی زیارت کیا کرتے تھے مگر آج کل علمائے دین کے حکم بدعت پر
عمل کر کے اُس کو ترک کر دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کہیں بعض خود پرست
ملاؤں نے اپنے حلوہ روٹی گرم کرنے کے لئے جھوٹی قبریں بدر اولیا
اور سلطان بایزید وغیرہ کے نام کی بنا کر لوگوں کو سجدے کروا کے
کفر وضلالت کے مرتکب بناتے ہیں (دیکھو صفحہ ۲۵ میں اکیاب کا بدر مقام)
مخفی نہ رہے کہ علاوہ بدر مقاموں کے ملک رہاہ میں بہت سے
اولیائے کرام متقدمین کے مزار ہیں جو ارشاد و ہدایات کے لئے ضرور یہاں
آئے تھے۔ اس لئے اُن بزرگوں کا کچھ ذکر کرنا ضروری ہے۔

(۱) چنانچہ سیرم میں پانچ پیرؒ کی درگاہ شریف ہے جہاں سالانہ ایک
بار عرس دسمبر مہینے کے آخیر میں بڑے وسیع پیمانہ پر ہوتا ہے۔ خلق اللہ
کا بڑا ہجوم اور قوالی و فاتحہ خوانی کا دھوم رہتا ہے۔ جا بجا شب
و روز چند روز تک دکانیں کھلی رہتی ہیں اور رہاہ کے ہر گوشہ سے
حاجتمند لوگ وہاں جایا کرتے ہیں۔

(۲) سنڈوے میں مولانا شاہ فضل الحق غازی خیر آبادی کا
پختہ مزار بلیڈنگ مسجد کی پہاڑی پر واقع ہے۔ جن کو بعد

غدر کے انگریزوں نے یہاں نظربند کر رکھا تھا۔

(۳) شہر اکیاب میں شاہ منعم شہید معروف بہ باباجیؒ کی درگاہ شریف ہے جو برہما راجہ کے عہد میں بشبہ بغاوت مقتول ہوا اور وہاں سالانہ عرس ہوتا ہے۔

(۴) حیدر علی شاہ معروف بہ کھاروشاہؒ۔ نور اللہ شاہ معروف بہ کنیلا شاہ اور عزالدین شاہ مشہور عزلہ شاہ کے مزار بھی اکیاب انجمن اسلامیہ کے قبرستان میں ہیں۔

اکیاب کا بدر مقام سمندر کے کنارے دریائے کلاڈن کے مغربی دہانے کے اونچے ٹیلے پر واقع ہے کہتے ہیں کہ قریباً ڈھائی سو سال گزر چلے کہ مانک اور چاند دو بھائی چاٹگام کے سوداگر راس نگریس سے ہلدی کے مال تجارت لئے ہوئے جہاز سے اکیاب میں آکر پانی کے واسطے اترے اور ان کا جہاز بدر مقام کے چٹانی ساحل پر لنگر ڈالا ہوا تھا۔ پانی لینے کے بعد ایک شب کو مانک نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا جس میں بدر شاہ نے اس سے یہ کہا کہ جہاں سے تم نے پانی لیا وہاں ایک غار (چلہ خانہ یا عبادت خانہ) عبادت الٰہی کے لئے بناؤ۔ مانک نے جواب دیا کہ "میرے پاس ایسی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ یہ کام کر سکوں اور اب میں کس طرح آپ کی اس آرزو کو پورا کروں"۔ بدر شاہ نے فرمایا کہ تمہاری ساری ہلدی سونا ہو جائیگی اور تم اس سے عمارتیں اچھی طرح ضرور بنالو"۔ جب صبح ہوئی مانک یہ دیکھ کر بڑا حیرت

زدہ ہو گیا کہ اس کی ساری ہلدی سونا ہو چکی ہے" تب ادس نے اپنے بھائی چاند سے خواب کا سارا معاملہ بیان کیا اور مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ بعد ازاں دونوں بھائیوں نے ساتھ مل کر ایک کنواں کھدوایا اور ایک غار یا چلہ خانہ بنوایا۔ جو اب بدر مکان کے نام سے مشہور ہے۔

درحقیقت وہاں ایک چٹان پر ایک قدم مبارک ہے جو بدر اولیا کے قدم مبارک سے منسوب ہے۔ اور یہ پندرہ انچ لمبا اور آٹھ انچ چوڑا ہے جس کے اوپر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ وہاں لوگ موم بتیاں جلاتے اور زیارت کیا کرتے ہیں۔

دوسرا ایک چلہ خانہ کا غار ہے جو خاص چٹان کو کھود کر بنایا گیا ہے اور جس کا صرف ایک ترچھا دہانہ جنوبی طرف ہے۔ اور یہ قدم مبارک کے شمال کی طرف واقع ہے جس میں حاجتمند لوگ روپے پیسے بطور نذر ڈالتے ہیں۔ اس کے اوپر ٹین کی چھت والا کشادہ مکان بلا دیوار بنا ہوا ہے۔

تیسرا غار محراب نما دوسرے چلہ خانہ کے اوپر کی چٹان پر بنا ہوا ہے جسکے دو کھلے دہانے یا دروازے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک عمدہ آرام گاہ یا عبادت خانہ ہے جسمیں سے خلیج بنگالہ کی بڑی موجوں کا دلکش نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے باہر کا حصہ ۹ فیٹ ۳ انچ چوڑا اور ۱۱ فیٹ ۶ انچ لمبا اور ۸ فیٹ ۶ انچ اونچا ہے۔ اور یہ کچھ تو خاص

پتھر اور کچھ اینٹوں سے بنا ہوا ہے۔

اور چوتھا غار بھی ایک مستطیل شکل کا ہے۔ جو چٹانوں کے بیچ میں بنا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ایک پختہ مسجد ایک گنبد والی اونچے چبوترے پر بنی ہوئی ہے۔ جس کی سیڑھی پتھر اور اینٹ سے بنی ہوئی ہے۔ مسجد کا بیرونی حصہ ۲۸ فیٹ ۶ انچ لمبا اور ۲۶ فیٹ ۱۶ انچ چوڑا ہے۔ مسجد کی دیوار پر اگلے زمانے میں کمشنر صاحب ارکان کا فرمان آویزاں رکھا جاتا تھا۔ اس فرمان کے مطابق ایک شخص حسین علی نامی اس بدر مکان کا متولی مقرر کیا گیا تھا کیونکہ ۱۸۲۵ء میں حسین علی نے انگریزی فوج کی مدد کی تھی۔ اور اس کی اس اچھی خدمت کے صلے میں بدر مکان کی خیرات اور نذر کے پیسے اپنے تصرف میں لانے کا اسے اختیار دیا گیا تھا۔ اور ۱۸۴۹ء میں آدنسی۔ ریگیس اکیاب کے مجسٹریٹ صاحب نے یہ حکم نافذ کیا تھا کہ "حسین علی بدر مقام کا حوالہ لے اور ماہن آونگ نامی فقیرنی کو وہاں عمارت بنانے کی اجازت دی جائے۔ اس فقیرنی نے موجودہ مکانات بنوائے اور ایک تالاب کھدوایا جس کا کل خرچ دو ہزار روپیہ تک ہوا۔

حسین علی کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ متولی بدر مکان کا ہوا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی بہن نور جمال متولی ہوئی اور نور جمال عبدالکریم وکیل اکیاب کی بیوی تھی۔

القصہ وہاں ہر
قوم کے لوگ جاکر زیارت کرتے ہیں فاتحہ کرتے اور موم بتیاں جلاتے ہیں۔ اور وہاں سالانہ ایک دفعہ بڑا میلہ محرم کی دسویں تاریخ کے روز ہوا کرتا ہے۔ اور ہر قوم کے لوگ شریک ہوتے ہیں اور تعزیئے اور تابوت بھی اس کے کنارے سمندر میں ڈال دیئے جاتے ہیں[1] اور اس بدر مقام سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پہ بہت قدیم مسلمانوں کا گورستان ہے جو اب کمشنر ارکان کے بنگلہ کے احاطہ میں واقع ہے اور بدر مقام کے متصل ایک بہت بڑا پتھر بشکل انسان یا جن موجود ہے۔ جس کے متعلق یہ قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک حجام تھا جو بدر شاہ صاحب کو حجامت بنانے کے لیے آیا تھا۔ اس کی کسی گستاخی کے سبب سے شاہ صاحب نے بددعا کی تو وہ پتھر بن گیا۔

(۶) سید شاہ علاول رحمتہ اللہ علیہ راجگان ارکان تھا ڈومن اور سنڈہ سو دھمہ (سورج تن) کے ایام حکومت سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کے درمیان میں ارکان کا شیخ اعظم اور ملک الشعراء گزرے تھے۔ جو کہ صاحب کشف کرامت تھے۔ وہ فتح آباد بنگال میں پیدا ہوئے اور سادات صحیح النسب میں سے تھے۔ اور میدھاؤنگ کے قصبہ بندر میں آکر اقامت گزیں ہوئے اور اپنی باقی زندگی تبلیغ دین اور

نوٹ (۱) بریہا گزیٹیاد اکیاب ڈسٹرکٹ جلد اول صفحہ ۳۸ - اور قول بزرگان۔

ارشاد و ہدایت اور تصنیف کتب میں صرف کی۔ اور اُن کا مزار قصبہ میونگنگ انیا شہر، قیوتتو ٹونن شپ میں ہے۔ مدت تک اُن کی قبر کا خاص نشان کوئی بتا نہ سکتا تھا مگر اب کئی سال گزرے کہ ہندوستان سے ایک بزرگ آئے جس کو شاہ صاحب مرحوم نے بشارت میں اشارہ کیا کہ اپنی قبر کے نشان ایک پتھر کو (جو سرہانے پڑا تھا) پھر قائم کردے اُس بزرگ شخص نے حندل کے مولوی عمر صاحب (جو علاول شاہ کے خاندان سے تھے) کے ذریعہ وہیں جاکر پتھر کو اپنے ہاتھ سے گاڑ دیا ہے پیر اول شاہ۔ جلال شاہ۔ محمد شاہ۔ بہادر شاہ وغیرہ آپ کے خاندان کے مشائخین ارکان میں گزرے تھے۔ اور اب حافظ محمد لقمان صاحب اکیاب میں ہیں۔ سید شاہ علاولؒ نے بہت سی کتابیں ارکان میں تشریف لانے کے بعد تصنیف اور تالیف کی تھیں جن کا ذکر صفحہ ۴۴ میں کیا جا چکا ہے اور جو ارکان اور بنگال میں زبان زد خاص و عام ہیں۔

کہتے ہیں کہ شاہ شجاع اور اُس کے اہل و عیال کے ارکان میں قتل کیے جانے کے بعد بشبہہ تجاوت سید شاہ علاول رحمہ بقید نظر بند رکھے گئے اور اُن پہ شاہی حکم سزا یہ صادر ہوا کہ پتھری قلعہ (میو ہاؤنگ) کے بڑے بتخانے کے بتیاں جلائے اور بتوں کو علی الصباح دریا سے پانی لا لاکر غسل کرائے۔ تعمیل اس حکم کے شاہ صاحبؒ اُن سارے بتوں کو اشارہ کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ چل کر دریا

علاول شاہ کی کرامات

یں غسل کریں تو سارے چھوٹے بڑے بت آپ کے ساتھ چلتے اور دریا میں غسل کرنے کے بعد اپنے اپنے مقام پر واپس جا کر بیٹھے رہتے تھے۔ کسی شخص نے اس واقعہ کی خبر بادشاہ کو سنائی تو راجہ بڑا خفا ہوا اور اپنے وزیر اعظم مغن یاماگن کو بلا کر یہ معاملہ سنایا۔ مغن نے شاہ علاولؒ کے کشف و کرامت کے حالات بیان کر کے راجہ سے آپ کی رہائی کی سفارش کی۔ راجہ نے ایک ہزار روپیہ بطور جرمانہ شاہ صاحبؒ سے طلب کیا جس کو وزیر موصوف نے ادا کر دیا اور آپ کو قید سے چھڑا لیا۔ اور اس روپیہ کو شاہ صاحبؒ ممدوح نے بذریعہ تصنیفات اور تالیفات کتب ادا کیا تھا۔ اور بتخانے کی بتیوں کو باہر سے پھونک کے ذریعہ روشن کر دیتے تھے۔ اور بتخانے کے اندر کبھی داخل نہیں ہوتے تھے۔ (قول بزرگان قدیم ارکان)

حسن شاہ نامی چند بزرگان کامل اکیاب میں گزرے۔ ایک منگڈو کے قادر باڑہ کے موتوی حسن شاہ تھے جو تارک الدنیا ہو گئے دوسرا قصبہ قیم کے حسن شاہ جو اس کمترین کے نانا کے چچا زاد بھائی تھے صاحب کرامت تھے۔ اُن کا چلہ خانہ تھانہ پہاڑ پر ہے جس کنارے اُن کا مزار ہے اُن کی ڈاڑھی ٹخنے تک لمبی تھی اور آپ شیر پر سوار ہو کر جنگل سے بعد عبادت الٰہی مکان پر آتے تھے۔ اور تیسرے حسن شاہ اُن کے دادا تھے جو قصبہ بندر کے غوری النسل مشائخ میں سے تھے۔

حسن شاہ

میونگبوے کا بدر مقام گل مل شاہ نامی ایک ہندوستانی بزرگ کا قیام گاہ تھا۔ کہتے ہیں کہ گل مل شاہ کا ایران یا ہندوستان کے کسی شاہی خاندان سے رشتہ تھا اور تارک الدنیا ہو کر اُسی مقام پر آ کر قیام کیا تھا اور آپ بڑے صاحب کشف و کرامت تھے۔

لائی نقیر منڈلے کے شاہ صاحب بڑے صاحب کرامت تھے اور شجاع قاضی نے ان کو منڈلے سے لا کر اپنی ایک پارسا لڑکی کے ساتھ شادی کرائی اور ان کا مزار تیم کے بدر مقام کے قریب واقع ہے۔

ترم میانجی صاحب قصبۂ حلیم پاڑہ میں ایک بزرگ تھے اور ان کا مزار اس بستی کی مسجد کے متصل واقع ہے۔ اور منشی عبد النبی صاحب بڑا واعظ تھے جو کیپیو میں اُن کا مزار ہے وہ مگھی زبان میں ایسی تقریر کرتے تھے کہ مگھ لوگ شوق سے سنتے اور دنگ ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے صاحبانی مان نامی پتھر کو جو بشکل انسان بمقام مہاٹھی شہر میو ہاونگ کے قریب واقع تھا توڑ کر مسلمانوں کو شرک اور بدعت سے بچایا تھا کیونکہ مسلمان اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے وہاں فاتحہ کرتے موم بتیاں جلاتے اور سونے کے ورق چسپاں کرتے ہوئے انڈے اور پیسے وغیرہ بھی بھینٹ چڑھاتے تھے جو مطلق شرک اور بدعت تھی۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں لوگوں کو بوقت میزبانی درخواست کرنے پر وہاں سے میزبانی کے سامان برتن پیالے وغیرہ بھی میسّر ہو سکتے

جو بعد خیانت واپس کر دینا پڑتا تھا۔

مولانا عابد شاہ حسین صاحب چشتی مصنف کنز المؤمنین اور دیگر کتب حیدر آباد سے تشریف لا کر آمرہ پورہ (دار الخلافہ برہما) میں سکونت گزیں ہوئے تھے اور آپ کا مزار وہیں ہے۔ آپ بڑے صاحب کشف و کرامت تھے اس لئے راجہ بودو پھیہ آپکے بڑے معتقدین میں سے تھا۔

مولوی اُونو یونس، صاحب مصنف معراج شرح تھا تھے اور دار العلوم ہندوستان میں انہوں نے تحصیل علم کی تھی۔

خلیفہ اُوشوے لون صاحب راجہ منڈون مِن کے عہد میں بڑا واعظ تھے جن کو منڈون مِن نے مکہ شریف میں ایک تجھتہ بنوائے (مسافر خانہ) برہما مسلم حاجیوں کے لئے تعمیر کرنے کے کام میں بطور ایلچی بھیجا تھا۔ اور وہ مسافر خانہ وہاں اب تک قائم ہے۔

مولوی پرا بائیک صاحب منڈون مِن کے ایام حکومت میں مشہور عالم گزرے تھے۔

کابل مولوی صاحب منڈلے میں اشاعت و تبلیغ کرتے ہوئے گزرے تھے(۱) مولانا شہاب الدین صاحب معروف بہ اوکالا منڈلوی زبردست برہما مسلم علماء میں سے تھے جن کی عالمانہ برہمی تقریر سن کر برہما لوگ دنگ رہ جاتے تھے اور ان کا فرزند ارجمند مولانا عبد الرحمن صاحب مرحوم نے

نوٹ:- (۱) برہما مسلموں کے قدیم حالات از بھوچے۔ صفحہ ۶۰ و ۶۱۔

شہر سنڈوے سے کفر و ضلالت کی گھٹا دور کر دی تھی اور سنڈوے کے قدیم زیر بادی اور میڈو مسلمانوں کو راہ حق پر لا کر سنت جماعت سوسائٹی کا ایک مدرسہ قائم کر دیا تھا جس کا یہ کمترین چھ سال تک مدرس اول رہا۔ مگر افسوس کہ اُن کی آمد کے قبل سایہ ڈو بستی کے سارے مسلمان مرتد ہو چکے تھے جس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ادن کی زبان میں کوئی واعظ وہاں نہیں آیا تھا تاکہ اونھوں کو راہ راست پر لا سکے۔ اور جو خود پرست اور بے حیثیت ملا لوگ تھے اونہوں کو صرف اس بنا پر کفر کا فتویٰ دیا تھا کہ وہ لوگ وقتاً فوقتاً برہموں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے جس کے سبب سے ذات کا کھانا بمثل رسم ہنود طلب کیا جاتا تھا جب ذات کا کھانا بسبب غریبی کے وہ نہ دے سکے تو ادن کے ساتھ ترک موالات کیئے گئے اور مجبوراً سارے بستی والے مسلمانوں نے دین اسلام کو ترک کر کے بدھ مذہب کو اختیار کر لیا تھا۔

قیم کے سید سلطان نے نبی بنس (آل نبی) اور شب معراج کی تصنیف کی تھی اور مولوی عبدالکریم قاضی نے روشنگ پنچالی یعنی تاریخ ارکان شجاع قاضی کے نام میں تصنیف کی تھی علاوہ اس کے راحتہ القلوب عبداللہ کے ہزار سوال۔ نور نامہ سدھومالتی اور دریغ مجلس (انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے حالات) بنگلہ نظموں میں لکھے تھے اور مولوی اسماعیل نے سراجیہ اور شریفیہ کا ترجمہ بنگلہ میں کیا تھا۔

(شعرائے ارکان)

بندر کے قاضی محمد حسن نے داستان امیر حمزہ - دیولال متی اور حیدر جنگ کا اوّل حصّہ تصنیف کی تھی اور مولوی زین الدین اور نصر اللہ نے حیدر جنگ کا باقی حصّہ لکھا تھا - اور مولوی عبد المطلب نے کیدانی رجو فقہ کا نچوڑ ہے) لکھ کر فقہ کے بحر عظیم کو کوزے میں بھر دیا تھا - اور دولت قاضی نے ستی مینا کا اول حصّہ لکھ کر انتقال کیا اور سید شاہ علاول نے باقی حصہ تصنیف کر کے تکمیل کی تھی - اور ابو الحسن پنڈت نے ادہم کی لڑائی لکھی ہے - اور رقیم کے اسمٰعیل امام ثاقب نے مولانا عبد العلی درزی کے ارشاد کے مطابق بلقیس نامہ لکھا ہے - اور سید مسعود شاہ جی قاضی بندر ارکان کے مشہور شیخ زماں گزرے تھے -

القصّہ بے شمار اولیائے کرام و مشائخین و علمائے عظام کے مزار برہما اور ارکان کے شہروں اور قصبوں اور دیہاتیوں میں موجود ہیں طوالت کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کیا گیا - ان میں سے بعض عرب غوری اور مغلیہ خاندان کے بزرگ تھے چنانچہ شاہ شجاع کے ہمراہ آئے ہوئے سادات توالی اور یہ ارکان اور برہما میں اشاعت اور تبلیغ اسلام کے فرائض ادا کرتے ہوئے گزر گئے تھے - کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کے ارکان میں تشریف لانے کے قبل یہاں کے مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ دس بیس بستیوں میں ایک فاتحہ دینے والا ملاجی جو عموماً حمد اند کا بولا جاتا ہے میسّر نہیں ہو سکتا تھا اور دور دراز کی بستیوں رقیم - بندر اور خندل کے

کسی ملا جی کے پاس لوگ جا کر فاتحہ کو بانس کے چونگے کے منہ میں بند کر کے اپنے مکان میں واپس آ کر چونگے کا منہ فاتحہ کی چیزوں پر کھول دیتے تھے جس سے فاتحہ خوانی کی رسم آبائی کے ادا ہونے کا یقین کیا جاتا تھا۔ الغرض انیسویں صدی عیسوی کے قبل ان بزرگوں کی اولاد ہی اشاعت و تعلیم و تربیت کرتی رہی جو دارالعلوم دیوبند دہلی وغیرہ میں جا کر تحصیل علم کر کے دستار بندی اور اسناد قابلیت حاصل کر کے آتے تھے اور بعض صرف چاٹگام اور کلکتہ کے مدرسہ عربیہ عالیہ سے جماعت اولیٰ پاس کر کے واپس آتے تھے اور رہملے کے ہر گوشہ میں جا کر پند و نصیحت اور تعلیم و تدریس کے کام میں مصروف رہتے تھے اور اب تک سینکڑوں ارکانی طلبا بنگال اور ہندوستان میں جا کر اچھے قابل علما بن کر آتے ہیں۔ مگر فی زمانہ بعض انگریزی تعلیم یافتہ اشخاص دنیاوی ترقی کے خیال سے اور برہمیوں یا مگیوں کو شادی کرنے کے سبب سے اپنے دین حق کو چھوڑ کر بدھ مذہب قبول کر رہے ہیں جیسا کہ مسٹر پاچھے سابق وزیر اعظم برہما وہوم ممبر شعبہ مسلم تھا اب بدھ مذہب والا کہلاتا ہے۔ اگرچہ اس قسم کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کے حلقۂ اسلام کے باہر چلے جانے سے عام مسلمانوں کو باعث حسرت ہے مگر کیا کریں بقول شاعر:۔

تہیدستان قسمت را کند کے رہبر کامل

لیکن خدا وند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انیسویں صدی عیسوی کے

آدا خرسے اُردو زبان کے اسکول اور دینی مدرسے شہروں اور دیہاتوں میں قائم ہوتے گئے اور ہندوستان اور بنگال کے ہر حصّہ سے کثیر التعداد علما و فضلا اور ہر فن کے ماہرین انگریزی ممالک کے ہر گوشے میں اسکول مدرسے دارالیتامیٰ اور جمعیتہ العلما کے ادارے کھولنے لگے اور چند اخبارات شیر فاروق اور ریہما مسلم وغیرہ شائع ہونے لگے بلکہ قرآن مجید اور دینیات کی کتابوں کے ترجمے اُردو، ہمیس اور انگریزی میں ہونے کے سبب سے آجکل کے سارے مسلم تعلیم یافتہ لڑکوں لڑکیوں مردوں اور عورتوں کو دینیات سیکھنے اور اسلامی ممالک کی خبروں سے آگاہ ہونے کا اچھا موقع اور وسیلہ مل گیا ہے جو ہمارے اجداد کو میسّر نہ ہوسکا۔ مگر ہمیں بہت افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان اپنے بچّوں کو علم دینیات سکھانے میں تغافل کرتے ہیں اور بچوں کو شروع ہی سے غیر مسلم اسکولوں میں داخل کراکر ریمیس اور انگریزی ہی سیکھنے پر مائل کرتے ہیں جس کے باعث ایسے بچے مسلم کہلانے سے عار کرتے ہیں بلکہ ارکان و احکام شریعت کی پابندی کو ہیچ سمجھتے ہیں اور جب کہیں ان کو حکومت ملتی ہے عام مسلمانوں اور علمائے دین کو بنظر حقارت دیکھا کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کیجیے۔

دین سے بدظن ہوئے گو علم حاضر سب پڑھے ... (نظم) کرتے ہیں ارکان شرع کی وہ نکتہ چینیاں
کیا حلال اور کیا حرام اُن کے آگے یکساں ... پاکی ناپاکی کا کرتا کون تمیز و امتحاں
پیروی احمدِ مختار کا ہے کیا نشاں؟ ... نورِ ایماں دل میں ہوتا کیا ہو گیونکا امتحاں
نا زمی اور زربادی تو ہو ترسیا اُسے ... گرگرے وہ پیروی پیشوائے کاروانی

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس کفرستان برہما میں اسلام تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ اولیائے کرام کی کرامات سے اور مسلم تاجروں کی فیاضی سخاوت اور غربا پروری اور ہمدردی ساتھ غیر مسلموں کے اور مسلمانوں کی شادی غیر مسلم عورتوں کے اور غیر مسلم بچوں کی پرورش اور حمایت کے سبب سے حلقۂ اسلام میں بہت سے لوگ داخل ہوئے اور ہوتے ہیں اور خصوصاً اس بیسویں صدی کی اشاعت اسلام کی حیرت انگیز ترقی کو دیکھ کر دیگر ابنائے وطن کے دل میں تعصب پیدا ہو رہا ہے۔

۱۳ عربوں نے ملک برہما کو کیوں فتح نہیں کیا جبکہ وہ ملایا اور جزائر شرق الہند کو فتح کر چکے تھے؟

چونکہ مشرقی دنیا میں عربوں کی خاص اغراض تجارت اور اشاعت اسلام سے تھیں نہ کہ جہانگیری۔ اگر کوئی قوم ان امور میں مانع نہ ہوتی اور سختی اور بدسلوکی سے اُن سے پیش نہ آتی وہ اس پر حملہ نہ کرتے تھے۔ سندھ پر عربوں کے حملہ کرنے کا خاص سبب یہ تھا کہ سندھ کے راجہ نے عرب تاجروں کی حق تلفی کی اور ایذا پہنچائی تھی۔ اور ملایا اور شرق الہند کو قبضہ میں لانیکا اصل مقصد یہ تھا کہ مصالحہ جات (جو وہاں کی بڑی پیداوار ہے) کی تجارت غیر اقوام کے ہاتھ میں نہ جائے کیونکہ اہل چین اور اہل فرنگ اُن کے حریف تھے و تیز

وہاں کے ہندو راجے عربوں کی تجارت اور تبلیغِ دین میں خلل انداز نہیں ہوتے تھے۔ اور برہما میں سوائے چاول اور لکڑی کے مصالحہ جات پیدا نہیں ہوتے تھے جو اُس وقت اہلِ مغرب کے لئے سب سے زیادہ ضرورت تھی اور چین کو۔ بیچکر عرب لوگ بہت سا نفع اُٹھاتے تھے۔ مگر برہما اُن کے لئے کھلا میدان تھا اور راجگان برہما تلائن اور ارکان بھی عرب اور عربی النسل مسلمانوں کی وفاداری ملنساری اور بہادری سے خوش تھے اور اشاعت دینِ حق کے بھی مانع نہ تھے۔ بلکہ عربی نژاد برہما مسلموں کو فرزندان برہما کے زمرے میں شامل کر کے اعلٰے عہدیداران شیران اور ارکینِ سلطنت مقرر کرتے تھے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ بلکہ سلاطین ملایا (قدہ اور ترنگانو) اور راجین راجگان برہما کے ساتھ دوستانہ اور تجارتانہ تعلقات رکھتے تھے (جس کا بیان صفحات ۴۲ اور ۴۳ میں کیا گیا ہے)

فصل سوم

طبقۂ دوم

ایرانی نسل مسلمان

سولھویں صدی عیسوی کے قبل ایرانی مسلمان سیّاح اور تجّار (جن میں سے بعض موالی بعض سنی اور بعض شیعہ ضرور تھے) عربوں کے قدم بہ قدم چل کر ملک برہما اور ارکان میں آتے رہے۔ چنانچہ ابن خرد از بہ سلیمان اور دیگر مسلم و فرنگی سیّاحوں کے بیانات مذکورہ مصدرہ سے (جو صفحات ۲۳ تا ۲۵ میں کئے گئے ہیں) ظاہر ہوتا ہے کہ چودہ صدی عیسوی میں اصفہان بڑی تجارتی منڈی تھا جہاں سے مغربی تجار اندر راہ بندر خلیج فارس۔ سورت۔ گولکنڈہ۔ مچھلی پٹم اور تناسرم ملک سیام اور چین کو جاتے تھے۔ بلکہ مرتبان کے گودام میں ایرانی تاجروں کے اموالِ تجارت ۱۵۱۲ء میں حملۂ پرتگال کے وقت لوٹے گئے تھے۔

(ہاروے صفحہ ۱۵۷)

علاوہ بریں سفرنامۂ نیکولوڈی کنٹی سیاح وینس (اٹلی) سے عیاں ہے کہ "سیّاح موصوف پندرہ صدی عیسوی کے اوائل میں بغرض تجارت دمشق میں آیا تھا اور وہاں سے بصرہ گیا جہاں سے

نوٹ:- موالی- اکثر ایرانی- ترک اور یونانی جنھوں نے اسلام قبول کیا عرب خاندان میں

وہ ایرانی تاجروں کے ہمراہ کیے اور سیلون پہونچا اور پھر وہاں سے بنگال گیا اور پھر بذریعہ جہاز ارکان آیا جو رکھانگ کے نام سے بھی مشہور تھا اور ارکان سے وہ اپنے ایرانی احباب (تجار) کے ساتھ کوہ ارکان یوما کو عبور کرکے مشرقی جانب دریائے ایراودی کو پہنچا جس کو اوس نے ذآوا کہا ہے دوریا آخر ۱۴۳۳ء میں شہر آوا میں داخل ہوا جہاں اوس وقت راجہ "مونمین تارا" حکمران تھا سیاح موصوف نے اس ملک کا نام "مہاچین" بتایا جس کو اُس نے ضرور اپنے ایرانی یا ہندی ہمراہیوں سے سنا ہوگا۔ نیکولو شہر سنگو کے رستے سے ساحل سمندر پر آتے ہوئے شہر سگو میں بھی آپہونچا تھا۔" (پندرھویں صدی کا انڈیا از میجر ہیکلوٹ سوسائٹی)

الغرض ایرانی تجار بغرض تجارت ملک برہما اور ارکان میں بسے تھے چنانچہ (۱) آغا حسین شیرازی راجہ مندون کے عہد حکومت میں افسر محصولات تھا اور (ب) آغا صادق (ج) علی اصغر (د) مشاط حسین (ہ) آغا نمازی وغیرہ ہنتھاودی کے تجار تھے جنہوں نے غریب برہما مسلم سوداگروں کی امداد کے لئے برہما راجہ کے پاس عرضی پیش کی تھی۔ (کونبنگ سٹ جلد سوم صفحہ ۳۱۹)

کہتے ہیں کہ شہر رنگون اور اکیاب کی مغل گلیاں اُن قدیم ایرانی تاجروں کی قیام گاہیں تھیں جو اب تک اسی نام سے مشہور ہیں۔ اور اُن کی اولاد کثیر التعداد برہما کے شہروں میں اب تک موجود ہے۔ بعض شیعہ اور مغل کے نام سے مشہور ہیں اور بعض زیربادی اور روانیہ کے ساتھ شادی کرکے زیربادی اور روانیہ کہلاتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہی شمار کئے جاتے تھے اور اُن کو مولی کہتے ہیں۔ ہسٹری آف سراسین از سید امیر علی صفحات ۵۰۱ و ۵۰۶

امر ہے کہ ہندوستان سے بہت سے تعلیم یافتہ شیعہ اور مغل آکر اون سے مل گئے ہیں اور ان کو گمراہی سے بچا رہے ہیں۔

مدت سے برہما اور ارکان میں رہتے سہنے کے سبب سے وہ برہمی اور ارکانی زبان بولتے ہیں۔ مگر بعض فارسی زبان سے بھی نا آشنا نہیں ہیں۔ اونھوں نے اپنے آبائی مذہب لباس اور پیشہ تجارت کو نہیں چھوڑا ہے اور بعض لوگ برہما لباس بھی پہنتے ہیں۔ مرد مغلیہ پگڑی یا سیاہ ٹوپی سر پر دیتے ہیں اور عورتیں سیاہ رومال عموماً بتقریب محرم پہنتی ہیں۔ سرکاری عہدے ہیں بھی بہت سے لوگ ہیں جو اکثر برہما نام رکھا کرتے ہیں۔ ایرانی نسل برہما مسلمان زراعت اور کاشتکاری کے عادی نہیں ہیں اس لئے وہ شہروں کے سوا دیہاتوں میں بہت کم رہتے ہیں۔ اور صاف اور گورے رنگ کے ہوتے ہیں اور اکثر متمول اور خوشحال ہیں۔ رنگون مولمین اور سنڈوے وغیرہ میں ان کے امام باڑے موجود ہیں۔ جہاں بڑی دھوم دھام کے ساتھ فاتحہ خوانی وغیرہ ہوتی ہے اور تابوت اور تعزیئے بنائے جاتے ہیں۔ مگر اس موقع پر ہندوستان کی طرح یہاں سنی اور شیعہ کا کوئی فساد نہیں ہوتا ہے۔ اور سنیوں کے ساتھ اون کا بہر حالت اتفاق ہے۔ خدا ہمیشہ اتفاق سے رکھے!

مگر افسوس فی زمانہ بعض تعلیم یافتہ لوگ صرف دنیاوی عزت اور نام حاصل کرنے کے واسطے و نیز غیر مسلم عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے سبب سے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر بدھ مذہب کے پیرو ہو گئے ہیں جیسا کہ اوبا پھے بی اے سابق وزیر اعظم برہما۔

فصل چہارم

طبقہ سوم

ترکی یا تاتاری نسل مسلمان یا پانتھے مسلمان

اِس طبقہ کے مسلمان ترکی یا تاتاری مغلوں کی نسل سے ہیں جو عموماً پانتھے یا چینا مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ملک برہما کے قدیم باشندوں میں سے ہیں جو یونین سے آکر یہاں سکونت گزیں ہوئے تھے۔(۱)

تیرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں تاتاری مغلوں نے میسوپٹیمیا یعنی دیارشام اور عراق سے بحرالکاہل تک فتح کر لیا تھا بلکہ یورپی روس اور پولینڈ کو بھی تسخیر کی تھی۔ چنگیز خاں۔ ہلاکو خاں اور قبلہ خاں وغیرہ بڑے بڑے زبردست مغل شہنشاہ گزرے تھے۔ قبلہ خاں شہنشاہ چین تھا اور کہتے ہیں کہ وہ بدھ مذہب کا پیرو تھا مگر اس کے سارے رشتہ دار اور اکثر ماتحتی بادشاہ ایران ترکستان اور اعراق وغیرہ کے مسلمان تھے۔ اس لئے اراکین سلطنت

نوٹ :(۱) برما ہندوستان اسٹیٹ گزیٹیا جلد سوم صفحہ ۱۶۔ جلد اوّل صفحہ ۳۲۶۔

کے عہد ہائے جلیلہ میں صوبہ سرحد کی محافظت کے لیئے اپنے رشتہ دار مسلم تاتاری حکام اور فوج کثیر متعین کر رکھا تھا۔ چنانچہ سرحد چین یعنی یونّن میں اُس زمانہ سے اب تک اُن ترکی یا تاتاری مسلمانوں کی اولاد آباد ہو رہی ہیں۔ جنھوں نے ملک برہما کو فتح کیا تھا (۲)۔

تاتاریوں کا ملک برہما کو فتح کرنا

چونکہ زمانہ قدیم سے برہما ملک چین کا باجگزار اور ماتحت صوبہ شمار کیا جاتا تھا اور ۱۰۰۰ء سے ۱۲۸۷ء تک پگان برہما کا دارالسلطنت بنا ہوا تھا جہاں بڑے بڑے راجے گزرے تھے اور بے شمار بتخانے موجود ہیں۔ تیرھویں صدی عیسوی کی شروع سے اس شہر کو زوال آیا کیونکہ راجہ انورتھا کے خاندان میں سے "نراسیہاپتی" معروف بہ "ترکپیے من" (یعنی ترکوں کے حملہ سے بھگوڑا راجہ) ۱۲۴۸ء میں شہر پگان کا راجا بنا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ راجہ بڑا عیاش تھا۔ اس کی فوج کی تعداد چھتیس لاکھ تھی۔ اور وہ تین سو قسم کی ترکاریاں روزانہ طعام میں کھاتا تھا اور اس کے حرم میں تین ہزار لونڈیاں تھیں۔ اور اُس کی سلطنت مغرب کی طرف مچھہ گیری (اراکان) اور ٹنکار یا پلنگا یا تک اور سمت مشرق میں دریائے سالوین کے مغربی حد تک اور شمال میں علاقہ یونین اور موپائینگ کے شہر کوننزین تک اور جنوب میں اسین اور مرتبان تک وسیع تھی۔

اور قریب اُسی راجہ کے عہد حکومت میں قبلہ خان نے سارے

نوٹ (۱) ہسٹری آف سراسین از سید امیر علی۔ ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ چین۔

چین کو فتح کر لیا تھا اور ۱۲۵۳ء میں علاقہ یونن کو نرا سیہا پتی سے چھین لیا تھا اور اپنا تاتری جنرل عریان قدائی کو ۱۲۵۴ء میں یونن کا پہلا حاکم مقرر کیا۔

طلب خراج

۱۲۷۱ء میں قبلہ خان نے نرا سیہا پتی سے سونے اور چاندی کی کشتیاں بطور رسمی خراج طلب کیا تھا کیونکہ راجہ انور تھا اس قسم کے تحفے بطور خراج شہنشاہ چین کو بھیجتا تھا اور اس کے علاوہ برہما کے شاہی خاندان سے کوئی ایک شہزادہ کو شہنشاہ چین کے دربار میں حاضر ہو کر آداب شہنشاہی بجالانا پڑتا تھا اور مغلیہ سلطنت کی اطاعت قبول کرنے کی غرض سے اس کے ساتھ خط بھی روانہ کیا جاتا تھا جس کی پیروی کرنے سے نرا سیہا پتی نے انکار کیا۔ اور اوس

عدم ادائی

غرض سے کئی سفیر چین سے راجہ مذکور کے دربار میں بھیجے گئے تھے مگر کوئی واپس نہ ہوا کیونکہ وہ سب شہر پگان میں قتل کیے گئے تھے وجہ یہ تھی کہ سفیروں نے اپنی جوتیاں دربار شاہی میں نہیں کھولیں جو برہما راج میں خلاف رسم آداب شاہی تصور کیا جاتا تھا۔ اس پر قبلہ خاں بڑا

نصرالدین

خفا ہوا اور اپنے سپہ سالار اور حاکم یونن نصر الدین کو جو سید عاجل بخاری وزیر اعظم چین کا بیٹا تھا اور آخیر دم ۱۲۹۲ء تک یونن کا گورنر رہا اور ہند چینی کے ہر مہم میں شریک ہو کر جوہر قابلیت بنایا تھا؟ حکم دیدیا کہ بارہ ہزار مسلم تاتاری فوج کو لے کر فوراً برہما پر فوج کشی

قتل سفرائے چین

کرے۔ اور بتعمیل اس حکم کے نصر الدین نے کثیر التعداد فوج

نوٹ :۔ (۱) نصیر الدین کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے پانچ کے نام اس کی سوانح عمری میں بتائے گئے۔ اور وہ یہ ہیں :۔ (۱) بیان وذیر مال جس نے اپنے دادا کا

لے کر حملہ کر دیا۔ اور سر مارکو پولو لکھتا ہے کہ:۔

نصر الدین بڑا لائق بہادر سپاہی اور بہت اچھا تجربہ کار سپاہ سالار تھا۔ اور اس کی فوج بھی بہت ہوشیار اور جانباز تھی جو حملہ و مدافعت کے لئے ہر قسم کی تدبیریں فوراً کرنے کے قابل تھی اور اس کے ہمراہ صرف بارہ ہزار ترک سوار تھے اور صوبہ زردندان کے میدان "ووچین" پر ۱۲۷۲ء میں دشمن (برہموں) کے مقابلے میں بڑھ آئے"۔

ادھر راجہ نرا سیہاپتی کے دو ہزار ہاتھی سوار اور ساٹھ ہزار پیدل فوج مقابلہ کے لئے نکل آئے تھے اور میدان ووچین پر دونو لشکروں کے درمیان گھمسان لڑائی ہوئی جس کو تاریخ برہما میں جنگ "نگاسنجان یا نشنجان" ۱۲۷۷ء کہتے ہیں (۱)۔

چینیوں نے اس جنگ میں بہت سے برہما کے قلعوں کو علاقہ بھامو میں توڑ کر خاک میں ملا دیا تھا اور بہت کشت و خون کیا اور شہر کو ترین کو چھین کر یونن سے ملا لیا۔ اور برہموں نے ہر چند کوششیں کیں کہ تاتاریوں کے گھوڑوں کو زخمی کر کے نکمے کر دیں مگر نصر الدین نے اپنی تدبیر کی اور ہوشیاری کو کام میں لا کر اپنے سارے گھوڑوں کو قریب کے جنگل میں چھپا رکھا تھا اور سب سواروں کو پیدل تیر اور کمان کے ذریعہ لڑنے کا فوراً حکم دیدیا۔ تو تاتاریوں کے تیر کے نشانے ہاتھیوں کی سونڈھوں اور ٹانگوں پر ایسے ٹھیک ٹھیک گرنے لگے کہ سارے

نوٹ :- ملقب اختیار کیا گیا تھا (۲) عمر (۳) جعفر (۴) حسین اور (۵) سعدی اور عالہ نامی ایک بیٹا صوبہ تو چیکا گورنر رہا۔ تاریخ چین از ڈی احسن صفحہ ۲۶۵ - ۲۶۸۔

(۱) فیاد صفحہ ۳۴۶ اور ہاریتے صفحہ ۴۲ تا ۴۵۔ سفرنامہ سر مارکو پولو جلد صفحات ۱۰۱ تا ۱۰۴

ہاتھی اپنے سواروں اور سپہ سالاروں اور دیگر افسروں کو لے کے چنگھاڑتے
ہوئے دُم دبا کے بھاگ گئے اور ہاتھی سواروں کی یہ ابتر حالت دیکھ کر
ساگری پیدل پر بھی فوج بھی تتر بتر ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئی اور
تاتاریوں نے اس قدر قتل عام شروع کر دیا تھا کہ مارے خوف کے راجہ
نرا سیہاپتی اپنے اہل و عیال اور ارکین و مشیران سلطنت کو ساتھ
لے کر شہر پگان سے بسین کی طرف بھاگ گیا اور روپوش ہو رہا تھا
اور یوں اپنے دار الخلافہ پگان کو گویا تاتاریوں کا حوالہ کر دیا اور کسی قسم
کی مدافعت کا کچھ خیال نہیں کیا اور پگان کے سارے لوگ مارے خوف
قتل کے کانپنے لگے۔ اور ادھر تاتاری لشکر جرار شہر میاں وا اور دیگر بلاد
برہما کو قبضہ کرتا ہوا برہموں کے تعاقب میں شہر پگان (جس کو چینا
لوگ "مین" بولتے تھے) تک آپہونچے اور بلا روک ٹوک شہر کو بعد قتل و
غارت کے قبضہ میں لائے اور راجہ نرا سیہاپتی کی تلاش میں ترک مو
(ترک کی راس) علاقہ پر دم تک گئے۔ اور واپسی کے وقت شہر پگان
سے بہت سے اموال غنیمت سیم و زر وغیرہ لے کر اس شہر کی آئندہ
حکومت کا اختیار اور حوالہ کسی برہما افسر کو دیکر جنرل نصر الدین نے اپنا ترکی
جھنڈا اس مشہور بت خانے والے شہر میں گاڑ کر فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا
بہ کمال مسرت اپنے ملک کو واپس چلا گیا مگر یاد رہے کہ اس جنگ میں
اگرچہ کمک کے لئے بہت سے شان اور چینی سپاہی بھی بعد از آں
اُن تاتاریوں کے ساتھ آکر لڑنے میں شریک ہوئے تھے لیکن لڑنے کا
اصل کام اُن تاتاری مسلم فوج ہی نے ادا کیا تھا اور اُن مسلمانوں کی
جانبازی کے طفیل سے اور قبلہ خاں کے پوتے کی شجاعت کے سبب سے

وہ فتح نصیب ہوا۔

الغرض تاتاریوں نے اس لڑائی میں اس قدر کشت و خون اور قتل و غارت کیا تھا کہ مدتہائے دراز تک برہما اور شان اُن تاتاریوں کے نام سے خوفزدہ ہو گئے تھے اور ملک برہما چین کا باجگزار بنا رہا۔ اور یونن اور زرد ندان چین کے قبضے میں چلے گئے اور قبلہ خاں نے اپنے بیٹے سینتیمور کو صوبہ زرد ندان کا حاکم یا گورنر مقرر کر رکھا (۱)

بمطابق تاریخ برہما جنگ مذکور بھامو کے نیچے دریائے ٹاپ کے کنارے بمقام نتنجان زنگا سنجان ا سہر مارکو پولو کی تاریخ سے سات سال بعد واقع ہوئی تھی۔

علاوہ بریں ۱۲۹۸ء میں سلطنت پیگو چین کے ماتحت صوبہ کی طرح رہا جس کو چینی زبان میں کلاہ (KULAH) کہتے تھے۔ اور اس کے راجے وارِیرو وغیرہ بحیثیت گورنر چین مانے جاتے تھے (۲)

اور تاریخ برہما سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ عظیم کے بعد بھی چند بار چینیوں نے وصول خراج اور دیگر سیاسی اور تجارتی فسادات کے طے کرنے کی غرض سے برہما پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن جنگ مذکور کے قریباً چار سو سال کے بعد خاندان تاتاری کے آخری شہنشاہ یونلے نے اپنی کثیر التعداد فوج اور حاکم یونن کے ساتھ آکر برہما میں پناہ لی تھی۔ جس کی بابت سر آرتھر فیار لکھتے ہیں کہ "۱۶۵۸ء میں یونلے نامی منچوریا کا ایک تاتاری مغل شہزادہ سارے

نوٹ :۔ (۱) سفرنامہ مارکو پولو جلد دوم۔ صفحات ۸۴، ۸۸، ۸۹ اور ۱۰۱ تا ۱۰۴

(۲) تاریخ برہما آرتھر فیارڈ سے صفحات ۱۱۰ تا ۱۱۱۔

چین کو قریب قریب فتح کر کے تانکن میں آ کر شہنشاہ چین کہلایا تھا۔
مگر چینیوں نے اُس کو تاخت و تاراج کر کے چین سے خارج کر دیا
تھا۔ اُس نے گسر تریونن کو اپنے ساتھ لے کر بھامو میں آیا اور راجہ برہما
کو ایک سو ویسہ سونا بطور نذرانہ دیکر یہ چاہا کہ اُس کو اپنے اہل و عیال اور ہمراہیوں
کے ساتھ برہما میں رہنے کی اجازت دے۔ بالآخر اُسے رہنے کی اجازت
ملی اور علاقہ سگائینگ میں آ کر سکونت اختیار کی۔

چونکہ اُس عرصہ میں ملک برہما آپس کی خانہ جنگی کے باعث کمزور
ہو چکا تھا جس کی اچھی خبر اُن مغلوں کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہو گئی۔ آخر کار
یونلے کے ہمراہی مغلیہ فوج نے برہما میں قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کر دیا
اور بہت سے علاقوں کو فتح کر لیا تھا حتیٰ کہ وہ شہر آوا (راجدھانی) کو فتح
کرنے پر مستعد تھے۔ مگر اُس وقت ایک مستقل مزاج راجہ مہا پاورہ دھمہ
تخت نشین ہوا تھا جس نے کسی صورت سے اس حادثہ بغاوت اور قتل و غارت
کو فرو کر دیا تھا اور بہت سے مغل سپاہیوں کو فریب سے قتل کر ڈالا تھا اور
"یون لے" کو بھی اپنے وعدے کا خلاف ورزی کر کے چینیوں کو حوالہ کر دیا۔
جو راجہ برہما کے اخلاق پر بدنما دھبہ پڑ گیا"۔(۱)

اس مقام پر اس امر کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ اس واقعہ کے
قریب تین چار سال کے بعد دہلی کا مغلیہ شہزادہ شجاع معہ اہل و عیال اور
کثیر التعداد مغلیہ فوج ارکان میں آ کر پناہ گزین ہوا۔ اور ارکانی راجے
نے اپنے وعدے کے خلاف شجاع کو معہ اہل و عیال قتل کیا اور اس کی
ہمراہی فوج مغلیہ نے بعد ازاں تخت ارکان کو تہ و بالا کر دیا۔ اور بہت سے

نوٹ۔(۱) تاریخ برہما از مسٹر فیار صفحات ۱۳۶ تا ۱۳۹۔

لوگ بھاگ کر برہما کی طرف جا بسے تھے جس کا بیان فصل ششم میں مفصل طور سے کیا جائیگا۔

بقول ڈولڈے بولے کی بیوی اور بچوں کو واپس رہنے کی اجازت راجہ نے دی تھی مگر بعد ازاں وہ سب عیسائی بن گئے۔ (فیار صفحہ ۱۳۹)

اگرچہ فی زمانہ اکثر لوگ تاتاریوں کے برہما کے قدیم باشندہ ہونے کا شبہ کرتے ہیں مگر چین خصوصاً یونن اور برہما کے قدیم تعلقات پر اگر بغور خیال کیا جائے تو ہم بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ بھی قدیم برہما مسلمان ہیں جس کی تصدیق اور ثبوت کے لیے اپر برہما اور شان اسٹیٹ گزیٹیا حصہ دوم کے جلد اوّل اور سوم کا بیان کافی ہے اور وہ حسب ذیل ہے :-

(۱) پانتھے { یونن سے پانتھے لوگ ضلع موگاک (روبی مائنز) میں آبسے ہیں اور دیگر پانتھے نوکری کے لیے آتے ہیں۔ خاص کر وہ لوگ اپنے گھوڑوں اور خچروں کو وہاں کرایہ پر دیکر پیسے کماتے ہیں۔

(جلد سوم صفحہ ۱۶)

(۲) پانتھے (ہوئی ہوئی) کے قافلے جنوبی علاقہ شان اسٹیٹ بمقام کنگ خام (جائن خاں) شان میں تیار کردہ کاغذات مول لیتے اور منڈلے میں جاکر فروخت کرتے ہیں۔ (جلد اوّل صفحہ ۳۰۶)

القصہ فی الحال چینا مسلمان برہما کے بڑے شہروں میں کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ اون کی شکل و شباہت چینیوں سے ملتی جلتی ہے وہ چینا لباس پہنتے اور چینی زبان بولتے ہیں مگر جنھوں نے برہما میں شادی کی۔ انکی اولاد برہمی زبان بولتے اور برہما لباس پہنتے ہیں۔ وہ اکثر تجارت پیشہ ہیں اور سرکاری نوکری میں قلیل التعداد لوگ ہیں۔ خاص پانتھے کا امتیاز ترکی

ٹوپی یا سیاہ چپٹی ٹوپی سے ہوتا ہے۔

(۱) باسوچیو راجہ ارکان کا سکہ" کلمہ شریعت والا یعنی کلمہ شاہ کا سکہ"۔

(۱)



(۲)



(۲) منگ بنگ (رمن مین)، راجہ ارکان کا فارسی سکہ"

فصل پنجم

طبقۂ چہارم۔ ہندی النسل قدیم (غوری اور مغلیہ) مسلمان اور تاریخ ارکان کا کچھ بیان

اس طبقہ کے قدیم مسلمان فاتحانِ ہند کی قوموں میں سے ہیں۔ اور اُن کے دو فرقے یکے بعد دیگرے ارکان میں آکر بسے تھے اور بعد ازاں برہما کے مختلف مقامات میں جا کر مقیم ہوئے تھے۔ اور وہ لوگ "(۱) غوری النسل مسلمان یعنی پٹھان (۲) مغلیہ نسل مسلمان (مغل) تھے۔ جن میں سے اوّل شاہ شجاع اور اُس کے ہمراہ اور پیچھے آنے والی مغلیہ فوج کی اور دوم۔ شاہ ظفر بہادر شاہ مغلیہ شہنشاہِ ہند جس کو انگریزوں نے بمقام شہر رنگون برہما میں نظر بند کر رکھا تھا۔ اب یہاں اُن دونو فریق کا جداگانہ بیان حسب ذیل کیا جاتا ہے۔

۱۔ غوری النسل مسلمان (پٹھان قوم) اور غوری پٹھانوں کا ارکان کو فتح کرنا

فاتحِ ارکان ولی خاں یا غوری پٹھان
چھین لیا برہما سے اُن نے تختِ ارکانِ بیگمان

بر لبِ دریائے لیمبو اور کلاڈن سے تا ناف
تھے بسے غوری مسلمان بہرِ امن ارکان
سند نجان مسجد پرانی - ہمعصرِ الحمرہ کا
یادگارِ فخر و شانِ عہدِ غوری بے گمان
شہر میوہاؤنگ پتھری قلعہ میں ہے وہ اب تلک
بے مرمت وہ ہے قائم - کیا عجیب پختہ مکاں!
غلبۂ اسلام ارکان میں صدیوں تک رہا
آمدِ فوجِ شجاع سے آگئی پھر جان میں جان
کیا نہ تھے پدھر بھی ہمارے نام پہ شیدائیاں؟
جوں علی خاں کلمہ شاہ اور بھی تھے دیگر راجگاں
کیا نہ تھی فارسی سرِ شتہ ارکان میں؟ بھائیو!
کیا نہ سکوں پہ تھا روشن کلمۂ نورِ ایماں؟
(از مؤلف)

القصہ پندرھویں صدی عیسوی کے قبل عرب النسل ہندی مسلم تجار کے سوا شمالی ہند کے فاتحوں کی توجہ میں ارکان اور برما غالباً نہیں آئی اور نہیں لیتی تھیں۔ کیونکہ اول وہ برما کو غیر مہذب اور وحشی ملک سمجھتے تھے دوم وہ سمندری سفر کے عادی نہ تھے اور سوم ہندوستان میں ہر دم جنگ و جدال اور بغاوت کا ہنگامہ گرم رہا اور ہمیشہ ملکی فتوحات اور امن و امان قائم رکھنے اور اشاعت و تبلیغ دینِ حق کرنے کی طرف انکی خاص توجہ مائل رہی۔ مگر اسی عرصہ میں صوبۂ بنگال میں غوری پٹھانوں کی مستقل حکومت قائم ہو چکی تھی جس کا دارالسلطنت شہر غور تھا۔ اور احمد شاہ اور نذیر شاہ وغیرہ نامی حکمران گزرے تھے۔ اور اس طرف

سلاطینِ بنگال - [illegible]

ملک ارکان میں راجہ نرا کھلا معروف بہ من سوم (سومون) شہر لنگریٹ یا لنجیٹ میں حکمران تھا۔ لنگریٹ دریائے لیمبو کے مغربی کنارے اور شہر میو ہا ڈنگ کے مشرقی سرحد پر واقع تھا۔ جس کو ارکانی لوگ لنگریٹ ٹنگ بھی بولتے ہیں اور چوک پنڈ ٹنگ۔ کھرٹ پارین اور ویسالی وغیرہ اس کے قبل ارکان کی راجدھانیاں بن چکے تھے (جس کا بیان آخری صفحات شجرہ راحکان ارکان میں دیکھیے)

در ۱۴۰۶ء میں برہما کا ایک بڑا راجہ من کھاؤن نے (جس کو ارکانی لوگ منگ خنگ بولتے ہیں) ارکان کو فتح کر لیا تھا اور ارکانی راجہ من سوم نے شکست پا کر بنگال کی طرف فراری ہو گیا اور سلطان غور کے پاس جا کر پناہ لی تھی۔ اور راجہ منکھاؤن نے اپنے داماد کمار دکو انور تھا کا خطاب دیکر ارکان کا حاکم اعلیٰ (گورنر) مقرر کر رکھا تھا۔ اور من سوم کا بیٹا جنوب کی طرف بھاگ گیا اور شہر سنڈوے سے گذر کر پسین میں جا ٹھہرا۔ اور اس عرصہ میں پسین میں تلائن راجہ پیگو کا راجہ ڈریٹ کی فوجی حالت ارکان کی دیکھ بھال کے لئے منتظر رہی کیونکہ تلائن اور برہما کے دونوں راجے ملک ارکان کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے تھے۔ ارکانی شہزادہ نے راجہ ڈریٹ سے درخواست کی کہ اپنے آباؤ اجداد کے تاج و تخت برہموں سے واپس لینے میں اس کو کمک اور مدد دیں۔ اور راجہ ڈریٹ نے (جس کی فوج میں مسلمان بھی تھے) ارکانی شہزادے کی عرضی فوراً منظور کی اور پسین کی مقیم افواج بری اور بحری کو ارکان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجدیا اور عرصہ قلیل میں افواج تلائن سنڈوے رامری اور ارکان کو فتح کر کے شہر لنگریٹ پر قابض ہو گئیں اور ارکانی شہزادے کو اپنے آبائی تخت و تاج کا مالک بنا دیا۔ ذیر حاکم

(راجہ ڈوریٹ)

(راجہ منکھاؤن)

نوٹ:۔ چوک پنڈ ٹنگ دریائے کلاڈن کے کنارے راجہ کا تراجری کا پایہ تخت تھا

ارکان اتو بھا کو اپنے بیوی اور بچوں کے ساتھ گرفتار کر کے شہر پیگو میں بطور جنگی قیدی کے لے گیا اور اتو بھا کو راجہ ڈریٹ نے قتل کر دیا کر اسکی بیوی کو (جو راجہ منگھاؤن کی بیٹی تھی) بطور رانی اپنے حرم میں لا رکھا جس کی خبر پا کر منگھاؤن آگ بگولہ ہو گیا علاوہ ازیں منگھاؤن کے ایک بھائی نے ولی عہد سلطنت برہما نہ بنائے جانے پر خفا ہو کر منگھاؤن کے ہاں سے بھاگ کر راجہ ڈریٹ کے پاس آ کر پناہ لی تھی۔ اب ان باتوں سے منگھاؤن بہت بڑا پریشان اور سخت بے چین رہا۔ اور انتقام لینے پر آمادہ ہو گیا آخر کار برہما اور تلائن کے مابین بہت سے جنگ و جدال ہوئے اور ارکان پر کبھی برہما قابض ہوتے رہے اور کبھی تلائن۔ اور قریباً تیس ۳۰ سالوں تک ارکان میں یہی حالت جاری رہی"۔

(تاریخ برہما از آرتھر فیار صفحات ۷۲ و ۷۳)

کہتے ہیں کہ اس فتنہ و فساد کے زمانے میں بہت سے عربی نسل مسلمان مقتول ہوئے اور مقید ہو کر آوا اور پیگو میں لے جائے گئے اور مختلف اضلاع میں بسائے گئے اور بہت سے لوگ بخوشی اپنے رشتہ داروں کے پیچھے چل کر برہما کی طرف سکونت گزیں ہوئے اور بہتوں نے چاٹگام کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور اس کو پہلی ہجرت کا زمانہ کہتے ہیں اور ان مہاجرین کی اولاد برہما میں پکھانگ کلا اور چاٹگام میں رواننگیہ کہلاتی ہے۔ (قول بزرگان)۔

"برہما اور تلائن کے فتنہ و فساد کی اصل وجہ دریافت کرنے کے لئے ہمیں اس مقام پر قدیم ارکانی تاریخ کا مشاہدہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ سنہ ۱۴۰۶-۳۰ء میں راجہ نرمیہ منگنان کو اپنے آباؤ اجداد کا تخت

ارکان تلائن راجہ پگو کی مدد سے حاصل ہوا تھا اور اسی وقت سے ارکان پگو کے ماتحت رہا تھا۔ اُس راجے نے شہر پارین کو اپنی راجدھانی بنائی تھی اور اسی اثنا میں عرصہ دراز تک ارکان امن و چین میں رہا۔ اور کسی بڑے واقعہ و حادثہ کا ذکر تاریخ ارکان میں پایا نہیں جاتا ہے حتیٰ کہ شہر پگان کو تاتاری مغلوں نے تیرہویں صدی عیسوی میں فتح کر لیا اور چودھویں صدی عیسوی میں اہل شان نے ارکان پر چڑھائی کی اور کچھ عرصہ تک ارکان کو اپنے قبضہ میں رکھ کر حکومت کی تھی اسلئے ضلع اکیاب میں سنتا ند تک اور شان لیوانا کی بستیاں و میر ملائن لیدا اور تلائن کوئن (حلقہ تلائن) مقامات ہیں جن سے قوم شان اور تلائن کی عملداری کا پتہ و نشان چلتا ہے۔ الغرض چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں ارکان راجگان پیگو اور برہما کے جھگڑے میں پھنس گیا کیونکہ میاونگمیہ کے باغی گورنر کا بیٹا شہر سنڈوے میں آکر پناہ گزیں ہوا تھا اور وہاں سے راجہ پیگو کو وہ حوالہ کیا گیا وہ گورنر راجہ برہما کا حلیف تھا اور راجہ پیگو کا مخالف۔

قریباً اسی عرصہ میں ارکانی راجہ من سہوم نے سلطان بنگال کے ساتھ دوستانہ خط و کتابت جاری کر رکھا تھا اور تحفہ جات بھی بھیجتا رہا تاکہ اوس کو برہما کے ساتھ لڑنے میں بنگال کی تائید ملے۔

اور بمطابق تاریخ برہما ارکان کا راجہ لاوارث مرا اور روسائے ارکان نے راجہ من جیسوا کو تخت و تاج کا حوالہ کیا اور راجہ جیسوا نے اپنے ماموں سوموجی کو اپنا ماتحتی دیا جگہ اور راجہ بنا کر ارکان بھیجی مگر تاریخ ارکان بتاتی ہے کہ ملک ارکان کی بہت سالوں تک ابتر حالت رہی اور اسکے بعد دیگرے غاصب راجے ارکان کے حکمران بنے بالآخر نرامکھلا من

سوم، راجہ بنا جس کو راجہ منکھاؤن (مِن سی منگسوا) راجہ برہما نے ارکان سے خارج کر دیا تو وہ (من سوم) بنگال کو بھاگ گیا۔

من سوم بنگال جانے کے بعد سے بنگال اور ارکان کے دوستانہ تعلقات دو سو سال سے زیادہ عرصہ تک قائم رہے۔ اُس وقت بنگال کے مسلمان بادشاہ خود مختار تھے اور شہنشاہ دہلی کے تابع اور محکوم نہ تھے اور اُن کا دار الحکومت شہر غور رہا۔ اس لئے ارکان اور بنگال کے تاریخی حالات اور واقعات اس کے بارے میں متفق ہیں تاریخ ارکان بتاتی ہے کہ من سوم چوبیس سال تک بنگال میں رہا تھا اور اسی اثنا میں شاہ دہلی نے سلطان بنگالہ پر حملہ کیا تھا اور اُسی معرکہ میں اس جلاوطن راجہ من سوم نے اپنا جوہر مردانگی بتایا تھا و نیز سلطان بنگال کی دیگر بڑی بڑی جنگی خدمات ادا کی تھیں۔ جس کے صلہ میں اُس کا تخت آبائی واپس لے دینے کا وعدہ دیا گیا مگر تاریخ ہند سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس عرصہ میں شاہ دہلی نہیں لڑا بلکہ درحقیقت جونپور کا بادشاہ ابراہیم شاہ نے بنگال پر یورش کی تھی اور بہت سے لوگ قید کر کے اپنے ساتھ لے چلا۔

اور اس طرف ملک ارکان برہما اور تلائن کا میدانِ رزم بنا ہوا تھا اور آخر کار راجہ ڈرویٹ کے قبضے میں ۱۴۲۳ء تک رہا اور وہ ارکان کا راجہ یا گورنر مقرر کرتا رہا۔ اور اس طرف بنگال میں احمد شاہ سلطان بنگال ۱۴۲۶ء میں لاولد مرا اور اراکین سلطنت نے نذیر شاہ کو بنگال کے تخت و تاج کا مالک بنا دیا اور نذیر شاہ نے سوم کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ اس کو اپنا ملک واپس لے دے گا۔

اور بمطابق تاریخ ارکان من سومون کی جلاوطنی کے چوبیس سال

کے بعد سلطان نذیر شاہ نے اپنے وعدہ کے مطابق اوّل ایک سپہ سالار ولی خاں نامی کو کثیر التعداد (قریباً بیس ہزار) غوری لشکر جرّار اور من سوموں کے ساتھ اس مہم کے واسطے روانہ کیا تھا اور جنرل ولی خاں نے ۱۴۳۰ء میں سارے ارکان کو فتح کر لیا اور شہر لنگریٹ پر قابض ہو گیا اور بلاتن راجہ کا قائمقام راجہ یاگد برا اپنی شکست خوردہ فوج کو لے کر دم دبا کے بھاگا اور پھر ارکان کا نام نہیں لیا۔

مگر ولی خاں نے سوموم کے کسی مخالف ارکانی رئیس کے مشہورہ لور رلے پر عملدرآمد کر کے من سوموم کو قید کر کے رکھا تھا اور خود ارکان میں حکومت کرنے لگا۔ راجہ سوموم کسی تدبیر سے قید سے بھاگ کر بنگال گیا اور نذیر شاہ کو اس سانحہ وعدہ خلافی اور بدسلوکی کی شکایت گوش گزار کی جو ولی خان نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ اور نذیر شاہ نے حقیقت معاملہ کو سمجھ کر دوسری دفعہ اور کثیر التعداد فوج من سوموم کے ساتھ ارکان بھیجدی اور انھوں نے ساری مخالفت کو دور کر کے من سوموم کو ۱۴۳۰ء میں اپنے آبا و اجداد کا تخت حوالہ کر دیا اور من سوموم نے شہر لنگریٹ کو چھوڑ کر ۱۴۳۳ء میں اپنی نئی راجدھانی شہر میوہاؤنگ کی بنا ڈالی اور یہ شہر تقریباً ساڑھے چار سو سال تک یعنی ۱۷۸۵ء تک ارکان کا دارالصدر رہا۔ اور من سوموم کے مسلم جان جانثار رفقائے سفر غوری پٹھانوں نے سندیخان مسجد میوہاؤنگ میں تعمیر کی تھی اور ملک الشعرائے ارکان عدومانیو نے (شاید اصل مسلم نام عبدالمعنی ہوگا) "کیھانگ من تھمی ایحیین" یعنی "ارکانی شہزادی کی مدح" نامی تاریخی نظم اس کے عہد میں تصنیف کی تھی۔

اور راجہ من سوموم نے بھی سلطان غور سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ

سلطان بنگالہ کا ماتحتی دباجگزار راجہ بن کر رہے گا اور عدل وانصاف کے ساتھ بلاامتیاز قوم ومذہب حکمرانی کرے گا۔ اگرچہ بظاہر ارکان کا یہ ماتحتی تعلق اور رشتہ عرصہ دراز تک نہ رہا مگر اُسی وقت سے درحقیقت ایک عجیب قسم کی حالت ارکان میں قائم اور جاری رہی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ارکان کے بدھ مذہب والے راجے اپنے ارکانی مگھی نام کے علاوہ اسلامی نام اور خطاب بھی اختیار کرتے رہے بلکہ وہ اپنے سکّے بھی کلمہ شریف اور فارسی حروف کے ٹھپّے مار کر جاری کرتے تھے۔ شاید یہ دستور العمل بن سموم کے حسب وعدہ اور ارکان اور چاٹگام کی ساری مسلم رعایا کی دلجوئی اور تسلّی خاطر کے لئے عمل میں لائی گئی تھی"۔(۱) اسی سبب سے عموماً ارکانی مسلمان اسلامی نام کو چھوڑ کر برہما نام رکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا تاریخی بیان اور مقامی حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غوری فوج زیر کمان جنرل ولی خاں ارکان میں آئی تو وہ شہر چاٹگام میں بھی ضرور اقامت گزیں ہوئی تھی جہاں ایک پختہ مسجد ولی خاں کی بنائی گئی تھی جو اب تک قائم اور ولی خاں مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہر چاٹگام کی پٹھان ٹولی بستی اُن غوری پٹھانوں سے منسوب ہے جہاں بعد ازاں دوسرے پٹھان لوگ آکر بس گئے تھے۔ اور ارکان میں غوریوں کی پہلی قیام گاہ بوتھیڈاونگ کا شمالی علاقہ ضرور تھا جو گودلنگی کے

نوٹ:۔ (۱) تاریخ برہما از ضیاء صفحات ۷۲ تا ۷۷ اور ازہار دوے صفحہ ۱۳۹ کہتے ہیں کہ چاٹگام درحقیقت "شط الغم" عربی نام تھا جہاں القرن اور متقال اور دحموحو نسجالی اور رامو) بستیاں تھیں اور مغل ٹولی اور پٹھان ٹولی بستیاں مغلوں اور پٹھانوں کی تھیں جہاں انکی اولاد اب تک موجود ہیں۔

نام سے اب تک مشہور ہے اور جس کو ارکانی مگ کلا پنجان (مسلمانوں کا تعلق) بولتے ہیں۔ اور وہاں کے گھنے جنگلات میں اب تک اُن کی قدیم مسجدوں کے کھنڈرات موجود ہیں جو تو نگی مسجد کے نام سے مشہور ہیں۔ اور دوسری قیام گاہ شہر میوہاؤنگ کے مشرقی اور شمالی علاقہ جس کو مسلمان تو انگ۔ بندر گونگی بولتے ہیں۔ جہاں علاوہ سندیخان مسجد اور عالم لشکر مسجد اشجاع کی مسجد دیگر قدیم مسجدوں کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جنرل ولی خاں نے ارکان کو فتح کرنے کے بعد من سوم کو قید کر کے ارکان میں اسلامی سلطنت قائم کی تھی اور اپنے غوری سپاہیوں کو منگڑو سے رامری اور سنڈوے تک مختلف فوجی مرکزوں میں حفاظت اور امن وامان قائم کرنے کے واسطے مقیم رکھا تھا۔ اور ارکان میں فارسی کو سرشتے میں داخل کرنا اور مسلمانوں کے انصاف اور عدالت کے لئے قاضی کا تقرر ضرور اُسی کے عہد سے جاری ہوا تھا جس کو خود من سوم اور دیگر راجگان ارکان نے بھی بحال رکھا تھا بلکہ سرکار انگریزی نے بھی بیس صدی عیسوی کے قبل ارکان کے سرشتوں میں فارسی کو جاری رکھا اور سرشتہ قضائی کو اب تک قائم رکھا ہے۔ چنانچہ دولت قاضی۔ مالہ قاضی۔ عوا قاضی۔ شجاع قاضی۔ عبدالکریم محمد حسن۔ عثمان قاضی عبدالحیا قاضی۔ مولوی عبدالغفور محمد یوسف اور مولوی روشن علی و نور محمد وغیرہ مشہور قاضی گذرے ہیں۔

اور جب من سوم ملک ارکان کا راجہ ہوا تو اُس نے اپنے غوری سپہ سالار کے مشورہ سے سنہ ۱۴۳۳ء میں اپنی راجدھانی شہر میوہاؤنگ کی بنا ڈالی جس کو ارکانی مگ لوگ مروہاؤنگ یا میوک او بولتے ہیں اور ارکانی

مسلمان "پتھری قلعہ" اور روہانگ" کہتے ہیں۔ چونکہ شہر لنگریٹ یا لنجیٹ اوس
کے لئے منحوس بدشگون اور غیر محفوظ مقام سمجھا گیا جہاں اُس نے اپنی سلطنت
کھوئی تھی اور ہر طرح کی مصیبتیں جھیلی تھیں میوہاؤنگ اس کی نسبت زیادہ
محفوظ اور مامون مقام خیال کیا اور بندرہ شہر [illegible] بھی
ارکانی عقیدہ کے مطابق دکھائی دیئے۔ کیونکہ وہ پہاڑوں کی قدرتی دیوار
سے محدود اور شہر پناہ کی پتھری قلعہ اور عمیق نہروں کے ذریعہ سے بہت
محفوظ اور مضبوط ثابت ہوا۔ علاوہ اس کے دریائے کلادن کے مشرقی کنارے
پہ واقع ہونے کے سبب سے اچھا خوشنما شہر اور تجارتی منڈی بنا ہوا تھا
اور اس کی آبادی ایک لاکھ ساٹھ ہزار تھی اور وہ قریباً چار سو سال تک
بعد ازاں ارکان کا پایہ تخت بن رہا۔ اور قصبہ بندرہ اوس کی بندرگاہ رہا۔
یہ شہر میڈو کی طرح ارکانی مسلمانوں کا مرکز تھا جہاں عربی
غوری اور مغلیہ نسل مسلمانوں کے بڑے بڑے محلے موجود تھے۔ رواما (حمز)
بدران پاڑہ معلم پاڑہ۔ سمبھو چھیک (جہاز گھاٹ) اور سبھوسی پاڑہ۔ کمار
(لوہار) پاڑہ۔ وغیرہ مسلم بستیاں تھیں جو اب سب کے سب ویرانہ ہو گئی
ہیں۔ اور جہاں ساتھ پختہ مسجدوں (علیہ بانگ مسجد شوے بنیا مسجد
علاول مسجد (جس کو انک فکیا بلے یا مغربی مسلمانوں کی مسجد کہتے ہیں) اور
حمزہ خواندکار کی مسجد وغیرہ کے کھنڈرات رہ گئے ہیں۔ مراقم نے بچشم
خود دیکھا کہ وہاں اس وقت مسلم قبرستانوں میں لوگوں نے مکان بنالئے
ہیں اور مسجدوں کے کھنڈرات میں بھی بیت الخلاء اور غلاظت کا ڈھیر بنا
رکھا ہے جس کو مقامی مسلمانوں کو عذر کرنے کی ہمت نہ آئی۔
الغرض کہتے ہیں کہ شہر میوہاؤنگ کی حفاظت اور مدافعت کیلئے

بھی ایسی تدبیر کی گئی تھی کہ قدیم عربی بستیوں میں اور مگ بستیوں کے قرب و جوار میں غوری پٹھان کثیر التعداد بسائے گئے تھے اور وہ بڑی بڑی بستیاں شہر میوہاونگ کی چاروں اطراف اور دریائے لیمیو۔ منگان کلاڈن اور مایو (کلاپنجان کا دریا) کے دونوں کناروں اور دریائے ناف کے مشرقی ساحل پر واقع تھیں جن میں سے بعض ابتک قائم ہیں۔ جیسا کہ سرااو۔ بندر کوانگ۔ راجاریل۔ بلدی پاڑہ (رپارین) نیگڈو۔ کمباون۔ شیشاریک یلع توڈوانگ۔ بٹنگ۔ شاٹدنگ۔ پیاداانگ۔ داس پاڑہ۔ میونگوے۔ بوتلوں ہولی خنگ۔ حلیم پاڑہ۔ پوران پاڑہ۔ رشا پاڑہ (سچا پاڑہ) قطبی پاڑہ پیک پاڑہ۔ چنیلی۔ قیم اور پارہ بچہ (بارہ تالاب والا) دریائے لیمیو کے دونو کنارے واقع ہیں اور چیچہ۔ پاڈو۔ جولہا پاڑہ۔ منع۔ کجا۔ منجونگ ڈاک۔ شانخری پراُنگ۔ راجاپاڑہ اور پالوڈونگ دریائے منگان کے قریب وجوار میں واقع ہیں۔ چندمہ (بندیمیو) میدرکل۔ فیچی پراُنگ۔ قائم پراُنگ۔ شولی پراُنگ۔ ٹنگفرو۔ اکیاب۔ ڈبے۔ آنگ جہان کرین۔ قاضی پاڑہ۔ فیدہ۔ رواُنگیہ پاڑہ۔ رمزو پاڑہ۔ آمباڑی۔ قیوقتو۔ خندق (خندل)۔ بہار پاڑہ (علی جون) کھو پاڑہ۔ (خندل بازار) پھلواڑی۔ ٹنگ ٹنگ۔ نیزنگ۔ پلان پاڑہ۔ میوکٹنگ (نیاشہر) وغیرہ بستیاں دریائے کلاڈن کے دونو کناروں پر ہیں۔ اور شمالمغربی سرحد کی محافظت کے لئے مقامی۔ اکیراڈ راجاربل روشن پراُنگ۔ جو پراُنگ۔ سمیلا۔ رواُنگیہ ڈونگ۔ علی خنگ۔ منجنگ سوے فرنگ ڈونگ۔ مروچھنگ۔ کھواچنگ (سگائن کھواچنگ) اور گولنگی اور لواڈونگ وغیرہ (جس کو کلاپنجان کا علاقہ کہتے تھے) دریائے مایو کے سواحل پر واقع ہیں۔ اور منگڈو تاپ (منگڈو تٹ)۔ منگڈو کا قلعہ

بیرونی حملہ آوروں سے حفاظت کی صورت۔ غوری بستیاں

کے ٹون شپ کو قدیم زمانہ میں ناف کا علاقہ کہتے تھے جس میں ولی ڈنگ۔ قاضی پاڑہ۔ بلی بازار۔ ناگپورہ (ناکھورہ)۔ بڈھا شقدار۔ پاڑہ۔ کوّا بیل۔ نجنگ۔ شجاع پاڑہ (جو شاہ شجاع کی قیام گاہ یا منزل گاہ تھا) تسقدار پاڑہ۔ کازری پاڑہ۔ جبی پاڑہ۔ راجا ربیل۔ نور اللہ پاڑہ۔ علی سانجو اور باصرہ وغیرہ قدیم بستیاں ابتک قائم ہیں۔ اور جنوبی ارکان کی محافظت کے لیے ضلع سنڈوے میں شہر سنڈوے(۱) شوسنے جون بین۔ چھان بین۔ نمز ربع بین۔ چینگڈ آنک۔ تھڈے (سعدے) اور سایہ ڈو وغیرہ مسلم بستیاں اور ضلع چوکپیو میں رامری۔ چوکنیمو۔ سنے۔ چوکپیو کا جالیہ پاڑہ مہر لون (مرلی بون) وغیرہ قدیم بستیاں اب تک قائم ہیں۔

کہتے ہیں کہ ارکان سے بنگال جانے کی شاہراہ بذریعہ خشکی درۂ آنک۔ اور علی خنگ (منگڈو اور بوتھیڈنگ کے درمیان) گو لکی۔ درۂ گزندیہ دگر جبنیہ رامو (رحمو) اور چاٹگام تھی۔

بقول مسٹر روبرٹسن (جس نے ۱۸۲۴ء میں ارکان کو فتح کر کے انگریزی سلطنت کی بنا ڈالی تھی) منگڈو یا منگڈوتمٹ یا ناب۔ لواڈنگ (درۂ علی خنگ کے مشرقی دہانہ پر) چھان کرین یا شانخرین (دریائے کلاڈن کے مشرقی کنارے پر) بالوڈنگ (شہر مسیا کے مغرب میں) چیوتنگ بیلا یا چنبلی (دریائے لیمیو کے دہانہ پر) اور مہاٹھی (لنگریٹ اور شہر موہانگ کے درمیان) ارکان کی فوجی چھاؤنیاں اور مورچے تھے جہاں انگریزوں لہ

نوٹ:۔ (۱) ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد پٹنہ بہار اور بنگال کے دائم الحبس قیدیاں سنڈوے میں لائے گئے تھے جن کی اولاد گو کہ قلیل التعداد ہے مگر خوشحال اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور چاٹگامی اور پنجابی و ہندوستانی کی اولاد دیکثرت ہے۔ قدیم زمانے میں سنڈوے اور چدبا ارکان کا کالا پانی تھا۔ مگر انگریزوں نے بھی انڈمان کے قبل ان کو ویسا ہی استعمال کیا تھا۔

کا برمی فوج کے ساتھ خفیف مقابلہ ہوا تھا (فرسٹ برمیس وار از روڈرٹس (۱)
مذکورہ بالا بستیوں میں اُنیس صدی کے اواخر سے چاٹگام کے
کثیر التعداد مسلمان آکر بس گئے ہیں اور غوری اور مغلیہ نسل مسلمانوں (جو عموماً
روانیہ کہلاتے ہیں) کی تعداد گھٹ گئی ہے جن کے اجداد ارکانی ٹکوں کے
دوش بدوش ہر حملہ آور کے ساتھ لڑکر مادر وطن کی حفاظت کرتے رہے
چونکہ غوری پٹھان بڑے قدآور زورآور بہادر تھے جن کی قوت بازو اور
وفاداری پر راجگان ارکان نازاں تھے اور جن کے شریک جنگ ہونے کے
باعث ارکانی راج بڑا وسیع ہو گیا تھا اور ہر معرکہ میں ارکان کو فتح ملتی رہی
حتیٰ کہ شمال مغرب کی طرف چاٹگام اور ڈھاکہ تک اور جنوب میں سیریم تک
ارکان کی سلطنت قائم ہو گئی تھی۔ جس طرح ارکانی اور برمی راجے مسلمانوں
کے ساتھ محبت اور شفقت سے برتاؤ کرتے رہے مسلمان رعایا بھی اپنے
راجاؤں کے نام و عزت کے لئے بیدریغ اپنی جانیں دینے پر مستعد رہتی تھیں
اس لئے راجگان ارکان کے ہر حملہ تک ... ارکانی مسلمان مقتول اور
مفقود ہو گئے تھے۔ اور بہت سی مسلم بستیاں اوجاڑ ہو گئیں جیسا کہ بارہ بچہ
ملع۔ راجاپاڑہ۔ ستانخرن پرانگ اور ڈیلے پابوڈ تنگ وغیرہ۔

القصہ غوری مسلمان ارکان کے قدیم عربی نسل مسلمانوں کے ساتھ
بذریعہ شادی بیاہ مل جل کر ایک قوم بن گئے ہیں جن کا فرق اور امتیاز کرنا
غیر ممکن ہے اور وہ سب اب روانیہ یا روانگیہ وغیرہ کہلاتے ہیں۔ اور
اون کا خاندانی شجرہ عربی فارسی یا بنگالی زبانوں میں لکھا ہوا ہر خاندان کے
بزرگوں یا ملاجیوں کے پاس ہوتا تھا جو بوقت فاتحہ خوانی برائے ثواب
رسانی برارواح مردگان۔ شادی بیاہ اور تقسیم میراث وغیرہ پڑھے

کام آتے تھے جن کو اُن کی اولادوں نے بوجہ بےعلمی بے پرواہی اور کوتہ اندیشی کھو ڈالا یا دیمک کا حوالہ کر دیا یا تو پرہما حملہ آوروں نے لوٹ کر برباد کر دیا تھا۔

غوری پٹھانوں کی زبان فارسی اور بنگالی تھی اس لیئے ارکانی مسلمان یہ دونوں زبانیں اچھی جانتے تھے مگر بنگالی کو عربی حروف یا ہندی حروف میں جس کو روانگیہ بنگلہ کہتے ہیں، لکھتے تھے جس کا استعمال اس وقت معدوم ہو چکا ہے کیونکہ اُردو نے ان کا مقام لے لیا ہے۔ اس لئے ارکانی مسلمان عموماً فارسی عربی اُردو بنگالی اور مگھی سے ملی جلی زبان بولا کرتے ہیں اور برمی زبان بھی جانتے اور اسکول میں سیکھتے ہیں۔ جس طرح کہ ہر سرحدی قوم کی بولی اور زباندانی کا قاعدہ واصولِ عام ہے۔

الغرض راجہ من سوم نے شہر میوہاؤنگ میں صرف چار سال حکومت کرنے کے بعد ۱۴۳۴ء میں انتقال کیا اور اس کا بھائی من کھاری معروف بہ علی خاں اُسی سال میں تخت نشین ہوا۔ کہتے ہیں کہ اُس راجے نے بنگال کی اطاعت زیادہ عرصہ تک تک قبول نہیں کی اور اُس نے رامو تک سارا علاقہ قبضے میں لایا تھا اور چبیس سال حکومت کر کے ۱۴۵۹ء میں وفات پائی۔ اُس کے ایام حکومت میں مشرق کے خطرناک دشمنوں (برہما اور تلائن) کے حملہ سے ارکان محفوظ رہا۔ اور اُسی سال میں (۱۴۵۹ء) اُس کا بیٹا باسو پھیو معروف بہ کلمہ شاہ ارکان کا راجہ بنا۔ اُسی عرصہ میں بنگال کا بادشاہ بربک شاہ تھا جس نے اپنی سلطنت کی حالت کو ابتر بنا دیا تھا۔ باسو پھیو نے کلمہ شریف والے سکّے ارکان میں جاری کیے تھے اس لیئے وہ کلمہ شاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ اپنے اہل وطن کا مایہ ناز تھا اور تئیس سال

حکومت کرکے اپنے بیٹے دولیہ کے ہاتھ میں بحالت بغاوت مارا گیا۔

دولیہ اور دیگر راجے

سنہ ۱۴۸۲ء میں اس کا بیٹا دولیہ اُس کا جانشین راجہ ہوا۔ گو کہ شاہان بنگال کی کمزوری کے سبب سے چاٹگام ارکان کے ماتحت رہا مگر نصف صدی تک راجگان ارکان کو بغاوت نے ستایا اور متعدد راجے قتل کئے گئے۔ یعنی دولیہ دس سال حکومت کرکے مرگیا اور سنہ ۱۴۹۲ء سے سنہ ۱۵۳۰ء کے درمیان میں باسونیو، ینیاؤنگ۔ سینگ گاتھو۔ من رازا۔ گزا بدے من سوا وغیرہ یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے تھے۔

من بن (زنگ شاہ)

بالآخر ایک بڑا لائق نوجوان منگ بنگ یا من بین نے جس کو ارکانی زنگ شاہ اور منگبا گری کہتے ہیں۔ سنہ ۱۵۳۱ء میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اُس کے ایام سلطنت میں پہلے پہل فرنگی جہاز ارکان میں پہنچے تھے اور اُن جہازوں نے ساحل بحر کے کنارے کی بستیوں پر لوٹ اور غارت کا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ من بین نے تین شو تھی کی فتوحات کی خبریں پاکر اپنے پایہ تخت شہر میوہاؤنگ کی مدافعت کی ایسی عمدہ تدبیر عمل میں لائی کہ علاوہ سات پتھری قلعے کی دیواروں کے بہت گہرے خندقوں اور نہروں کا جال وہاں پھیلا دیا گیا جن کو جوار کے پانی کے ذریعہ ایک لمحہ میں پُر کر دیا جاسکتا تھا۔

تین شو تھی کا حملہ ارکان

اتفاقاً سنہ ۱۵۴۴ء میں مشرق کی طرف سے حملہ آور بھی فوج کثیر آکر سنڈوے کو قبضہ کرلیا اور دو سال تک سنڈوے کو قبضے میں رکھا۔ ارکانیوں نے ہرچند جان توڑ کر اُن کی مدافعت کی مگر دشمنوں کو پیچھے نہ ہٹا سکا۔ حملہ آور فوج کی سیل رواں شمال کی طرف اُمنڈ آرہا تھا۔ اسی اثنا میں تین شو تھی بھی بذات خود بھاری فوج کے ساتھ (جس میں برہما، تلائن اور مسلمان شامل تھے) میدان جنگ میں

آ نمودار ہوا۔ ارکانی تاب مقاومت نہ لاسکے۔ راجہ تین شو تھیی بسرعت تمام اپنی افواج بری اور بحری کو لے کر شمال کی طرف کوچ کر کے شہر میوہاڈنگ کے سامنے ڈیرہ ڈالا اور دیکھا کہ حملہ کے ذریعہ شہر کو فتح کرنا از حد دشوار ہوگا کیونکہ شہر کو بہت ہی مضبوط پتھری قلعہ اور عمیق نہروں اور خندقوں سے محفوظ کیا گیا تھا اور نہ ناکہ بندی کے ذریعہ سے بھی فتح کرنے میں بہت دیر لگے گی۔ تین شو تھیی نے اپنی بربادی اور شکست کی علامت کو محسوس کرکے صلح کے شرائط کو بخوشی قبول کرنا ہی قرین مصلحت سمجھا تا کہ اس کی پسپائی میں کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو۔ اور من بین بھی ایسے زبردست دشمن کے پنجے سے اپنی جان و عزت اور ملک کو بچانے کا آرزومند تھا اور دشمن کے تعاقب کرکے حیران اور پریشان کرنے سے باز آیا۔

اسی جنگ و جدال کے اثنا میں ٹپرہ کا راجہ "بجھیک یا ساک" نامی چاٹگام پر فوج کشی کر رہی اور رامو تک زیر حراست لا چکا تھا مگر بعد از اں من بین نے اس کو خارج کر کے اپنا ملک بچا لیا اور چاٹگام میں اس کے سکے "سلطان چاٹگام" کے نام سے فارسی میں مضروب ہوتے تھے۔ اس نے ۱۵۵۳ء تک حکومت کر کے انتقام کیا۔

من بین کے عہد سلطنت میں بابر نے ۱۵۲۶ء میں مغلیہ سلطنت کی بنا ہندوستان میں ڈالی تھی اور اس وقت سلطان نصرت شاہ پسر سید حسین شاہ بنگال کا بادشاہ تھا جس کو شیر شاہ افغان نے خفیہ قتل کر کے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی اور چھ سال حکومت کی تھی اور تیئس سال کے بعد شہنشاہ اکبر کے جنرل نے بنگال کو فتح کر لیا۔ اسی عرصہ میں بنگال کی بے پناہ اور ابتر حالت ہی چسلکے

باعث ارکانی لوگ رفتہ رفتہ سو سال تک یعنی سنہ ۱۵۰۰ء کے نصف سے سنہ ۱۶۰۰ء تک مشرقی بنگال کے مالک بن گئے۔"

القصہ من بین مرنے کے بعد تین راجے گزرے۔ آخر کار سنہ ۱۵۷۱ء مین من پھالنگ معروف بہ سکندر شاہ ارکان کا نامدار راجہ بنا اور بائیس سال حکومت کر کے سنہ ۱۵۹۳ء میں راہی ملک عدم ہوا اور اس نے چاٹگام نوا کھالی اور ٹپرہ کو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھا تھا۔

اس کا بیٹا من رازاجی موسوم بہ سلیم شاہ سنہ ۱۵۹۳ء سے سنہ ۱۶۱۲ء تک انیس سال حکومت کی تھی۔ اس کے عہد میں پرتگیزوں کا ارکان میں خوب دخل تھا۔ اور ارکانیوں نے پیگو کو فتح کی تھی۔ اس کا بڑا لائق اور عقلمند وزیر اعظم مہا پنیا جو (بڑا مشہور علم والا ہے) تھا جس نے عمدہ قوانین بنائے تھے جو کہ "مہا پنیا جو پیا تھوں" کے نام سے مشہور ہے اور وہ سارے برما اور ارکان میں مقبول خاص وعام تھا۔ اس راجے کو تھاڈو دھمہ راجہ بھی کہتے ہیں

من کھامنگ جس کا اسلامی نام حسین شاہ تھا راجہ من رازاجی کا بیٹا تھا اور سنہ ۱۶۱۲ء میں وہ سریر آرائے تخت ارکان ہوا۔ اور یہ نوجوان راجہ ارکانیوں کا ہیرو بنا ہوا تھا۔ اس نے باقر گنج اور ڈھاکہ کو فتح کی تھی۔ جس پر ارکانی لوگ "وسطی دنیا کی فتح" ہونے کا فخر کرتے ہیں۔ اس فتح کا سبب یہ تھا کہ شاہ جہاں نے اپنے والد جہانگیر کے خلاف بغاوت برپا کر کے ابراہیم خان حاکم بنگالہ کو مار ڈالا اور یوں گویا بنگال کا جنوب مشرقی حصہ کسی کا محکوم اور تابع نہ تھا اور اس موقع کو غنیمت جان کر منکھامنگ نے بلا توقف اس علاقہ کو اپنے قبضہ اقتدار میں لایا اور وہ دس سال حکومت کر کے سنہ ۱۶۲۲ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ ارکانی لوگ اس راجے کے نام

پرتگیزی قزاق

کو اب تک پیارا اور فخر کے ساتھ لیا کرتے ہیں۔

اس راجہ کے ایام حکومت میں پرتگیزی قزاقوں نے جزیرہ سونڈیپ کو قبضے میں لا کر لوٹ اور غارت کا ہنگامہ سواحل بنگال اور ارکان پر برپا کر رکھا تھا اور کبھی کبھی ارکانی راجوں کے ساتھ مل کر لوٹتے اور مال غنیمت کے شریک ہوتے تھے۔ آخر کار ۱۶۱۵ء میں پرتگیزوں نے گنزالیس کے ماتحت گوا کے پرتگیز وائسرائے کی حمایت سے ارکان پر فوج کشی کی اور دریائے کلاڈن پر تگیزی جہازی بیڑے کو شکست فاش ملی اور امیر البحر ڈون فرانسیس مارا گیا اور گسبرڈی اریو گرفتار ہوا اور باقی ماندہ جہاز گوا کو بھاگ گئے۔ اور بعد ازاں منکھامنگ نے جزیرہ سونڈیپ (ڈیانگا) کو فتح کر کے پرتگیزوں کا صفاچٹ کر دیا۔ مگر پرتگیز لوگ دریائے میگنا کے قرب وجوار میں سکونت گزیں ہو گئے۔ پرتگیزوں کی قزاقی سے ارکانی بھی سبق آموز ہو کر ساحل خلیج بنگال پر ویسی ہی لوٹ رہے۔ اسی سبب سے سلطنت مغلیہ اور سلطنت ارکان کے سرحد یعنی دریائے مگنا اور برہمپترہ کے بیچوں بیچ میں بڑی موٹی اور لمبی زنجیریں بطور دیوار سلطنت مغلیہ کی طرف سے نصب کی جاتی تھیں۔ جب کسی پرتگیزی قزاق سے بنگال میں پوچھا جاتا کہ تم کو ارکانی راجہ سے کیا تنخواہ ملتی ہے تو وہ فی البدیہہ کہتا تھا کہ سلطنت مغلیہ ہماری تنخواہ ہے۔"

سری سودھمہ ۱۶۲۲ء

اور ۱۶۲۲ء میں سری سودھمہ پسر منکھامنگ تخت نشین ہوا مگر اُس کی تاجپوشی نجومیوں کی رائے کے مطابق ۱۶۳۵ء میں قرار پائی۔ اُس کے ساتھ اور بارہ ماتحتی راجاؤں کی تاجپوشی بھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ ہوئی۔ اُس کے محل کے محافظوں میں سے شمالی ہند کے مسلمان

(پٹھان اور مغل) کے علاوہ ملائن برہما، فرنگی گولہ انداز اور جاپانی سپاہی بھی تھے۔ اُس راجے نے مولمین اور پیگو پر بھی حملہ کیا تھا اور سنہ ۱۶۳۶ء میں انتقال کیا۔

اُس کے مرنے کے بعد اُس کی بیوی ناٹ شین مے کا عاشق نراتی جی نے سنہ ۱۶۳۷ء سے سنہ ۱۶۴۵ء تک آٹھ سال بادشاہی کرکے رحلت کی۔

اس مقام پر راجگانِ ارکان کا ذکر ملتوی کرکے دیگر ضروری باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور اور باقی مشہور راجاؤں کے حالات فصل ششم اور فہرست راجگانِ ارکان "آخر حصے" میں ملاحظہ فرمادیں۔

کہتے ہیں کہ غریب کسانوں کو بنگال سے پکڑ کر ارکانی لٹیرے جہاز والے ارکان میں لاتے تھے اور اون قیدیوں میں سے اکثر اعلیٰ شریف خاندانی لوگ اور سادات صحیح النسب بھی شامل تھے اگر معاوضہ کا روپیہ (عموماً بیس سے ستر روپیہ تک) جادا کر سکتا اوسے مخلصی ملتی تھی ورنہ بطور شاہی خادموں یا غلاموں کے ارکان میں رکھے جاتے تھے۔ بقول بزرگانِ ارکان ایسے خدّام داس پاڑہ (غلاموں کی بستی) اور ریپا ڈاگ میں بسائے گئے تھے جہاں اُن کی اولاد اب تک "ہائیں" کے نام سے مشہور ہے۔ گوکہ وہ رداِنگیہ کہلاتے ہیں مگر شرفا اُن کے ساتھ بذریعہ شادی بیاہ اختلاط کرنا معیوب سمجھتے ہیں۔

فروری سنہ ۱۷۲۷ء میں ایک ہزار آٹھ سو بنگالی گرفتار کرکے ارکان میں لائے گئے تھے جن میں سے ایک چوتھائی کو راجے نے اپنی خدمت کے لئے رکھ لیا اور باقی لوگوں کو فروخت کردیا اور اکثر مسلم امیر اور رؤسا اور تجار ایسے بیچاروں پر رحم کرکے معاوضہ دیکر آزاد کر لیتے تھے۔ بعض

قیدی مدّت معینہ تک اپنے مالک کے پاس کام کر کے معاوضہ کے روپئے ادا کر کے اپنے ملک کو واپس ہوتے تھے اور کوئی کوئی تو بخوشی اپنے محسن کے پاس رہ جاتے تھے اور پروردہ بچّوں کی طرح برتاؤ کئے جاتے تھے۔ الغرض ارکانی مگ لٹیرے قیدیوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا کرتے تھے۔ اُنکی ہتھیلیوں کو چھید کر کے بہت سے لوگ اسی حالت میں مارے فاقہ اور سختی کے مر جاتے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ جب سے مغلوں نے دہلی اور بنگال کو اپنے قبضے میں لایا تھا۔ پٹھان لوگ اپنی جان اور عزّت بچانے کے لئے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور بہت سے پٹھان ارکان میں آکر سکونت گزیں ہوئے تھے۔ جیسا کہ مسٹر ہاروے اور سر جادوناتھ سرکار لکھتے ہیں کہ شمالی ہند کے مسلمان (پٹھان) محافظینِ تختِ محل شاہی و نیز درباِر ارکان کے عہدہ ہائے جلیلہ میں متعین تھے جن کی سفارش اور کوشش سے شاہ شجاع معہ اہل و عیال ارکان میں لائے گئے تھے (ہاروے صفحہ ۱۴۵۔ تاریخ انگلستان جلد دوم)

چونکہ غوری اور مغلیہ علما و فضلا اور مشائخین کرام رفتہ رفتہ ارکان میں آبسے تھے ارکان کی ہر بڑی مسلم بستی میں عربی اور فارسی کے مکتب اور مدرسے قائم کئے گئے تھے جہاں علاوہ مسلم طلبا کے ارکانی مگوں۔ ربدھ مذہب والے) بچّے بھی فارسی اور عربی سیکھا کرتے تھے۔ اور اچھے لائق فارسی داں بن جاتے تھے جیسا کہ "سکے تھا ڈوِ سے منصف" اور "آنر گری" "وکیل وغیرہ اچھے فارسی داں تک گزرے ہیں۔ کیونکہ اُنیسویں صدی عیسوی کے اواخر تک ارکانی سرشتوں میں فارسی

عربی فارسی مدرسے

زبان مستعمل ہوتی تھی جو قدیم اسناد و پٹے وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ مسٹر روبرٹسن لکھتا ہے کہ یہ فرمانجات یا احکام بابت رہائی گوردو (یعنی برہما راجہ کا بڑا ٹھاکر جس کو انگریزوں نے کلکتہ میں نظر بند کر رکھا تھا) دو کالم یا خانے میں لکھے جاتے تھے۔ پہلے خانے میں اصل عبارت برہمی زبان میں لکھی جاتی تھی۔ اور دوسرے خانے میں اُس کا ترجمہ فارسی زبان میں لکھا جاتا تھا۔ کیونکہ یہ زبان ہم کو آتی ہے۔ بلکہ شہر آوا کے دربار شاہی میں بھی بعضوں کو معلوم ہے اور فارسی کا مترجم دربار آوا میں ایک ایرانی تھا جو راجہ کو فارسی خانہ کی عبارت کا مطلب برہمی زبان میں سناتا تھا۔

اور ارکان کے برہما گورنر یا حاکم اعلیٰ کے پاس کوئی درخواست پیش کرنی پڑتی تو اول فارسی میں مضمون لکھا جاتا تھا اور بعد ازاں کسی مگ منشی کے ذریعہ اُس کا ترجمہ برہمی زبان میں کرا کر درخواست پیش کیجاتی تھی

(فہرست برہمیس وار از روبرٹسن صفحہ ۱۵۹)

اور اسی طرح راجہ برہما اور وائسرائے ہند کے درمیان جو خط و کتابت ہوئے تھے اُن میں ہر برہمی سن اور تاریخ کے ساتھ ساتھ اسلامی سنہ ہجری اور تاریخ بھی برہما راجے کے خطوط میں دیئے گئے تھے۔

(سفارتِ آوا)

قومی یادگاریں

علاوہ بدر مقامات کے مسلمانان برہما کی قومی یادگاریں اُن مسجدوں کے کھنڈرات ہیں جو تناسرم سے ارکان کے درمیان جابجا پائے جاتے

ہیں اُن میں سے بعض عربوں کی بنائی ہوئی بعض غوری پٹھانوں اور مغلوں کی تعمیر کردہ پتھروں اور اینٹوں سے بنائی ہوئی ہیں۔ سوائے پانچسو تیرہ سالہ سند یخان مسجد میوہ ہاؤ نگ جو غوریوں کی بنائی ہوئی ہے اور اکیاب کے بدر مقام کی مسجد کے جو عربوں کی تعمیر کردہ اور حال میں مرمت کی گئی ہے دیگر مسجدیں اچھی حالت میں نہیں ہیں اور ٹوٹ پھوٹ کر پتھروں کا ڈھیر بن گئی ہیں۔

سند یخان مسجد:- قریباً ۱۲۳۳ء میں بن سموم کے ہمراہی غوری پٹھانوں کا سپہ سالار سند یخان نے ایک پختہ پتھری مسجد شہر میوہ ہاؤ نگ کے مشرقی کنارے محلہ اندر کو النگ میں تعمیر کی تھی۔ جو سند یخان (شاید صمد خاں ہوگا) مسجد کے نام سے مشہور ہے اور اب تک بلا مرمت اور بلا حفاظت اچھی حالت میں قائم ہے۔ قریباً سو دو سو سال تک یہ مسجد گھنے جنگل کے اندر بلا استعمال پڑی رہی مگر بیسویں صدی کے اوائل سے چاٹگام کے کثیر التعداد مسلمان وہاں آکر بس گئے ہیں اور ایک سخی دل چاٹگامی سوداگر نے مسجد کی گنبدوں کے اوپر سے ٹین کی چھت دیکر برسات کے پانی گرنے سے بچا لیا اور نماز پڑھنے کے قابل بنا دیا۔ اس مسجد کی دیواریں چھ ہاتھ چوڑی ستائیس ہاتھ لمبی اور دس ہاتھ اونچی ہیں اور گنبد کی بناوٹ اور صنعت عجیب ڈھنگ کی ہے۔ اس مسجد کے جنوب مشرقی گوشے میں ایک پختہ چلہ خانہ ہے اور احاطہ کے چاروں طرف پختہ دیوار ہے۔ جس کے گرد اگرد کھائی ہے۔ چلہ خانہ کے سمت جنوب میں پانچ چھ گز لمبی ایک پختہ قبر اچھی حالت میں موجود ہے۔ اور مسجد کے احاطے کی مشرقی جانب ایک بڑا عمیق تالاب ہے جس میں ایک پختہ سیڑھی وضو بنانے کیلئے

موجود ہے۔ اور تالاب کے اندر سے مسجد کی بنیادی دیوار تک لوہے کی دو زنجیریں بڑی موٹی اور بڑی مضبوطی کے ساتھ لگائی گئی تھیں جو کسی حالت میں نہیں نکالی جا سکتی تھیں اور جس کا راز سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ مگر وہ زنجیریں اب کئی سال سے گم ہو گئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسجد اور تالاب کی مرمت کے لئے بہت سا دفینہ مال اُس تالاب میں ہے جس کا پانی اب تک اراکانی مسلمان برائے تبرک و دفع امراض پیا کرتے ہیں۔ اور بیل بھینس ہرگز خراب نہیں کرتے ہیں۔ اُس مسجد کے خطیب صاحب نے مجھ سے کہا کہ "اگر بیل بھینس یا بکری اس مسجد کے اندر جانے کی کوشش کرتا تو کوئی شیر اچانک آکر اُس کو مار ڈالتا ہے بلکہ بلا وضو مسجد میں داخل ہونے اور سونے کی کسی کو مجال نہیں ہے اور مارے خوف کے اب تک وہاں کوئی رات کو نہیں رہتا ہے"۔ اب یہ پانچسو سولہ سالہ مسجد جو دہلی کی شاہجہانی جامع مسجد سے تقریباً سو سال قبل تعمیر کردہ اور الحمرہ کا ہمعصر ہے اُس اسلامی عملداری کے فخر و شان کی زندہ تاریخی یادگار ہے جس پہ اراکانی مسلمان بطور قومی یادگار کے نازاں ہیں۔

اور قریباً دو میل سمت مشرق میں سید عالم اور دیگر رفقائے شاہ شجاع کی بنائی ہوئی پختہ مسجد کا کھنڈر ہے جو عالم لشکر مسجد کے نام مشہور ہے۔ اور اُس کے متصل ایک پختہ چلہ خانہ بھی ہے۔ اس مسجد کے لئے بڑا قطعہ اراضی وقف کیا گیا تھا جو سرکاری فضول زمین (WASTE LAND) میں شامل ہو گیا ہے(۱)

نوٹ:- (۱) بہار ریسارچ سوسائٹی جنرل جلد اوّل۔
ستی میتا از علاول دولت قاضی ص ۵۔

افسوس ہے کہ مسلمانان برما اور ارکان مذکورہ دونوں مسجدوں کی مرمت اور حفاظت اور آباد کرنے کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے ہیں۔ گو کہ نو وارد چاٹگامی مسلمان اس کے کوشاں ہیں۔

علاوہ اُن مسجدوں کے جو صفحات ۴۸، ۴۹، ۵۴، ۵۵، ۶۸ و ۱۰۳ بالا میں کی گئی ہیں۔ دریائے لیمبو کے کنارے پوران پاڑہ میں دو پختہ غوری مسجدوں کے کھنڈر ہیں اور دریائے کالاڈن کے مغربی ساحل پر ڈھینہ ٹیبے کی مسلم بستی کے کنارے ایک پختہ مسجد کا کھنڈر ہے اور خندل میں ایک پختہ ویرانہ مسجد ہے۔ یہ سب مسجدیں ضرور سولھویں صدی عیسوی کی ہیں۔ اور دیوان پاڑہ اکیاب کی مسجد بھونگی چونگ کے احاطے میں شامل کی گئی تھی (۱)۔ اور شہر اکیاب کے ناظر پاڑہ میں موسیٰ دیوان نے ۱۲۵۷ھ ہجری میں بنائی تھی اور وہ اچھی حالت میں ہے۔ علاوہ ازیں بدھو پوڈھیا کی پختہ مسجد بمقام جالیہ کھالی اور سر حسن کی پختہ مسجد بمقام ستوے برا۔ پولیس لائن مسجد بمقام پاڈری جھیک اور بدیع الدین منشی کی پختہ مسجد بمقام محلہ پاڑہ اور بلٹن کی پختہ مسجد جس کو حاجی عبدالحمید میاں نے بنائی ہے یا اُنیسویں صدی عیسوی کی عمارتیں ہیں۔ اور شہر اکیاب کے بیچ میں محمد بخش نامی ہندوستانی کی جامع مسجد ۱۳۰۹ھ میں بنائی ہوئی ہے جس میں سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ فرش پر بچھائے گئے ہیں اور وہ اچھی بارونق حالت میں ہے جیسا کہ رنگون کی سورتی مسجد، بنگالی مسجد، چولیہ مسجد اور زیر بادی مسجد وغیرہ مگر رنگون کی سب سے قدیم پختہ ارکانی مسجد فٹ بال گراؤنڈ کے مشرقی ٹیلے پر واقع ہے جو اب مرمت کی گئی ہے۔ اور یہ ارکانی

نوٹ :- (۱) انی ڈنٹ مسٹیز آف ارکان۔

مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجدوں میں سے ضرور ہے۔

اگر ہمارے مسلم کمیونٹی کے نمایندگان اس امر کی طرف التفات کرتے تو قدیم قومی یادگار کے قابل ان ہونہار عمارات کے لئے کافی رقم سرکار سے طلب کر کے ان کو اچھی حالت میں رکھنے کی بندوبست کر سکتے۔ جس طرح "انشنٹ منومنٹ پریزرویشن ایکٹ" یعنی قدیم قابل یادگار عمارات کی حفاظت کے قانون کی رو سے رقم کثیر بدھ مذہب والوں کو قدیم تہجانوں اور عمارات وغیرہ کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ سے ملتی ہے۔ اور اگر ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان بغور تفتیش یا ریسارچ کریں تو اُمید ہے کہ عرصہ قلیل میں ایسی بہت سی قومی یادگاری کے لائق اشیا ملک برہما میں نکالی جاسکتی ہیں جن سے عوام الناس کے ذخیرہ معلومات میں کافی اضافہ ہوگا۔

لباس

بیس صدی عیسوی کے قبل عربی نسل مسلمانوں کے علاوہ غوری نسل ارکانی مسلمان عموماً بیس بائیس ہاتھ کے سفید ململ کی خانہ دار پگڑیاں اور لمبے کرتے (جو گھٹنے کے نیچے تک لمبے ہوتے تھے) اور ارکانی لنگیاں یا دھوتیاں پہنا کرتے تھے جو ملک برہما اور ارکان کے مسلمانوں کی تبدیلی لباس کا عام اصول رہا ہے یعنی پیر سے سر تک رفتہ رفتہ دیسی لباس اختیار کرنا۔ جو ابتک تاحدے عمل میں لایا جاتا ہے۔ مگر نوجوان مرد لوگ ارکانی یا برہما لباس اور ریشمی یا سفید ململ کے گھمباؤں اکثر پہنا کرتے تھے جواب تک دیہاتوں میں رائج ہے۔ اور عورتیں عموماً ارکانی یا برہما لباس پہنتا

کرتی تھیں یعنی پانچ ضروری کپڑے ا-تھامی -۲ کرتہ -۳- سر بند رومال ۴- سینہ بند کپڑا -۵- اور ایک بڑی اوڑھنی سارے بدن ڈھانکنے کے لیے علاوہ ازیں ایک دیسی کمربند پہنا لازم و ملزوم ہے اور گاؤں کی عورتیں کم و بیش اب تک یہی لباس پہنتی ہیں مگر شہری عورتیں تو روزمرہ فیشن بدلنے کی مرض میں مبتلا ہیں کیونکہ جس قدر باریک مہین ٹمہ یا ململ کے کرتے دیڈ ایک اور رانجیک) وہ پہن سکیں جس سے اپنے بدن کے ریشے بلا خوردبین ایک فرلانگ کی فاصلے سے دکھائی دیں اسی قدر وہ اپنی عزت اور شرافت سمجھتی ہیں۔

بلکہ ایک فرقہ نسواں نے سر پہ رومال چڑھانا بھی ترک کر دیا ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ ترکی کا مجتہد دوران مصطفٰے کمال کی بے پردگی کی آئین پاس ہونے کی خبر بے بنیاد کوسن کر اکثر تعلیم یافتہ عورتیں بلے پردہ ہونے کی جرأت کرتی ہیں کیونکہ مرد لوگ خود حکم خدائی اور محمدی کو چھوڑ کر فتوائے کمالی کے شیدائی بن رہے ہیں۔ مگر ان کو یہ نہیں معلوم ہے کہ مصطفٰے کمال نہ ہمارا دینی امام یا مجتہد تھا نہ خلیفۃ المسلمین تھا۔ اور اُن کا آئین خود مختار قوم عامہ ترک کے سیاسی فوائد کے لئے ہے۔ اور ہم تو پرہائی قلیل التعداد ماتحی قوم ہے۔ ہم کو اس سے کیا واسطہ۔ کیا پردہ کے پیروی کرنیوالے مسلمانوں نے مشرق سے مغرب تک فتح نہیں کی؟

قطعہ:-

کیا ہم نے نہ کیا سر مشرق سے تا بہ مغرب؟
خاکِ یگان دار کان ہے قصہ خوان ہمارا

(از مولف)

رسوماتِ نکاح و شادی

عموماً ارکانی اور پر ہیز مسلمان مسلم عورتوں کے سوا غیر مسلم عورتوں سے شادی کرنا سخت معیوب سمجھتے اور شرفا ایسی شادی کو اب تک حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں " اس لئے ماں باپ پر فرض ہوتا ہے کہ اپنی بیٹی کیلئے ایک قابل شوہر اپنی ہمقوم میں سے تلاش کریں" ۔ (۱) اگر کوئی جوان لڑکا کسی جوان لڑکی کو پھسلا کر اپنے قابو میں لا کر اُس لڑکی کے والدین یا مربی کی بلا اجازت شادی کرنا چاہتے تو بستی کے روسا ایسے جوان و نیز اُس کے والدین کو عام مجلس میں بطور سزا جرمانہ لگاتے اور توبہ کراتے تھے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور ایسے فعل بد سے باز آئیں ۔ تاوقتیکہ وہ سزا قبول نہ کریں اور توبہ نہ کرلیں تو بستی کے قاضی مولوی یا میاںجی صاحب ان کا نکاح نہیں پڑھاتے اور ان کے ساتھ ترک موالات کیا کرتے ۔

غالباً بزرگانِ قدیم نے غربا کی حمایت اور تونگروں کی سینہ زوری کو روکنے کے لئے یہ رسمی دیہاتی آئین ایجاد کی تھی جسکی پابندی ابتک قدیم ارکانی بستیوں میں تا حدے کی جاتی ہے مگر شہروں میں بہت کم بلکہ آجکل عورت چوری کر کے شادی کرنا فخر خیال کیا جاتا ہے ۔

علاوہ کپڑے اور چاندی اور سونے کے زیورات کے جو حسب حیثیت فریقین دیے جاتے ہیں : ناکتخدا لڑکی کے نکاح کے وقت دو تولہ سونا بطور مہر مقرر کئے جاتے ہیں اور بیاہ شدہ عورت کے لئے ایک تولہ

نوٹ :- (۱) برٹش برما گزیٹیئر حصہ دوم جلد سوم صفحہ ۴۶ اور تولی بندگان ۔

سونا بطور مہر نقد یا عند الطلب دیا جاتا ہے۔ مگر شہروں میں آج کل اس قاعدے کی پابندی نہیں ہوتی ہے۔ اور اپنا فخر جتانے کے لئے دولہن کے والدین کابین نامہ میں سینکڑوں یا ہزاروں روپے مہر نقد یا عند الطلب لکھواتے ہیں جس کو دولہا دینے کے قابل نہیں ہوتا ہے۔ اور سوائے شہر کے دیہاتوں میں کابین کا استعمال بہت کم ہے۔ حریص لوگ کابین میں بیہودہ شرائط لکھواکر اپنے دامادوں کو تنگ کیا کرتے ہیں۔ لیکن علما اور عربی خواں طالب علموں کو اکثر ارکانی مسلمان اپنی بیٹیاں بلکہ مفت دیدیتے ہیں۔

قدیم مسلمانوں کی یہ بھی لازمی رسم تھی کہ حسب حیثیت دعوت ولیمہ میں تین وقت بڑی ضیافت کر کے کھانا کھلایا جاتا تھا اگر بسبب تنگدستی بستی والوں سے معافی چاہے تو کم از کم ایک وقت کھانا ضرور دینا پڑتا تھا مگر اس زمانے میں لوگوں کی مفلسی اور غریبی کی وجہ سے یہ رسم کم رائج ہے کیونکہ اس سے بہت سے لوگ تباہ ہو چکے ہیں۔ اور خانہ بربادی ہوتی ہے۔ علاوہ بریں رو انگ کھا (دیوان کھا) یعنی بستی کا ٹیکس محدود رقم۔ پان سپاری اور مٹھائی بھی دینا پڑتا ہے۔

خاص ارکانی مسلمانوں کی ضیافت کی جماعت میں علما۔ خواندہ کار اور عربی خواں طالب علموں کی از حد عزت دی جاتی ہے کیونکہ ان کیلئے عموماً تشطری نجی و دسترخوان اور گلاس چینی کے برتن کھانے کے لئے علاحدہ دیئے جاتے ہیں۔ اور بے علم عوام الناس کے لئے کیلے کے پتے یا مٹی کے برتن اور مٹی کے گلاس وغیرہ کھانے پینے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اور ہر حلقہ کے ایک سرے پہ علما اور ان کے متعلقین اور دوسرے سرے پہ رؤسا اور بیچ میں عام لوگ بٹھائے جاتے ہیں کھانے کے

قبل با آواز بلند بسم اللہ جب تک پکارا نہ جائے لقمہ منہ میں نہیں دیا جاتا ہے اور کھانے کے قبل اور بعد اپنی اپنی جگہ میں ہاتھ دھلایا جاتا ہے اور بعد فراغت طعام جب تک کوئی عالم میانجی یا طالب علم فارسی یا عربی نظم میں شکر فاتحہ با آواز بلند اور خوش الحان نہ پڑھ لے پان تمباکو وغیرہ کھانے پینے کی اجازت نہیں ملتی ہے اگر کوئی اس کے خلاف ورزی کرے تو اُس کی لعنت و ملامت ہوتی ہے۔ یہ رسم بجز دیہاتوں کے شہر ونمیں اس عمدہ رسم ادب کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔

ہر ضیافت کے کھانے کے قبل اور بعد عام مجلس میں جنگ حیدر جنگ خیبر۔ فتوح الشام شب معراج۔ روشنگ پنجالی (ارکان خمسہ) داستان امیر حمزہ۔ سکندرنامہ۔ شاہنامہ وغیرہ پنڈت مگن پڑھا کرتے ہیں اور معنی سنا تے اور سب حاضرین مرد اور عورتیں (جو پردے میں بٹھائی جاتی ہیں) گوش دل سے سنتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر علم بے علم مرد و زن کو مذہبی اور اسلامی قومی حالات سے واقف کرائے جاتے ہیں۔ مگر آج کل اُردو دانوں نے قوالی خوانی اور ہارمونیم کا بھی دھوم مچا رکھا ہے۔ و نیز گرامو فون کا بھی جا بجا شور مچ رہا ہے اور نئی تہذیب کا کرشمہ دکھا رہا ہے۔ تعلیم

الغرض متقدمین نے بڑی دور اندیشی سے عوام الناس کے ادب و تربیت اور تہذیب اور ہدایت کے لیے ایسی بہت سی رسومات ایجاد کی تھیں جن کو بیسویں صدی کے پردیسی حضرات اور اُن کے تابعین نے بلا انجام سوچے بگاڑ دیا ہے۔ اور لوگوں کو مفلس اور گمراہ بنا دیا ہے کیونکہ اگلے زمانے میں دیسی تیار کردہ مٹھائی بتقریب شادی دی جاتی تھی اور اس زمانے میں گاؤں میں تو ہنود کی بنائی ہوئی خلیلی بتاسہ اور شہروں میں

تعلیم و تربیت کی صورت

کیک ولائتی بسکٹ۔ چھارہ اور گھی کی جلیبی وغیرہ ہندو کی مٹھائیوں کے علاوہ لیموتیڈ۔ وِمٹو۔ لیمن کراش کی کھڑاک لگی ہوئی ہے۔

چونکہ فی زمانہ عام دیسی مسلمانوں کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے ہمیں اپنے دیگر برادران وطن سے سبق آموز ہو کر اپنی سوشل حالت کو سدھارنا لازم ہے اور تقریب شادی صرف ایک پیالہ چائے یا ایک گلاس شربت پر اکتفا کرنا اور رنگا رنگ کھانا کو یکقلم دور کرنا چاہئیے۔ اور موجودہ برہما کی شادی کے قانون (مرتبج ایکٹ) کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اسلام کی حمایت کرتے ہوئے ہمارے مسلم نوجوان میروں پر فرض اولین ہونا چاہئیے کہ وہ اپنی مسلم خواتین سے شادی کریں اور غیر مسلم چھوکریوں کے پھندے میں نہ پھنسیں اور نہ مسلم کنواری لڑکیوں کو غیر مسلموں کے پنجے میں جاتے دیں۔ اور متمول والدین یا مربی پر بھی لازم ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح ہونہار غریب لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بنا کر اپنی بیٹیاں دلائیں۔

پیشے اور جائداد وغیرہ کی بابت برہما گورنمنٹ کی پالیسی

چونکہ ارکانی اور زیر بادی مسلمانوں کو جن میں عموماً ہر قسم کی صنعت و حرفت۔ تجارت اور زراعت وغیرہ کے ماہرین کامل موجود تھے اپنے آباؤ اجداد سے بطور وراثت بڑے بڑے قطعات اراضی اپنی رہائش اور خورد نوش کے لئے ملے تھے گو کہ غریبوں نے کاشتکاری اور ماہی گیری کے پیشے بھی اختیار کر لیے تھے۔ مگر سب کے سب انیسویں صدی عیسوی کے قبل اپنی حیثیت کے مطابق خوشحال اور فارغ البال تھے اور مہمان نوازی

اور سادہ مزاجی میں بھی شہرۂ آفاق رہے۔ حتیٰ کہ ہر غریب بیوہ عورت کی ملکیت میں چند ڈیسمل سونے گائے بھینس یا کچھ نہ کچھ جائداد ہوتی تھی۔ سود پر زمین کو رہن دبند ھک، دیکیا اور انڈمن پرامیسری نوٹ دیکر روپیہ قرض لینا دینا وہ نہ جانتے تھے۔ جس کو ہوشیار اور دولتمند پتی اور کفایت شعار قوم مدراسی رچٹی، مرواڑی یا بنگالی ہندوؤں نے آکر اون کو سکھایا اور آخرکار سود در سود تھوڑی اصل رقم پر دعوٰی کر کے ان کی ساری جائدادکے مالک بن گئے ہیں۔ اور انھوں نے اُن مسلمانوں کی تجارت بھی رفتہ رفتہ چھین لی ہے۔ اسی سبب سے ارکانی اور زیر بادی مسلمان اکثر تنگ حال بیکار اور بے خانماں ہو چکے ہیں۔ قریباً ۹۰ فی صدی مسلمان غیر مسلم مہاجنوں کے ہاتھ میں مقروض بنے ہوئے ہیں بلکہ ہمارے دیگر برادران وطن کی بھی یہی گت ہو رہی ہے۔ اس لئے ان ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر باموسابق وزیر اعظم برہما نے اوّل اپنی "سین لے تھا پالیسی" کا غربا کی حمایت کے لئے سنہ ۱۹۳۶ء میں اعلان کیا تھا علاوہ اس کے موجودہ برہما گورنمنٹ کی پالیسی کا بیان مورخہ ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء کرتے ہوئے آنریبل اُسو وزیر اعظم حال نے اٹھارہ باتوں کے اصلاح کی تجاویز مجلس واضع قوانین میں پیش کی ہیں اور اُمید ہے کہ اُن کی یہ پالیسی بلاتاخیر عمل میں لاکر اہل برہما کو دوبارہ خوشحال اور مالا مال بنا دے گی۔ اور برہما میں کسی قسم کے قومی مذہبی یا سیاسی فتنہ و فسادات ہرگز نہ ہونے پاویں گے جیسا کہ مذکبری ۱۵ اور ۷ میں آپ نے اقرار فرمایا۔

شہر اکیاب کی بنیاد

بقول بزرگان اکیاب کا معنی ایک آب ہے اور مراد ایک دریا کالاڈان کے دہانہ پر آباد شہر ہے۔ اور انگریزی فوج نے جس میں ہندوستانی اور پنجابی سپاہی بھی شامل تھے یہ نام رکھا تھا جو کہ پنجاب کے خلاف نسبت ہے۔

قدیم زمانے میں یہ صرف ماہیگیروں کی بستی تھی جو کہ مسلمان تھے۔ اور سرکار انگریزی نے ارکان کو قبضہ کرنے کے بعد کلکٹر چاٹگام کے ماتحت کچھ عرصہ تک رکھا تھا اور بعد ازاں اکیاب کو میوہاؤنگ کی بجائے ارکان ڈویزن کا بڑا شہر بنایا۔ اس لئے اول اول بندر میو نکہوے۔ فیم تیو قتو۔ تخندل و نیز میوہاؤنگ وغیرہ کے اہل علوم و فنون خصوصًا روانگیہ مسلمان آکر یہیں سکونت گزیں ہوئے تھے۔ اور دفاتر میں اعلٰی عہدیدار بن گئے تھے اور بنگال اور ہندوستان سے بھی بہت سے "فارسی انگریزی داں مسلمان حکام عدالت دیوانی اور افسران پولیس اور ملٹری فوج کے لئے لائے گئے تھے۔ اور آخر کار ہر رنگ لوگ رفتہ رفتہ اپنے ہر دلعزیز شہر میوہاؤنگ کو چھوڑ کر آبسے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اکیاب کی کورٹ کچہری پولیس اور فوج مسلمانوں کے قبضہ اقتدار میں تھے اور قریبًا سارا شہر مسلمانوں سے آباد تھا اور سارے محلے یا بستیاں اسلامی نام سے ابتک بلائے جاتے ہیں۔ جیساکہ ناظر باڑہ۔ بدر مقام۔ باصرہ۔ آمر باڑی۔ دیوان باڑہ۔ عملہ باڑہ۔ پیشکار باڑہ (مینی کا جھیک) مولوی باڑہ۔ خواندکار باڑہ۔ بندر باڑہ۔ (ہندو سے زو) نجنبی باڑہ (نجنبی زو) رو با باڑہ۔ سونا باڑہ۔ مولمین زویا۔ ڈانگیہ باڑہ۔ قصائی باڑہ۔ میانجان باڑہ

زمینِ زرد (۱) جالیہ کھاڑی یا خالی۔ جالیہ پاڑہ۔ جانڈلی۔ وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ سوائے اون تا بین بستی کے کہیں مگ بستی نہیں تھی۔ مگر آج کل مگھوں اور ہندؤں نے شہر کے دو تہائی حصّے قبضے کر لیا ہے اور روز مرّہ اُن کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اور مسلمان نسبتًا بہت غریب و محتاج ہو چکے ہیں۔

خزائنُ و دفینہ

کہتے ہیں کہ علاوہ مگ بستیوں کے اکثر قدیم ارکانی مسلم بستیوں میں جن کا ذکر اوپر کے صفحات ۴۲ اور ۸۲ میں کیا جا چکا ہے دفینہ مال پایا جاتا ہے جس کو اٹھارہویں صدی کی ہجرت کے ایام میں مہاجرین نے گاڑ رکھا تھا۔ اور اُس زمانے کو یہاں "دوسری ہجرت" یا "مبر ہماکی ڈاڈائی" کا عرصہ کہتے ہیں جس کا خلاصہ بیان صفحہ ۱۴۳ میں کیا جائے گا۔

کہیں پُرانے تالاب کے اندر یا کنارے اور کہیں قدیم درخت کی جڑ کے نیچے اور کہیں مکان اور ہل کی زمین میں یا پتھر کے اندر وہ دفینہ سیم و زر یا قدیم سکے۔ برتن پیالے اور دیگچیاں وغیرہ بعض خوش قسمتوں کو مل بھی گئے ہیں۔

ایسے خزانوں کی مکمل فہرست جو اکثر برمی اور ارکانی لکھی کتاب میں دی ہوئی ہے بعض مگوں اور برہموں کے پاس موجود ہے جو تاڑ کے پتوں پہ لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اُس کتاب میں خزانے کے مخصوص مقامات اور اشیاء اور جانور قابل نذر وغیرہ کا خلاصہ بیان بھی دیا گیا ہے۔ کہیں بکری یا کبوتر وغیرہ کی قربانی اور کہیں سوکھی مچھلی اور انڈے وغیرہ نذر

چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر اکثر خزانہ طلسماتی ہوتا ہے جس کا کوئی اوستاد زماں حل کرنے کا قابل نہیں ہوتا ہے۔ علاوہ بریں بعض مقامات کا ٹھیک پتہ نشان لگانا بھی دشوار ہو گیا ہے کیونکہ ان کے نشان مادہ درخت پتھر یا قریب کے تالاب وغیرہ اپنی جگہ ہیں قائم یا موجود نہیں ہیں اور زمین نشیب و فراز ہو چکی ہے۔

قریباً چار یا پانچ سال گزر چکے کہ "علاقہ رامری کے ایک برہمانے اکیاب کے ڈپٹی کمشنر صاحب کے پاس آ کر بدیں غرض ایک درخواست پیش کی تھی کہ جزیرہ برونگا میں دفینہ خزانہ کھودنے کی اُسے اجازت دی جائے۔" جب ہم نے اُس سے واقعہ کا سبب پوچھا تو اس نے یوں بیان کیا کہ پرانے نوشتے کے ذریعہ اُسے یہ پتہ چلا کہ قدیم زمانے میں چین کے کسی ملک التجار کا جہاز ساحل کلاڈن پر تباہ ہو کر جزیرہ برونگا (سنڈیمو) میں مدفون کیا گیا جس میں کثیر الرقم سیم وزر موجود تھا جو اب تک گڑا ہوا ہے۔ چونکہ وہ مخصوص مقام سرکاری نہیں ہے اور اب کسی شخص کے نام کی ہے اُسے کھودنے کی اجازت نہیں ملی۔ علاوہ اس کے اُس نے کہا کہ کسی سفید چھپکلی کے پیر میں سوت باندھ کر چھوڑ دیا جائے وہ ضرور خزانہ دفینہ کی جگہ میں جا بیٹھے گی۔"

فصل ششم

مغلیہ مسلمان

یعنی شاہ شجاع اور اسکے اہل و عیال اور مغلیہ فوج کا ارکان میں آنے کا بیان

القصہ راجہ سری سودھمہ کے انتقال کے بعد تین راجے من ثانی۔ نراپتی جی اور تھا ڈھ کے بعد دیگرے ارکان کے حکمران ہوئے تھے اور آخر کار سنہ ۱۶۵۲ء میں راجہ سنڈھ سودھمہ (چندر سودھرم) اسریر آرائے تخت ارکان بنا۔ اُس کے دربار میں مسلمانوں کا بڑا زور تھا اور فوج میں علاوہ مسلمانوں کے فرنگی (پرتگیزی) اگو لندیزی سپاہی بھی قلیل التعداد متعین تھے۔ اُس وقت چاٹگام ارکان کے ماتحت رہا۔

اس راجہ کے دوران حکومت سنہ ۱۶۶۰ء میں شہزادہ شجاع حاکم بنگال پسر شاہجہاں شہنشاہ دہلی نے اپنے بھائی اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ تخت دہلی کی وراثت کے لیے لڑنے میں بمقام بکسر شکست کھائی۔ چونکہ اورنگ زیب کا سپہ سالار میر جملہ شجاع کا جا بجا تعاقب کر رہا تھا اورنگ زیب سے رحم اور جان کی پناہ ملنے کی کوئی اُمید نہ دیکھ شجاع اپنے بیٹے کو ارکانی راجے کے پاس بھیجا تاکہ ارکان میں پناہ لینے اور مکہ شریف

جانے کی اجازت اسے دے اور خاطر خواہ جواب ملنے پر شجاع معہ اپنے اہل و عیال اور تین ہزار مغلیہ فوج جرار کے اوّل ڈھاکے سے چاٹگام آیا کیونکہ ارکانی راجہ نے اُن کو ارکان میں پناہ لینے کی اجازت دی تھی اور یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ شجاع کو حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ جانے کا انتظام کر دے گا۔

الغرض ۱۲ ر مئی ۱۶۶۰ء کو شاہ شجاع اپنے اہل و عیال اور دوسو ہمراہیوں کے ساتھ جن میں بائیس سادات اور علما و فضلا تھے چالیس باڈی گارڈ اور باقی ملازمان خاص تھے بڑی کشتیاں (جلبہ یا جالی بوٹ) پر سوار ہو کر اور سات آٹھ اونٹوں کی بوجھ کے سیم و زر اور جواہرات کثیر کشتیوں میں لاد کر چاٹگام سے روانہ ہوا۔ اور قصبہ شجاع پاڑہ منگڈو میں آ کر اول قیام کیا جو اس کے نام سے اب تک مشہور ہے اور وہاں اس کے باقی ہمراہی رفتہ رفتہ بذریعہ خشکی آ ٹھہرے تھے۔ بعد ازاں وہاں سے بذریعہ خشکی و تری شجاع ارکان کے پایہ تخت شہر میوہاؤنگ میں آ پہونچا اور اس کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ اور وہ معہ اہل و عیال پتھری قلعہ کے اندر بمقام منتھا ڈانگ (شہزادہ کی پہاڑی) سکونت گزیں ہوا اور اس کے ہمراہیوں کو قرب و جوار کی بستیوں میں بسائے گئے جیسا کہ قوالان (کوالانگ) اور بندر اور قیم کا کاونسی پاڑہ (کیا پچی لبتی) اور قیو قتو کا کاونسی پاڑہ میں رفتہ رفتہ آکامیت کے لئے بسائے گئے تھے۔ قصبہ قوالان میں سیّد عالم (جو قصبہ چمبھی کے دس سادات کا پیشوا اور شجاع کا خیر خواہ اور رفیق سپہ سالار دستگیر تھا) کی بنائی ہوئی پختہ مسجد کا کھنڈر ہے جس کا بیان صفحہ ۹۳ میں کیا جا چکا ہے۔

شاہ شجاع کی ایک بیوی تھی اور دو بیٹے تھے بڑے کا نام بلند اختر

سولہ سالہ نوجوان تھا جس کو ارکانی لکھی تاریخ میں محمد بیگ یا محمد بخش کے نام سے نامزد کیا گیا تھا اور چھوٹے کا نام زین العابدین جو شیر خوار بچہ تھا۔ اور تین حسینہ جمیلہ کنواری بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام گلرخ بانو تھا جو پیاری بانو بھی بلائی جاتی تھی۔ دوسری کا نام روشن آرا اور تیسری کا نام آمنہ۔

شجاع کی پری پیکر نوجوان شہزادیوں اور دولت گنجینہ کی آمد کی خبر پا کر ارکانی راجہ سندھ سودھمہ کو ان کی حرص دامنگیر ہوئی اور ان کے حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی بری تدبیریں سوچنے لگا۔ علاوہ اس کے میر جملہ نے شجاع کے حوالہ کرنے کے لئے اپنے ایلچی کے ذریعہ ارکان کے راجے کو بہت سا سیم و زر نذر کرنا چاہا تھا اور شجاع نے مکہ شریف جانے کے لئے جہاز حسب وعدہ چاہا تو راجے نے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ آٹھ مہینے کا عرصہ توقف میں گزرا۔ اسی اثنا میں راجے نے شجاع کی ایک بیٹی کے لئے شادی کا پیغام بھیجا جس کو شجاع کے مغلیہ خون نے اپنی ہتک عزت سمجھ کر بڑی حقارت آمیز اور غرور کے الفاظ سے انکار کر دیا یعنی کہ کس طرح مغلیہ شہزادی کی شادی کافر مردود کے ساتھ ہو سکے گی اس پر راجہ بڑا خفا ہوا اور شجاع کو فوراً ارکان سے چلے جانے کا حکم دیدیا اور شجاع کا اور کوئی عذر نہ سنا۔

(قصیدہ۔ از مؤلف)

خونِ دل پیتا رہا یوں شہ شجاع خستہ جاں
گردشِ چرخِ کہن نے جب کیا بے خانماں
وہ غریب الوطن تھا ہائے! اس پہ کیوں اتنا ستم!

کھو چکا تھا تختِ دہلی کو اور جو تھی عزّ و شاں
باعثِ انکارِ شادی پر غضب راجہ ہوا
غیظ و حیلے سے شجاع کا وہ بنا ایذا رساں
خونِ مغلیہ نے ہرگز نہ قبول اُس کو کیا
اور ہوا آمادہ کرنے پر نثارِ مال و جاں
شہ شجاع نے چاہا اپنا انتقامِ ظلم سے لے
فتح ارکاں کو کرے وہ لڑ کے بارا حسنیہ مگاں
جو مسلمان عربی و غوری نسل کے تھے یہاں
تھے شجاع کے حال پر وہ سب پریشاں بیگماں
رحم و ہمدردی سے وہ مستعد لڑنے پہ تھے
مع چندہ مغلیہ فوج شجاع کے ناگہاں
ہو پہاڑ روپوش عرصہ تک شجاعِ بے نوا
بے کسی و بے بسی سے وہ پھرا ہر جا یہاں
جب ہوا آخر گرفتار شہ شجاع جاں گداز
ساتھ اہلِ بیت کے وہ گیا مارا یہاں
کوئی کہتا ہے "شجاع دریا میں ڈبویا گیا
کوئی کہتا ہے کہ جلاد نے بچائی اُس کی جاں
لیک اُس کی قبر کا یاں ہے نہیں چلتا پتہ
نہ کوئی یاں اب بتا سکتا ہے تو کہاں؟
حسرتا واحسرتا! ہر آلِ آں شاہِ جہاں
ہو گئے مقتول معصوم بچے اور مرد و زناں

کچھ رفیقانِ شجاع جان توڑ کر مرے
اور محمد بیگ بھی لڑ مرا وہ نوجواں ٭٭٭
تختِ ارکان کو کیا مغلوں نے تھا زیر و زبر
کر دیا ناکوں میں دم ارکانی راجاؤں کی یہاں
رامری سنڈوے سراگون ارکان میں جابجا
اور ٹنگو سے تا میڈو تھیں اُنھوں کی بستیاں

الغرض شجاع کی تباہی اور خانہ بربادی کی چار وجوہات ہیں۔ اوّل اپنی بیٹی کو شادی دینے سے انکار کرنا۔ دوم شاہ عالمگیر نے شجاع کے حوالہ کر دینے کے لئے کثیر الرقم سیم و زر ارکانی راجے کو نذر کرنا چاہا تھا۔ سوم شاہ شجاع نے راجہ کے خلاف لڑنے کی سازش کی تھی تاکہ ارکان کو قبضہ کرنے کے بعد تختِ دہلی کے لئے دوبارہ قسمت آزمائی کرے اور چہارم برسات کے موسم کے سبب سے بہت سے وفادار جانباز سپاہی اپنے اہل و عیال کو لے کر بروقت اُس کے ہمراہ نہ آسکے جو پیچھے آپہنچے۔

چونکہ شجاع اور اُس کے رفیقوں اور مشیروں کا یہ خیال تھا کہ قلیل التعداد اسلامی فوج (عرب) نے ہند چینی (ملایا اور جزائر شرق الہند) کو فتح کر لیا تھا۔ تاتاری مغلوں نے برہما کو (یونن سے زرد ندان یگان اور پیگو تک) اور غوری پٹھانوں نے اس ملک ارکان کو تسخیر کی تھی بلکہ قریب اسی عرصہ میں یونلے کی تاتاری فوج سارے برہما کو اپنے قبضۂ اقتدار میں لاچکی ہے تو ہماری کثیر التعداد چیدہ مغلیہ فوج کے ذریعہ ارکان کو فتح کر لینا محال نہ ہوگا جبکہ ارکان کے

سارے مسلمان عربی اور غوری نسل کے از روئے ہمدردی اُن کے ساتھ لڑنے پر کمربستہ تھے کیونکہ علماء و فضلا ارکان خصوصاً سید شاہ علاءول رحمہ اور سید عالم (جو قصبہ برہہ کے دس سادات کا پیشوا تھا) اور سید قوالی رحمہ کر ما تحت بارہ سادات [illegible] میں گویا سارے مسلمان آ چلے تھے۔ اور خفیہ طیاری جنگ ہو رہی تھی۔

مگر شجاع کا ستارہ نحوست پر آیا ہوا تھا۔ باوجودیکہ اس قدر طیاری کے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ ارکان کی خفیہ پولس اور جاسوسی کا عمدہ انتظام تھا۔ آخر کار کسی جاسوس نے اس سازش بغاوت کی خبر راجہ کو پہونچائی تو راجہ آگ بگولہ ہو گیا۔ اِدھر راجہ نے شجاع کی گرفتاری اور قتل کا پروانہ جاری کر دیا اُدھر شجاع کا نوجوان اور بہادر بیٹا محمد بیگ نے اپنے جاں نثار مغلیہ فوج کے ساتھ شہر پر گولہ باری شروع کر دی اور وہ جان توڑ کر لڑے مگر بالآخر مغلوب اور مقتول ہوئے۔ اوّل اوّل شجاع ہمسوں ملہیں پر کرچہ تھا مگر آخر انجام گرفتار ہو گیا۔

چونکہ ارکانی قانون کی رو سے کسی راجہ یا بادشاہ کا خون گرانا جائز نہ تھا۔ اس لیے شجاع کو بورے میں بھر کر دریائے ارکان میں سنہ ۱۶۶۱ء میں ڈبو دیا گیا۔ کہتے ہیں۔ کہ جب شاہ شجاع غرق آب ہوا تو دریا کا پانی ابل پڑا تھا اور دریا اس کی قبر بن گیا الغرض شجاع کے دونوں بیٹے قتل کئے گئے اور اس کی بادشاہ بیوی اور دو بیٹیوں نے خودکشی کر لی اور ایک ہی بیٹی ماندہ آمنہ شاہی حرم میں جبراً لائی گئی مگر وہ بھی مارے غم کے جلد فوت ہو گئی یا فاقہ سے

ہار گئی تھی۔ اور راجہ سندھ سودھمہ شجاع کے ذخیرہ سیم وزر پر قابض ہو گیا جس کو اس نے اس کے قبل کبھی خواب میں نہیں دیکھا تھا۔

بعد ازاں اس بغاوت کے شبہ پر بہت سے لوگ ارکانی مسلمان اور رفقائے شجاع ، مرتکب سزا اور جرمانہ ہوئے۔ جیساکہ شاہ علادل رحمہ کو ایک ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرنے پر مخلصی ملی تھی۔ اور شجاع کی باقی ماندہ فوج جو موت کے پنجے سے بچ گئی تھی ارکانی راجہ کی خدمت میں بطور باڈی گارڈ یا تیر انداز و گولہ انداز سپاہیوں کے مبلغ چار روپیہ ارکانی سکے پر (جو انگریزی سکے کا قریباً دس گنا تھا) مقرر کئے گئے تھے اور ان کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھتی گئی کیونکہ شمالی ہند سے بہت سے لوگ (باقی مغلیہ فوج - رشتہ دار اور قرابت والے) آئے تھے اور وہ لوگ قریباً پچاس سال تک گو یا ارکان کے حقیقی مالک اور مختار بنے ہوئے تھے کیونکہ ارکانی مگ راجاؤں کو تخت پر چڑھانا اور اتارنا ان کے قبضہ اقتدار میں تھا۔(۱) ان مغلیہ فوج کی ہیبت اور رعب ارکانی مگوں کے دلوں میں انیسویں صدی عیسوی کے آواخر تک بیٹھا رہا کیونکہ اگر کوئی ارکانی مسلمان غصے کی حالت میں تلوار یا ڈاؤ پکڑتا ہوا چلتا دیکھتے تو سارے بستی والے بھاگ جاتے اور پناہ چاہتے تھے مگر ان کی اس رعب کو نووارد چاٹگامی مسلمانوں کی بزدلی اور پست ہمتی نے گھٹا دیا ہے۔

سلطنت ارکان کا مغربی حصہ یعنی چاٹگام کا اسلامی فتح

چونکہ ارکانی اور فرنگی قزاقوں کی لوٹ مار سے سلطنت مغلیہ تنگ آچکی تھی بلکہ اسی اثنا میں راجہ سندھ سودھمہ بذریعہ پرتگیز اور دیگر فرنگی

نوٹ:۔ (۱) برٹش برما گزیٹیر جلد اول صفحہ ۲۹۲ - اور جلد دوم صفحہ ۱۲۳ - تاریخ اورنگ زیب جلد دوم از سرکار۔

لٹیروں کے ذریعہ دریائے میگنا کے مغربی ساحل پر بلکہ ڈھاکہ تک ہنگامہ لوٹ اور غارت کا برپا کر رکھا۔ علاوہ اس کے شجاع کے معصوم بال بچوں اور بیوی کے قتل کیے جانے کی خبر دردناک معتبر ذرائع سے شہنشاہ اورنگ زیب کو معلوم ہو چکی تھی۔ اس سبب اس کے انتقام لینے کے لیے اورنگ زیب نے اپنے صوبیدار بنگال شائستہ خاں کو جو میر جملہ کا جانشین ہوا تھا حکم دیا کہ ارکان پر حملہ کر دے (۱)۔ اور شائستہ خاں نے اُن حملہ آوروں کو بنگال سے خارج کرنے کا مصمم ارادہ کر کے اپنی نیک تدبیر اور حکمت عملی کے ذریعہ پرتگیزوں کو ارکانی راجہ کی طرف سے پھسلا کر اپنی قابو میں لایا اور ڈھاکہ کی جنوبی سمت میں ان کو قطعات اراضی دلوا کر بسایا تھا جو فرنگی بازار کے نام سے اب تک مشہور ہے اور ۱۶۶۶ء میں جزیرہ سوندیپ کو قبضہ میں لا کر ۱۶۶۶ء میں چھ ہزار پانسو چیدہ مغلیہ فوج جرار اور دوسو اٹھاسی جنگی بیڑے کے ذریعہ سپہ سالار امید خاں نے چاٹگام کو فتح کی اور بعد ازاں رامو سے دریائے ناف تک چھین لیا۔ اس جنگ میں دو ہزار مگ سپاہی گرفتار ہوئے تھے جو بطور غلام مولا کے فروخت کیے گئے اور ایک ہزار تھیں توپیں اور بندوقیں بطور مال غنیمت ہاتھ آئیں۔ توپیں اکثر ایک پونڈ گولہ انداز اور ایک صدی کی مستعمل تھیں۔ اسی وقت سے مگ اور فرنگی قزاقوں کی ستم رانی سے سلطنت مغلیہ کو چھٹکارا ملا اور بنگال کے رعایا پرایا کو امن وچین نصیب ہوا اور مگ راجے کی وسیع سلطنت پر تنزل آگیا۔ اور فرنگی لٹیرے سب

نوٹ (۱) "اورنگ زیب کا زمانہ" از ظہیر الدین علیگ۔ فیار کی تاریخ برما صفحہ ۱۷۸ ۱۷۹۔ قول بزرگان ارکان۔ شہر ملوک ابریع الجمال از شاہ علال

بھی جاٹ گام اور ڈھاکے میں سکونت گزیں ہو گئے۔

ادھر ارکانی راجہ سندھ سودھمہ مارے خوف کے کانپ رہا تھا کہ کہیں ... نہ [illegible] کا جنرل دریائے ناف کے مشرقی جانب پار نہ ہو جائے کہ اس کے سارے خاندان پامال اور تاخت و تاراج ہو جائیگا۔ اور ادھر شجاع کے رفیقان اور دیگر مسلمان چشم براہ تھے کہ ذرا امید خاں اس پار تو آجائے کہ وہ ارکانی راج کو صفحہ ہستی سے یکقلم مٹا دے اور ارکان میں دوبارہ اسلامی حکومت قائم کر دے۔ مگر قضا نے انھی دیکھ کر امید خاں چاٹ گام سے چلا جائے اور آگے نہ بڑھے تاکہ ارکانی ملک راج کی شمع سحری اپنی خانہ بربادی پر کچھ دنوں ٹمٹماتی رہے۔

٣٢

راجگان ارکان مغلیہ سپاہیوں یعنی کماچیوں کے رحم پر حکومت کرنا

راجہ سندھ سودھمہ ... برس سال حکومت کرکے راہی ملک عدم ہوا تو اس کا بیٹا ملقب بہ سری تریا راجہ ۶۸۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ سو سال تک بیرونی حملے سے ارکان محفوظ رہا مگر اندرونی فتنہ و فساد اور بغاوت نے ملک کو ستایا۔ مغل محافظان تخت یعنی کماچیوں یا کمانوں کی تعداد شمالی ہند کے مغلوں کے ہر دم آتے رہنے کے سبب سے بڑھتی گئی۔ اور وہ اپنی اعلیٰ قوت بناتے ہوئے رفتہ رفتہ اپنے مدعا پورا کرتے رہے۔ راجہ سری تریا معہ بیگم اور حرم کی لونڈیاں عورتیں قتل کی گئیں۔ اور خزانہ لوٹ لیا گیا۔ اور اس کا بھائی وراد تھمہ راجہ تخت و تاج کا مالک بنا دیا گیا لیکن اُس نے وعدہ کیا تھا کہ چار ٹنگی چاندی یعنی بیس روپیہ انگریزی ہندوستانی سکے کے برابر ہے بطور ماہوار تنخواہ ہر مغل محافظ سپاہی کو

یا کمانچی کو دے گا۔ جب وہ اپنے وعدے کو پورا نہ کر سکا تو اُن مغلوں نے بغاوت کی محل شاہی کو جلا کر خاک میں ملا دیا اور شہر کو لوٹ کر چھوڑا اور راجہ بڑی کوشش سے اپنی جان بچا کر کہیں جا کر چھپ رہا۔ آخر کار جب صلح ہوا تو راجہ اپنے پایہ تخت میں واپس آ سکا مگر پھر بڑی ذلت کے ساتھ اُسے شہر سے خارج کر دیا اور اُس کا بھائی موتی سودھمّہ راجہ کے خطاب سے راجہ بنایا گیا مگر کچھ دنوں کے بعد وہ قتل کیا گیا اور اسی طرح اس کے چھوٹے بھائی کی بھی درگت ہوئی۔ القصہ بیس سال تک اُن مغلیہ سپاہیوں کی مرضی کے مطابق ارکانی راجے چڑھائے اور اتارے گئے۔

کمانچیوں کا شہر بدر کرنا اور ارکانی راج کی تباہی

بالآخر ایک مستقل مزاج ارکانی "مہا دنڈ ابو" نامی نے چوسندہ وزیہ کے نام سے ارکان کا راجہ ہوا۔ ایک گروہ ارکانی فدایان قوم اور محب الوطنوں کا جمع کیا اور اُن مغلوں کے زور کو توڑا اور محافظانِ تخت اور محل شاہی کے عہدہائے جلیلہ سے اُن کو خارج کر کے شہر بدر کر دیا۔ اور ارکان کے مختلف مقامات میں اُن کو بسایا۔ جیسا کہ رامری۔ سنے۔ لیڈ نگ۔ سنڈوے کی چھلین بین اور نزع بین بستیوں اور اکیاب کی تھنگنت۔ سر اگون اور سکلے بین بستیوں میں وہ عموماً بسائے گئے تھے تاکہ اُن کی متفقہ قوت ارکانی راج کے خلاف عمل میں نہ لائی جا سکے۔ اور وہاں اُن کی اولاد اب تک موجود ہے اور کمانچی یا کمان کہلاتی ہے گو کہ وہ لوگ ارکانی یا مگھی زبان بولتے اور برہما لباس پہنتے اور برہما نام رکھتے ہیں مگر شکل و شباہت تاتار مغل یا افغان کی رکھتے ہیں۔ اور ارکانیوں کی ضرب المثل اُن کی بابت یہ

نوٹ:۔ (۱) قیاد صفحات ۱۷۸ اور ۱۷۹

مہادنڈ ابو ۱۷۱۰ء

سندہ وزیہ

مشہور ہے کہ: "لوگ تھے مہا کمان + نہہٹ تھے مہا چیگان"۔ یعنی بنی آدم میں کمان اور پرندوں میں کوا"۔ بڑا جھگڑالو ہے۔ اور بہت سے متعلیہ سپاہی راجگانِ ارکان کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے مختلف اوقات میں اور مختلف مقامات سے برہما کی طرف چل کر سکونت گزیں ہوئے تھے جس کا مفصل بیان پیچھے کیا جائیگا۔ لیکن ہمیں بہت افسوس ہے کہ لینڈ ٹنگ سے اور فیو نتو کے کمان لوگ بدھ مذہب اختیار کر چکے ہیں رامری کے کمان بڑے تعلیم یافتہ اور خوشحال ہیں جیسا کہ مسٹر حسین آئی سی ایس اور مسٹر محبوب کمان وکیل درجہ اول۔ اب تجارت زمینداری اور کاشتکاری کمانوں کے خاص پیشے ہیں۔ کمان عورتیں اکثر محنتی جفاکش اور تجارت پیشہ ہوتی ہیں اور مرد لوگ کاہل اور فضول خرچ بن گئے ہیں۔ شہر اکیاب اور سنڈوے کے بازاروں میں ہر قسم کی ترکاریاں پھل پھلاڑی اور چاول وغیرہ کمان عورتیں لاکر بیچتی ہیں جو سر پر رومال باندھ کر برہما لباس پہنی ہوئی نظر آتی ہیں۔

قریباً تین سو سال تک یہ لوگ ارکان میں رہنے سہنے کے سبب سے بذریعہ شادی بیاہ کے رونگیہ لوگوں (قدیم عربی اور غوری مسلمانوں کی اولاد) سے مل گئے ہیں۔ مگر جو لوگ کمان بستیوں میں رہتے ہیں وہ کمان کہلاتے ہیں اور جو رشتہ دار رونگیہ بستیوں میں رہتے ہیں وہ رونگیہ۔ یہ اختلاط شہر اکیاب اور مہیا کے لوگوں میں زیادہ پیدا ہوگیا ہے۔ اگر کوئی کسی ان سے پوچھے کہ تم کیوں کمان بولتے ہیں وہ فوراً یوں جواب دیگا کہ "ہمارے اجداد شہنشاہ دہلی کے کماندار تھے۔ اس لیے ہم کمانچی یا کمان کہلاتے ہیں"

المختصر سندھ دینیہ نو دس ارکانی امرا اور روسا کی تائید ملی تھی۔

اور اُس نے سلطنت ارکان کو روبہ ترقی لایا تھا۔ اور شہنشاہ اورنگ کی وفات
کے بعد مغلیہ سلطنت کی کمزوری کے سبب سے اُس نے شمال کی طرف سوندیپ
ہٹایہ اور ٹیپرہ تک یورش کی تھی مگر رامو تک اپنے قبضے میں رکھ سکا۔ اور
مشرق کی طرف کوہ ارکان یوما کو عبور کر کے اُس کی فوج نے پردم مالون
تک چڑھائی کی تھی اور وہ بذات خود منڈون میں خیمہ زن رہا۔ کیونکہ اسی
عرصہ میں زشاوانہ گیا اور اس کے جانشین بہار اجے کمزور تھے مگر اس
یورش سے اُسے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ ارکان میں واپس آنے
کے بعد معزول کیا گیا اور اُس کے داماد کے ہاتھ میں مارا گیا جو سندہ تریا
راجہ کے خطاب سے ارکان کا راجہ بنا اور اُس کے بعد متعدد غاصب راجے
تخت ارکان کے مالک بنے بلکہ سنہ ۱۷۳۱ء میں ختار یا قطرہ (قطبیہ) نامی
ایک مسلمان (جس کو کلا یا پہ دیسی کہتے ہیں) کچھ دنوں تک ارکان کا حکمران
ہوا تھا۔ اور سنہ ۱۷۳۷ء میں نرایا راجہ تخت نشین ہوا اور اُس نے انیس سال
تک حکومت کے زمانے میں ارکان کے مغربی کنارے پر انگریزی فتوحات
کا ڈنکا بج رہا تھا اور مشرقی جانب میں عالمہ پھیہ اور اُس خاندان کے
فتوحات اور عروج کی شہرت ہو رہی تھی اور سنہ ۱۷۶۱ء میں ارکان میں ایک
زلزلہ عضبناک واقع ہوا جس سے تباہی سلطنت کی پیشین گوئی کی گئی تھی
مگر اس سے زیادہ سخت زور کا زلزلہ قیامت تمثال دوسرے سال
سنہ ۱۷۶۲ء میں ظہور میں آیا جب پرآمہ راجہ سریر آرائے ارکان ہوا۔
اور اس زلزلے سے ارکان کا ساحل سمندر تین فٹ سے زیادہ بلند ہو گیا
اور بہت قدیم پختہ مسجدیں جیسا کہ شجاع قاضی کی مسجد سیتھانہ قیم اور تیجا تم
منہدم ہو گئے تھے۔ اور ملک میں بڑا فتنہ و فساد اور خانہ جنگیاں برپا ہو کر

ابتر حالت جاری رہی جس کو بلا زبردست قوت کے مداخلت کے کوئی بلائے اور سدھارنے کے قابل نہ تھا۔ اور اسی اثنا میں بہت سے حب الوطن امرائے ارکان نے شہر آوا کے راجہ سینگوسا کے پاس درخواست کی تھی کہ ارکان میں امن وامان قائم کرنے میں اُن کی تائید کرے مگر سینگوسا کو ہمت نہ آئی کہ ان کی آرزو پوری کرے۔ خطرناک زلزلہ کے بعد ارکانی راجہ سندھ پرامہ یا پایمہ معزول کیا گیا اور آپیا مہاراجہ حکمران ہوا۔ اور وہ بھی اپنے ایک افسر کے ہاتھ میں مارا گیا۔ جو سندھ سومنہ کے نام سے راجہ بنا۔ اسی اثنا میں راجہ بودو پھیہ نے حالت ارکان کی تحقیقات کے لئے سفرا بھیجے جن کو بذریعہ خط مطلع کیا گیا کہ "ارکان میں کسی کا [illegible] اب نہیں ہے اور امن وامان قائم ہے"۔ مگر بعد ازاں بغاوت برپا ہوئی [illegible] راجہ سندھ سومنہ تخت چھوڑ کر بھو نجی بن گیا اور مقتول ہوا۔ باغیوں کے ایک سردار نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیا مگر وہ بھی ہار کر خوف کے تخت چھوڑ کے بھاگ گیا۔ آخر کار امری کا ایک زبردست امیر آونگزون نامی کو لوگوں نے بلا کر تخت و تاج حوالہ کیا جو سندھ تھنڈا دھما ریٹ راجہ کے خطاب سے ارکان کا حکمران ہوا۔ معلوم ہو کہ ڈامنانگ نامی ایک زبردست ارکانی جنرل نے آونگزون کے خلاف کچھ عرصہ تک لڑا۔ اس جنگ میں ایک فقیر حسین شاہ یا منعم حسین شاہ صاحب نے ارکانی مسلمانوں کی کثیر التعداد فوج لے کر ڈامنانگ کی طرف کشی کرتے ہوئے آونگزون کے خلاف سخت لڑا کیونکہ ڈامنانگ شاہ صاحب موصوف کا بڑا معتقد تھا۔ لیکن اس لڑائی میں ڈامنانگ مارا گیا اور شاہ صاحب موصوف شہید ہوئے۔ (روشننگ پنجالی اور مگھی تاریخ ارکان اور قول بزرگان)

بعض مفسد امراو ارکین سلطنت نے اُس کو راجہ بنانے کا بھی عذر کیا مگر اُس نے اُن مفسدوں کو ملک سے خارج کر دیا جو برہما میں جا کر پناہ گزیں ہو رہے۔ اور اُن میں سے ایک شہزادہ ہری نامی بھی تھا جو ارکان کا راجہ رہا مہاراجہ کا بیٹا تھا۔ انھوں نے راجہ برہما بودو پھیہ کو ارکان قبضہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔ گو کہ دھمّا ریٹ راجہ نے نیک دلی سے ملک کا انتظام کرتے ہوئے امن وامان قائم کرنے کی کوششیں کی تھیں مگر بے سود۔ ایک بستی دوسری بستی کے ساتھ لڑتی جھگڑتی رہی اور بید کشت وخون ہوتا رہا علاوہ بریں قزاقوں اور ڈاکوؤں نے جابجا قتل وغارت اور لوٹ مار کا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ اسی اثنا میں وہ راجہ فوت ہو گیا اور اُس کی بھتیجی کا داماد مہاتھما ڈا کے نام سے ارکان کا آخیر راجہ بنا (تھما ڈا کے معنی حامیِ دین بُدھ ہے) جس کے ایام حکومت میں بودو پھیہ نے ارکان پر یورش کی تھی۔(۱)

برہما کا ارکان کو فتح کرنا اکتوبر ۱۷۸۴ عیسوی میں

چونکہ راجہ بودو پھیہ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ اب ارکان کو بآسانی قبضہ میں لا سکے گا۔ اس غرض سے ارکان پر حملہ کرنے کے لئے اُس نے بیس ہزار فوج اور دو ہزار پانسو گھوڑے اور دو سو ہاتھی آمرپورہ کے قریب جمع کر کے چار ڈویژن یا حصوں میں تقسیم کر دئے۔ تین ڈویژن فوج بری زیر کمان اُس کے تین شہزادے انشی من (ولیعہد) جو سپہ سالار تھا۔ تھا دو من زوا اور کاما من خشکی کی راہ سے روانہ کر دی اور چوتھی ڈویژن فوج بحری بھاری جنگی بیڑے میں دریائے ایراودی اور لسبیق کی راہ سے زیر کمان نمیو چو تھین

نوٹ:۔(۱) قیاد صفحات ۱۷۱ تا ۲۱۲۔

اور تراَ سیہ زلاثن افسر بھیجدی ولبعہد درہ ٹلاک یا ڈلاک سے روانہ ہوا اور اُس کے دونوں بھائی پر وم سے پڈاؤ ٹنگ کی راہ سے درہ رٹنگوپ میں سے گزرے۔ اور چوتھی ڈویژن ساحل بحر کے کنارے سے آئی۔ سب فوج میدان سنڈوے میں جمع ہوئی۔ اول سنڈوے کو بلا روک ٹوک قبضے میں لے لیا اور رامری کو بھی جو اُس وقت دھمّاریٹ راجہ کے بیٹے کے ماتحت تھا بآسانی چھین لیا اور وہاں سے شمال کی جانب برہمی فوج بسرعت آگے بڑھتی گئی اور جنگی بیڑے کے ذریعہ ارکان کے دریائے عظیم میں نقل وحرکت کرتی رہی۔ اور پہلے پہل دو امرا معہ اُن کی رعایا نے اطاعت قبول کی مگر بمقام لنگ یٹ ارکانی جنگی بیڑے کے ساتھ برہموں کو سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ اور ارکانی بیڑے کو شکست فاش ملی تو ارکین سلطنت اور نجومیوں نے راجہ تھماڈا کو مشورہ دیا کہ برہموں کی اطاعت قبول کرنی ہی مصلحت ہوگی مگر راجہ نے اُن کا نہ سُنا اور تخت کو چھوڑ کر روپوش ہو رہا مگر بعد ازاں گرفتار ہو گیا۔ اسی طرح سارا ارکان سنہ ۱۷۸۴ء میں برہما کے ماتحت چلا گیا۔ اور بودو پھیہ نے ساری فوج کو واپس بلا لیا اور صرف دس ہزار فوج کو ”منکھا ژن جو“ کو ارکان کا گورنر مقرر کر کے ارکان میں مقیم رکھا اور مہا منی بگوڈا کو جو ارکان کا قدیم بت گوتم بدھ کے عین حیات میں بنایا ہوا تھا شہر آمرہ پورہ میں لے گیا اور ارکانی راجہ تھماڈا معہ اُس کی بیوی برہمن نجومی اور بیشمار قیدیوں کے درہ رٹنگوپ سے آوا بھیجا گیا علاوہ بریں بہت سے آلات حرب بندوقیں اور توپیں ایک توپ تیس فٹ لمبی تھی تری کی راہ سے بھیجی گئیں۔ (۱)

نوٹ: (۱) فیاد صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۵۔ ہاروے صفحہ ۲۸۰ تا ے دھنیا ودی

ارکان کی ابتو حالت بسبب برمی افسروں کی ستم رانی کے اور ارکانی مسلمانوں اور مگوں کی ہجرت

ارکانیوں کی پوری اُمید تھی کہ برہما کا زبردست راجہ ارکان میں امن و امان

قائم رکھ سکے گا اور نیک عدالت گستری کرے گا تاکہ رعایا برایا چین اور آرام کی زندگی بسر کر سکیں مگر اُن کی اُمیدوں کو راجگان برہما کے جبراً خراج وصول کرنے اور کثیر التعداد ارکانیوں کو طلب خدمات کی پالیسی و نیز برہما افسروں کی ستم رانی نے خاک میں مٹا دیا۔ اور ارکان میں پھر بغاوت برپا کر دی۔ کیونکہ جو برہمی افسران ارکان میں مقیم رہے اُنھوں نے ارکانیوں سے بہت سختی سے خراج وصول کیا بلکہ اس قدر ظلم و ستم ارکانیوں پر روا رکھا کہ اُسکے ذکر سے زبانِ قلم حیران اور عقل پریشان ہے اور آنکھوں سے خون کا آنسو کیوں نہ بہے۔ کہتے ہیں کہ سینکڑوں معصوم بچوں کو سیم و زر کی طلب پر ماں باپ کے سامنے قتل کئے گئے اور عورتوں کی بےحرمتی اور بیٹیاں اُدجاڑ کی گئیں۔ علاوہ بریں خود ارکانی امرا اور رؤسا اپنی اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے ایک دوسرے سے برسرِ پرخاش تھے اور سیم و زر کی حرص سے قتل و غارت کرتے رہے۔

۱۷۸۵ء میں ہزاروں ارکانیوں کو جبراً پکڑ کے منگون پگوڈا کی تعمیر کے لئے برہما میں لے گیا اور ۱۷۹۰ء میں چھ ہزار ارکانی علاقہ

ماہجین صفحات ۲۵۳ تا ۲۶۰۔ کہتے ہیں کہ محمد حسن قاضی ارکانی نے اپنے حجی ادہم تاجر آوا کا خط ولی عہد النسی من کو بتا کر بہت سے ارکانی مسلمانوں کو برہمو کی قید سے چھڑا لیا۔ کیونکہ ادہم بودو پھیہ کے مشیروں میں سے تھا جو بغرض تجارت اور رشتہ داروں کی زیارت کے لئے بنگال میں گیا تھا جہاں سے وہ خط قاضی صاحب ممدوح ساکن بندر کو بھیجا گیا جب ظلم و ستم کی خبر اوس کو ملی تھی۔

جنگمے میں لڑنے کو بلالے گئے جن میں سے کثیر التعداد بیماری سے مر گئے۔ اور کوئی واپس نہ آیا اور تین ہزار ارکانی مکٹیلا کی جھیل کھودنے کے کام کے واسطے بھی بلالے گئے جن میں سے کوئی ارکان کو لوٹ کر نہ آیا اور پھر جب ۱۷۹۷ء میں اور دو ہزار ارکانی طلب کئے گئے تو تین ارکانی امرا چھین برین۔ نا پولون کا لارڈ۔ نا پولون را مری کا لارڈ اور علیہ بانگ بندر کا مسلم جنرل نے زور سے صدائے احتجاج بلند کی اور برہما کے خلاف بغاوت شروع کر دی۔ الغرض اُن حب الوطن امرا باغیوں کے سردار قرار دیئے گئے اور وہ علاقہ چاٹ گام میں (انگریزی عملداری میں) جاکر برہما کے ساتھ عرصہ تک لڑتے رہے۔ اور برہموں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے بہت سے اعلیٰ درجے کے ارکانی مسلمانوں اور مگوں نے جن کی تعداد پچاس ہزار تھی علاقہ چاٹ گام میں ہجرت کی (جس کو ارکانی مسلمانوں کی دوسری ہجرت کہتے ہیں) اور سرکار انگریزی نے مسٹر کاکس کی رائے کے مطابق اُن پناہ گزینوں کے رہنے سہنے اور خورد و نوش کا عمدہ انتظام کر دیا تھا اور قطعات اراضی دلوا کر اُن کو رامو کاکسبازار اور ہربانگ وغیرہ بستیوں میں بسایا گیا(۱) جہاں اُن کی اولاد اب تک ارکانی یا روانگیہ کہلاتی ہے۔ چنانچہ راموکا حبّان چودھری۔ کاکسبازار کا فتح علی سوداگر اور ہاربانگ کا مولوی عبد العلی درّی اُن مہاجرین کی اولاد میں سے تھے۔ جن کے خاندان اب تک بچہ اور قیم میں ہیں۔

کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو جبراً برہما میں پکڑ کے لیجانے اور چاٹگام میں بھاگ جانے کے سبب سے بندر قیم کو النگ پارہ بچہ۔ شبا تخری برہ انگ۔ راجا پاڑہ بالوڈ تنگ منبع۔ ڈیے۔ چھنکرین گجیّا۔ منجو نگڈاک وغیرہ

نوٹ:۔ (۱) اردو صفحہ ۲۸۰۔ قیار صفحہ ۲۲۰۔ چاٹگنگ ڈسٹرکٹ گزیٹیئر ۱۹۰۸ء اور قول بزرگان

بڑی بڑی مسلم بستیاں علاقہ میو ہاڈنگ اور ممبیا میں ویرانہ ہوگئیں۔

انگریزوں کا ارکان کو قبضہ کرنا ۱۸۲۵ء عیسوی میں

القصہ قریباً چالیس سال تک راجگان برہما بودو پھیہ اور اُس کے پوتے باجیڈو نے ارکان کو اپنے قبضے میں رکھا تھا مگر اسی اثنا میں مذکورہ بالا تین ارکانی امرانے برہموں کو ارکان سے خارج کرنے کے ہمہ تن کوشاں رہے جن کی حمایت اور تائید گویا پناہ دہی سرکار انگریزی سے اُن کو ملتی رہے اس لئے سنہ ۱۷۹۰ء میں برہمی جنرل "تندا چوزا" نامی پانچ ہزار برہما فوج لیکر علاقہ چاٹگام کے قصبہ رتنا پالنگ تک مورچہ بندی کرکے خیمہ زن ہوا۔ اور انگریزی فوج زیر کمان جنرل آرسکن کلکتہ سے مدافعت کے لئے آیا۔ اور آخر کار دونوں جنرل کے مابین اس شرط پر صلح ہوئی کہ تینوں ارکانی باغیوں کو بعد تحقیقات کے برہموں کا حوالہ کیا جائیگا۔ جو بعد ازاں عمل میں لایا گیا۔ اور دو سردار باغی تو فوراً قتل کیے گئے اور تیسرا بھاگ کر پھر چاٹگام پہونچا اور پھر ارکان پر حملہ کرنا شروع کردیا۔ اور اس کا پتہ کسی کو نہیں چل سکتا تھا۔ اسی طرح برہموں کی فوج نے پھر چاٹگام پر چڑھائی کی۔ برہموں کے فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے انگریزوں نے ہر چند کوشش کی وائسرائے ہند سر جان شور وغیرہ نے کپتان سائم اور مسٹر کاکس کو دربار آوا میں بطور سفیر بھیجے مگر بے سود۔ آخر کار مسٹر کاکس کی تجویز اور ارکانی زعما وامرا چنانچہ شجاع قاضی وغیرہ کی خفیہ تائید پر سرکار انگریزی نے ارکان پر حملہ کردیا۔ اور جنرل مارین اور کرنل کیمبر کو بنگالی فوج نمبری ۵۴ کے ساتھ بھیجدیا اور کپتان فرنچ نمبر ۱۶ اور ۴۴ کی مدراسی فوج اور سپاہی کے ساتھ اور کرنل گارڈینر کو شمالی ہند کے شریف خاندان کے

بیقاعدہ فوج کے ساتھ ارکان روانہ کر دیا۔ اور جاٹ گام ہیڈ کوارٹر سے نکلکر راموبولیس اسٹیشن کو جہاں برہمی فوجی قلعہ تھا اول قبضہ کر لیا بعد ازاں ٹیک ناف اور جزیرہ شاہ پری منگڈو کا قلعہ۔ لواڈنگ کا قلعہ جہان کرین (شانخرین) کا مورچہ (دریائے کلاڈن پر) اور بابوڈنگ کا قلعہ (ممیامیں) جیلی کا مورچہ (دریائے لیمیو کے دہانے پر) اور مہاتھی کا قلعہ (شہر میوہاؤنگ کے قریب) تک فتح کرتے ہوئے بذریعہ جہاز ارکانی روساؤں کی رہنمائی کر کے لائے گئے۔ اور ۳۱ مارچ ۱۸۲۵ء کو شام کے دس بجے میوہاؤنگ کے پتھری قلعہ کو توڑ پھوڑ کر انگریزی فوج بسرعت تمام میوہاؤنگ کو فتح کر لیا اور برہمی فوج جان بچا کر خفیہ رستے سے بھاگ گئی۔ اور انگریزی فوج وہیں مقیم رہی۔ اسی طرح رفتہ رفتہ سارا ارکان بآسانی انگریزی حکومت میں آگیا۔

(جنگ اول برہما کے سیاسی حالات از روبرٹسن صفحہ ۸۹ تا ۹۸)

تناسرم اور آسام بھی انگریزوں کو ملنا

اور اسی اثنا میں سرکار کمپنی کی فوج رنگون کو فتح کر کے رفتہ رفتہ آوا تک پہونچی اس لئے والیٔ برہما نے آسام۔ ارکان اور تناسرم کے صوبے سرکار کمپنی بہادر کے حوالہ کئے اور ایک کروڑ روپیہ نقد دیا تب بمقام ینڈابو بتاریخ ۲۴ فروری ۱۹۲۶ء صلح سرکار کمپنی سے ہوئی۔ اور یہ لارڈ امہرسٹ گورنر جنرل ہند کے زمانے میں واقع ہوا۔ اور اس جنگ میں سر آرکیبالڈ کیمبل انگریزی سپہ سالار کے ماتحت گیارہ ہزار فوج انگریزی اور ہندی بھیجی گئی۔ اور مشہور برہمی جنرل بندولہ مارا گیا۔

(مختصر تاریخ برہما از کاکس صفحہ ۱۸۳۔ واقعات ہند از عبد الکریم صفحہ ۱۸۳)

شاہ شجاع کے آخری انجام کی بابت مختلف روایات

عموماً کہا جاتا ہے کہ شاہ شجاع کا آخری انجام بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہے اور یہ بات تا حدے درست ہے کہ اس کی بابت ارکانی ہندی اور فرنگی مؤرخین ایک دوسرے سے متفق نہیں ہیں بلکہ ارکانی مسلمانوں کی خاندانی روایات بھی مختلف ہیں۔ میں اس مقام پر چند مشہور مؤرخین کے بیانات بطور حوالے اور آگاہی کے ایک جگہ قلمبند کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ ہمارے مسلم قوموں (ہندی ارکانی اور برہما مسلموں) کو معلوم ہو جو شاہ شجاع اور اس کے ہمراہیوں کے حالات میں دلچسپی لینا چاہتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) مسٹر ظہیر الدین بی اے (علیگ) بارسٹر ایٹ لا "اپنی تاریخ اورنگ زیب اور اس کا زمانہ" صفحہ ۷۰ میں بابت جنگ فتح پور یوں لکھتا ہے کہ:-

"شجاع فوراً میدان جنگ سے بھاگ گیا اور اورنگ زیب کے لوگوں نے ہر جگہ اس کا تعاقب کیا مگر شجاع نے ارکان کے جنگلی ملک میں جا کر پناہ لی اور وہاں وہ اپنے سارے اہل و عیال سمیت بدیں وجہ قتل کیا گیا کہ اس نے برہما (ارکانی) راجے کے خلاف بغاوت کی سازش کی تھی"

(۱) "برٹش برہما گزٹیار جلد دوم صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ ۱۸۷۹ء میں آئی جی اسکاٹ بیان کرتا ہے کہ:-

"اول اول شجاع کے ساتھ نیک برتاؤ کیا گیا تھا مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ارکانی راجہ شجاع کی بیٹی کا خواستگار ہوا۔ شاید اس کو اورنگ زیب کے ورغلانے پر کیا ہوگا یا واقعی شجاع کی بیٹی کے حسن وصورت کی

خبر نے راجہ کو اکسایا ہو گا۔ شجاع کے غرور کے ساتھ انکاری جواب دینا ہی اُس کی تباہی کا باعث ہوا۔ اور اُس کی پارٹی پر حملہ کیا گیا اور خود مقید ہو کر غرقِ آب ہوا۔ اُن کے گھر کی ساری عورتیں گرفتار ہو کر شاہی محل میں لیجائی گئیں۔ اور جس شہزادی کے سبب سے باپ کا خاتمہ ہوا اس نے راجہ کے ہم آغوش ہونے کے قبل فوراً خنجر مار کر اپنی جان دیدی۔ اور اس کے دو بھائی (ایک کا نام بلند اختر سولہ سالہ نوجوان اور دوسرا زین العابدین تیسرا خوار بچہ) قتل کئے گئے اور باقی دو بہنوں نے بھی زہر پیکر اپنی جانیں دیدیں اور تیسرے کو راجہ نے جبراً شادی کی مگر مارے رنج و غم کے جلد فوت ہو گئی اور شجاع کے اہل و عیال میں سے اور کوئی باقی نہ رہا۔"

(۳) برٹش برہما گزیٹیا رجلد اول صفحہ ۲۹۳ میں مصنف مذکور یوں لکھتا ہے کہ "جب ۱۶۶۰ء میں شجاع کو اورنگ زیب کا جنرل میر جملہ کے ہاتھ میں شکست ملی وہ ارکان بھاگا اور دریائے ناف پر ارکانی افسر نے شجاع سے ملاقات کر کے کہا کہ اُس کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔ ارکان زمیو ہاؤنگ سے کچھ فاصلے پر ایک رہنما آکر شجاع کو معہ اہل و عیال رہائشگاہ کی طرف لے چلا۔ کچھ عرصہ تک اُن پناہ گزینوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا۔ مگر راجہ کا دل فوراً بدل گیا اور شجاع کی ایک بیٹی کے لئے یہ کہہ کر شادی کا پیغام بھیجا کہ اگر بیٹی دینے سے شجاع انکار کرے تو فوراً وہ ارکان چھوڑ کر چلا جائے۔ شجاع نے بھی گستاخانہ جواب دیا کہ" کافر مردود کو اپنی بیٹی نہ دوں گا اور منسون ہوا بدلنے پر اگر جہاز ملے تو فوراً چلا جاؤں گا۔"
مگر پھر راجہ نے بلا خیر چلے جانے کا حکم دیدیا تو اس حکم کی تعمیل کر سکنے کے قبل شجاع پر حملہ کر دیا گیا۔ شجاع نے اپنے تئیں دریا کا حوالہ کیا اور اس

حرم کی عورتیں گرفتار کر کے شہر (میوہاونگ) میں لے گئے۔ جس شہزادی کے غضب انگیز حسن نے ارکانی راجے کو عاشق زار بنایا تھا اُس نے خود کافر راجہ کے سامنے خنجر سے اپنی جان لے لی۔ دو بیٹیوں نے زہر پیکر جانیں دیدیں اور سب سے چھوٹی بیٹی کو جبراً راجہ نے شادی کی مگر جلد مر گئی اور دو بیٹے پانی میں ڈبو کر مارے گئے۔

(۴۲) سر آرتھر فیار اپنی تاریخ برما صفحات ۱۷۸ اور ۱۷۹ میں سفرنامہ برنیار جلد اوّل صفحات ۱۲۰ اور ۱۲۷ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:-

"مسلمان، پرتگیز اور ہالینڈ والے (ڈچ) جو اُس وقت ارکان اور چاٹگام میں مقیم تھے اُن کی زبانی شاہ شجاع کے حالات جانکاہ برنیار کو ملی تھی۔ مگر ارکانی مؤرخین اپنے راجے کی مظالمانہ حرکت کو چھپانے کے خیال سے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شہزادہ شجاع نے محل شاہی کو قبضہ کرنا چاہا تھا۔ اس لیے اُس کے ساتھ یوں سلوک کیا گیا۔ مگر وہ اس امر حقیقی کو دریافت نہیں کرتے ہیں کہ شجاع کو اوّل راجے نے کیوں چھیڑا تھا جو واقعی صحیح بات ہے۔ القصّہ شجاع ڈھاکہ سے معہ اہل وعیال بذریعہ کشتی ملگنا سے چل کر ٹپیرہ گیا اور سادہ راہ خشکی چاٹگام آیا اور پھر دریائے ناف تک پہونچا اور دریائے ناف پار ہو کر میوہاونگ آیا۔ جہاں اس کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ میر جملہ کے ایلچی آکر بہت سارو پیہ شجاع کو حوالہ کرنے کے لئے نذر کرنے کا وعدہ کیا۔ جس پر راجہ نے شجاع کی ایک بیٹی کو شادی کرنے کا پیغام دیا تو شجاع نے حقارت سے انکار کر دیا تو راجہ بڑا خفا ہوا شجاع نے راجہ کے تخت کو قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکامیاب ہوا۔ اس پر راجہ کی فوج نے شجاع کی رہائش گاہ پر حملہ کر دیا۔ اول

شجاع چھپ رہا بعد ازاں گرفتار ہو کر بورے میں اس کو بھر کر دریا میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بیٹے قتل کئے گئے اور بیوی اور بیٹیوں نے خودکشی کی تھی۔"

(۵) مسٹر ہاروے اپنی تاریخ برہما میں لکھتا ہے:- کہ

"الغرض ۱۶۶۱ء میں شاہ شجاع قتل کیا گیا۔ اور اس کی بیوی اور شہزادیاں راجہ کے محل میں لائی گئیں۔ بڑی بیٹی سے راجہ نے جبراً شادی کی مگر ایک سال کی مدت کے بعد راجہ کو خفیہ قتل کرنے کی سازش کے شبہ پر شجاع کی بیوی اور شہزادیاں فاقے سے ماری گئیں۔ اور شہزادے قتل کئے گئے"۔

(۶) سر جادو ناتھ سرکار اپنی "تاریخ اورنگ زیب" جلد دوم میں بابت شجاع کے آخر انجام کے یوں تحریر کرتا ہے کہ:-

"بمقام کجسر اورنگ زیب کی فوج کے ساتھ لڑنے میں شجاع کو شکست ملی تو وہ بنگال آیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہاں وہ امن و امان سے رہ سکے گا مگر افسوس کہ "من چہ خیالم و فلک در چہ خیال" کا معاملہ گزرا۔ آخر کار ۱۲ اپریل ۱۶۶۰ء میں شجاع ڈھاکہ پہنچا مگر وہاں کے زمینداروں اور رئیسوں کو اپنا خلاف پایا۔ چونکہ میر جملہ مع شہنشاہی لشکر بسرگرمی اس کا تعاقب کر رہا تھا اس کو خوف ہوا کہ میر جملہ کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اس لئے ہار کر وہ اپنے اہل و عیال اور وفادار خدام کے ساتھ ڈھاکہ سے بذریعہ کشتی دھاپہ (جو ڈھاکہ سے آٹھ میل جنوب میں واقع ہے) گیا اور ۶ مئی کو سری پور (سری رام پور) پہونچا اور ہر منزل پر اس کے بوٹ والے معتبر خدام اور وزراء و مشیران اسے چھوڑ کر چلے گئے اور ۹ مئی کو لکھی پور (لکھی پورہ) کے پرگنہ سے آٹھ میل چل کر بمقام

بھلّوا (بھالوا) آکر قیام کیا اور قلعہ بھلّوا کو قبضے میں لانے کی ہر چند کوشش کی مگر بے سود۔ شجاع کو ارکانی مگ قزّاقوں کی تائید بھی بروقت نہ ملی ہاں ۸ رمئی کو کوئی اکتیس مگ جنگی فرنگی کشتیوں (جالیہ) سے آئے جن کو چاٹ گام کے ارکانی گورنر نے بھیجا تھا۔ اور ۱۱ رمئی کو ایک مگ جنرل مین جہاز لے کر چاٹ گام سے آپہونچا انھوں نے شجاع کی بیکسی اور قوت و اقتدار کی تنزلی کو دیکھ کر مضبوط قلعہ بھلوا پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اُن کے راجہ نے حکم دیا کہ اگر شجاع کو اپنی سلطنت ملنے کا کوئی توقع دیکھے تو اُس کی مدد کرنا ورنہ نہیں۔ چونکہ شجاع کے قبضے میں ایک قلعہ بھی نہیں تھا۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ بھلوا کے قلعہ پر بلا کمک و امداد وہ حملہ نہ کر سکیں گے۔ اور کہ اگر شجاع چاہے تو اُن کی کشتیوں پر سوار ہو کر ارکان روانہ ہو یا تنہا وہیں رہ جائے۔"

بنگال میں کہیں اپنی جائے پناہ نہ پاکر شجاع نے ارکان جائے بغیر اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اب یہ مقام غور ہے کہ باوجودیکہ ارکان کو بنگال کے ساتھ سیاسی تنازع کے بارے میں قدیم خاطر رنجیدگی تھی تو اسی حالت میں کیوں ارکانیوں نے شجاع کی امداد اور استقبال کے لفظ بھیجے اور کیوں مگوں نے اپنے جابرانہ پالیسی کو بدل کر اتحاد اور فیاضی کا ہاتھ بڑھایا۔ اس کے جواب بظاہر دو صورتوں میں نکلتے ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ چاٹگام کو ہمیشہ ارکانیوں کے قبضے میں رکھنے اور مغلوں کی مدافعت کے لئے زیادہ طاقتور لوگوں کو ضرورت تھی اور اُمید تھی کہ یہ کام شجاع کے ذریعہ اُن کو حاصل ہوگا۔

دوم یہ ہے کہ ارکانی شاہی دربار میں کافی تعداد مسلمانوں کا بڑا

زور اور اثر خاندان شاہی اور ارکین سلطنت پر تھا۔ چونکہ واقعات بنگال کی خبریں برابر ارکان میں پہنچتی تھیں جب شاہ شجاع کے دردناک اور قابل رحم خبر ارکان کی راجدھانی میں آئی تو سارے مسلمانوں نے از روئے ہمدردی صدائے احتجاج بلند کی اور اپنے راجہ کو اس امر کی طرف مائل کیا کہ شجاع کو سیاسی اغراض کے لئے ارکان میں ضرور لانا چاہیئے۔ بالآخر راجہ رضامند ہوا۔ ان دونوں وجوہات میں سے ثانی الذکر زیادہ قابل یقین اور صحیح ہے۔ اب بمقام بھلوا لگوں کی ترغیب و حسرت آمیز بات سن کر شجاع عالم سکتہ میں رہا اور طرح طرح کے خیالات دل میں موج مارنے لگے۔ بعد از آن خاموشی سے اپنے خادموں اور رفیقوں کو حکم دیا کہ ارکان جانے کے لئے کشتیوں پر سوار ہوں۔ اس بات نے شجاع کے اہل و عیال اور ہمراہیوں کے اندر ہل چل مچادیا۔ کیونکہ انھوں کو مگوں کی قزاقی جور و ستم بدسلوکی وحشیانہ حرکت بے ایمانی ناچیز خوری اور ناشائستہ اوضاع و اطوار کا بخوبی علم تھا۔ جس کو بنگال کے سارے ہندو اور مسلمان خوف اور تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ علاوہ اس کے مہذب ملک سے دوری ارکان کے جنگلی ملک میں جاکر رہنے کے خوف و خطر نے اُن کے دلوں کو اور بھی گھبرادیا۔

مگر شجاع کو اورنگ زیب کے ہاتھ میں گرفتار ہوجانے کے عوض ارکان جانا کم خطرہ تھا وجہ یہ تھی کہ اورنگ زیب نے خود اپنے والد شاہجہاں اور اپنے دو بھائیوں دارا شکوہ اور مراد بخش کے ساتھ جو جو بدسلوکیاں کی تھیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ بلکہ اپنا بھتیجا سلیمان شکوہ کو بھی ہندوستان سے خارج کر دیا تھا۔ اس لئے شجاع کے لئے ہندوستان

مقام رہائش اور نہ رہا۔ آخر کار ۱۲ مئی سنہ ۱۶۶۰ء کو اس نے صوبۂ بنگال کو چھوڑا جہاں اُس نے بیس سال تک حکومت کی تھی اور اپنے تینتالیس ۴۳ سال کی عمر بسر کی تھی اور وہ اپنے اہل و عیال اور کم از کم چالیس ہمراہیوں کو ساتھ لے کر جہاز پر سوار ہو کر ارکان کی طرف روانہ ہوا اور اُن ہمراہیوں میں سے چوبیس ۲۴ سادات تھے جن میں سے دس سادات قصبہ برہہ کے سید عالم کے ماتحت آئے تھے اور بارہ سادات مغلیہ جو قوالی کے ماتحت تھے۔ اور باقی خدام۔ (عالمگیر نامہ صفحہ ۵۶۱ خفی خاں جلد دوم صفحہ ۱۱۰)

راجۂ ارکان نے ایک ایلچی چاٹ گام بھیجا تاکہ شجاع کو ہر ضروری امداد دے۔ ایلچی نے اُس سے سرحد پر ملاقات کی اور میوہاڈ تک پہنچنے پر اس کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ اور اس کی رہائش گاہ کو جلوس کے ساتھ لے گئے۔ کیونکہ شجاع کی آمد سے مگ اور مسلمان دونو قومیں خوش ہوئیں مسلمانوں کے لئے مسرت کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے ہاں ایک مغلیہ نسل کا مسلم شہزادہ آنے کا فخر حاصل ہوا۔ اور مگوں کے خوش ہونے کا سبب یہ تھا کہ خطرناک مغلوں کی مدافعت میں شجاع بڑا کارآمد ہو گا بلکہ بعض ضروری موقع پر وہ کام میں آئے گا۔ کچھ عرصہ تک شجاع اور اس کے ہمراہی لوگ خوشی سے دن کاٹے اور شاہ عالمگیر کی فوج کے تعاقب کا خوف نہ رہا۔ مگر قضائے الٰہی کو کون بدل سکتا ہے؟ شجاع کے زمانۂ عیش و آرام اور امن و امان چند روزہ تھا آخر کار اسے خطرۂ جانکاہ اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑا۔"

ڈچ تاجروں (جنھوں کی اُس وقت ارکان میں آمد و رفت تھی) کی تحریرات کا حوالہ دیتے ہوئے سر جادو ناتھ سرکار لکھتا ہے

کہ "ارکان کے مسلم باشندگان مغلیہ اور پٹھان کی توجہ شاہ شجاع کی طرف مائل تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ راجہ ارکان کو قتل کر کے ارکان کو قبضے میں لائے اور بعد ازآں بنگال میں چل کر اپنی قسمت آزمائی کرے۔ ارکان کے راجے نے اس سازش کی خبر پا کر شجاع کو خفیہ قتل کروانا چاہا۔ شجاع اپنے چند رفیقوں کے ساتھ جنگل میں جا کر چھپ رہا۔ مگر مگوں نے اُسے گرفتار کر کے جسم کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا"۔

سر جادو ناتھ پھر تحریر کرتا ہے کہ "ڈچ فیکٹری ذکار خانہ کے سرکاری دفتر میں شجاع کے سانحہ جانکاہ کی بابت یوں پہلا بیان کیا گیا تھا کہ "۷ فروری ۱۶۶۱ء میں جب مگوں نے شجاع کے مکان کو گھیر لیا تھا تو شجاع نے اپنے مکان کو آگ لگا دی اور اپنے اہل و عیال اور رفیقوں کے ساتھ علاقہ ٹپرہ کی طرف جا کر جان بچائی"۔

اور اُسی ڈچ فیکٹری کا دوسرا ذکر یہ بھی ہے کہ "اگرچہ یہ کوئی یقینی امر نہیں ہے کہ شجاع بغاوت کی شروع میں مارا گیا اس کے ہمراہیوں نے اس بات کو چھپا کر جھوٹی خبر پھیلائی کہ وہ جنگل میں بھاگ گیا"۔ مذکورہ بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ڈچ کے نوشتے ضرور لوگوں کی زبانی سنی سنائی افواہی باتوں پر مبنی تھے اور چشم دید نہیں تھے۔

اور مورخ مذکور پھر عملی صاحب (۱۶۷۱ء) کا حوالہ دیتا ہے کہ "اُس زمانے میں کوئی صحیح طور پر نہیں جانتا تھا کہ شجاع کا آخیر انجام ارکان میں کیا ہوا۔ اور وہ کس ملک میں ہے یا کہ وہ موت کے پنجے میں مبتلا ہوا"۔ اور نیز خفی خان (۱۷۳۱ء) کا حوالہ دیتا ہے کہ:۔ "ارکان میں شاہ شجاع کے کل حالات اور پتہ و نشان گم ہو چکے ہیں اور ہندوستان میں بھی بجز

اُس خبر بے بنیاد کے جو اورنگ زیب کو مختلف ذرائع سے ملی تھی کسی کو اُس کا پتہ و نشان معلوم نہیں مگر بہت سالوں کے بعد شجاع کی ایران میں فراری کی خبر ہندوستان میں آئی اور اس کا بیٹا بلند اختر ہندوستان کے مختلف مقامات میں اپنے تئیں شجاع بتا کر ظاہر ہوا اور اسی طرح ایک جھوٹا شجاع بمقام الہ آباد سنہ ۱۶۶۹ء میں گرفتار کیا گیا اور پھر دوسرا جھوٹا شجاع نے بمقام مرانگ سنہ ۱۶۶۹ء میں بغاوت پیدا کر دی اور تیسرے نے سنہ ۱۶۷۴ء میں اپنے تئیں شجاع کہلا کر یوسف زئی کے علاقہ میں بغاوت چھیڑی تھی۔"

(۷) "مہارانی آف ارکان" از جارج کالڈرون صفحات ۳۷ اور ۳۸ میں شجاع کے غرق کیے جانے کی تصدیق کی گئی مگر شجاع کی بیٹی کی شادی کی بابت سوانگ بھری جھوٹی باتیں بطور فسانہ لکھی گئیں اور وہ حسب ذیل ہے

" ایک روز شاہ شجاع اپنی دو شہزادیوں آمنہ اور روشن کے ساتھ ارکان کے راجہ سے ملاقات کرنے کو جا رہا تھا۔ اس وقت شہزادہ دولیہ ولی عہد تخت ارکان کسی جھاڑی کی آڑ میں اکیلا ٹہلتا رہا۔ اتفاقاً اس کی نظر اُن شہزادیوں پر پڑی تو وہ عاشق زار ہو گیا۔ راجا اپنے بیٹے کے لئے ایک شہزادی کا خواستگار ہوا جس کو انکار کرنے کے باعث شجاع کو معہ اہل و عیال کشتی میں چڑھا کر دریا میں ڈال دینے کا حکم دیا گیا بجز شہزادیوں کے شجاع اور اس کے بیوی بچے پانی میں غرق کیے گئے۔ شاید دولیہ کی ایما سے جلاد نے اس کی پری پیکر شہزادیوں کی جانیں بچائی تھی۔ اور کسی ماہی گیر کے زیر حمایت کچھ عرصہ تک رہیں مگر دولیہ بھیس بدل کر ہر روز وہاں جاتا تھا اور بہت پیار اور نرمی سے اُن مصیبت زدوں کو مناتا تھا بلکہ رحمت شیخ نامی خادم کو شہزادیو

کے پاس سفارش کے لئے بھیجتا تھا جس کے ذریعہ سے شہزادی آمنہ کو بہلا پھسلا کر دولیہ کو شادی کرنے پر مائل کیا تھا۔ آخرکار دولیہ نے بہت حیلہ اور بہانہ کر کے اُن دونوں شہزادیوں کو بڑی دھوم دھام سے اپنے محل میں لے گیا اور آمنہ سے شادی کی اور یوں آمنہ ارکان کی مہارانی بن گئی۔

"شہ شجاع کی بیٹیاں آمنہ و روشن آرا ؛ تھیں حسینہ خوشخصال و رشکِ حورانِ جناں
حسن میں تھی آمنہ مشہور یکتائے زماں ؛ دولیہ تھا کیوں فدا ہو جان و دل سے بیگماں"

(۸) بعض ارکانی مسلمانوں خصوصاً کمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ شجاع نہ قتل کیا گیا نہ دریا میں ڈوب کر مرا بلکہ وہ کسی صورت سے اپنی جان بچا کر کہیں بھاگ گیا تھا۔

(۹) "مسٹر سان بھاد" ہارگریڈ پلیڈ را کیاب ارکانی کمتار یخدان نے بیان کیا کہ اُس کو مدت گزری کلکتہ کے بنگالی اخبار میں مسٹر پار نے نامی فرنگی سیاح کا نوشتہ مضمون کے ذریعہ معلوم ہوا کہ شاہ شجاع کی قبر جزیرہ سولو (مجمع الجزائر شرق الہند میں) موجود ہے۔" اور تاریخ ملیشیا سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "ایک ہندوستانی شہزادہ یہاں جا کر پناہ گزیں ہوا تھا۔" مگر اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ آیا وہ شجاع تھا یا کوئی اور تھا۔

پیروان شاہ شجاع اور اُنکی اولاد کا برما کی طرف ہجرت کرنا

شاہ شجاع اور اُس کے اہل و عیال کی اس طرح تباہی اور خانہ بربادی کے بعد اس کے جان نثار مغلیہ ہمراہیوں رفیقوں اور اُن کے اہل و عیال کو ارکان میں رہنا سخت پُر خطر ہو گیا۔ بہتوں کو تو ارکانی راجے

کے خلاف بغاوت کرنے کی بنا پر بلا رو رعایت قتل قید اور جرمانہ کی سزا دی گئی جس کا بیان صفحات بالا ۱۰۸ اور ۱۰۹ میں کیا جا چکا ہے۔ اور بہت سے لوگ معہ اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں کے راجہ ارکان کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے ارکان کے مختلف مقامات سے اور مختلف اوقات میں کوہ ارکان یوما سے چل کر آ پر اور لوئر برما کے مختلف مقامات میں سکونت گزیں ہوئے تھے یعنی تنہ ٹنگو سے میڈونک وہ بسائے گئے تھے جس کی بابت مختلف ریکارڈ اور حالات ہیں مگر طوالت کے خوف سے اس مقام پر صرف دو ایک مثال درج کرنا ضروری اور کافی سمجھتا ہوں اور وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) چنانچہ مسٹر آئی جی اسکاٹ آپر برما اور شان اسٹیٹ گزیٹیار جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۱ء میں یوں لکھتا ہے کہ کثیر التعداد ہندی مسلمان مدت دراز سے پشت در پشت یمیدین سب ڈویژن میں برہمی بستیوں کے قریب قریب بسے ہوئے ہیں اور اُن کے وہاں بسنے کی اصل وجہ وہ یوں بتاتے ہیں کہ "سنہ ۱۰۲۱ء برہمی (مگھی) (بمطابق سنہ ۱۶۶۰ء میں دہلی میں شاہ عالمگیر حکمران تھا در حقیقت شاہجہاں ہے) اُس کے دو بیٹے تھے۔ چھوٹا بیٹا تو اپنے بڑے بھائی ولی عہد سے حسد کرتا تھا بالآخر اُس نے تخت و تاج کو چھین لیا تھا۔ ولی عہد شہزادہ دہلی سے تین ہزار فوج اور اہل و عیال کے ساتھ کلکتہ بھاگ آیا اور کلکتہ سے ارکان جا کر پناہ لی۔ ارکان میں وہ شہزادہ معہ اہل و عیال اور رفقائے سفر مر گئے یا مارے گئے۔ اُس وقت آوا کا راجہ "بودو سنے منگاؤنگ" تھا جو حال کے راجہ آوا کا دادا تھا جس کو پیگو کا راجہ راجہ ڈریٹ لے

قید کیا تھا۔ اُس راجہ نے دہلی کے پناہ گزینوں کو ارکان سے آوا آنے کی اجازت دی تھی۔ مگر جب دیکھا کہ اُن پناہ گزینوں کی تعداد بہت زیادہ تھی تو اُس نے حکم دیا کہ بذریعہ "ادسا" یعنی سات خاندان یا گروہ کی ایک ایک جداگانہ بستی کر کے ذیل کے مقامات میں بسیں۔

ٹانگو۔ یمیدین۔ نیاؤنجی۔ یندو۔ مکٹیلا۔ مِنڈو۔ سنے نے (NGE-NE) کو کھنسی اور سمباٹ بیا۔

اُن مہاجرین کے ترسٹھ (۶۳) خاندان یا گروہ تھے اور بوجہ امن و امان کے وہ جداگانہ بستیوں میں بسائے گئے تھے۔ ہر بستی میں اُن کی رہائش اور کاشتکاری کے لیے قطعات اراضی جدا جدا حد بندی کر کے دلوائے گئے۔ چنانچہ یمیدین میں بسنے والے کلا پیو مسلمانوں (مراد سفید یا گورے مغلیہ مسلمان ہے) کی رہائش کے لئے ذیل کے حدود مقرر کیے گئے تھے۔ یعنی:۔ شمال میں:۔ واجی بین اور پیتھیک۔

جنوب میں:۔ سیتھا چھاؤن۔

مشرق میں:۔ اُدنبین چھاؤن۔ اور

مغرب میں:۔ لے میاؤن یاد نجو۔

اور اُن کو کاشتکاری کے لئے حسب ذیل حدود کے قطعات اراضی دلوائے گئے۔ شمال میں بنی چھاؤن (جو شادوگان کے قریب ہے) مشرق میں نیوسوگیون۔ جنوب میں کُنڈ ریکون اور مغرب میں سِنگے جیون۔

اُن پناہ گزین مسلمانوں کو جاگیریں دیتے وقت اُن کے دونو قطعات اراضی جنگلی اور غیر آباد تھے۔ یہ زمینیں سرکاری (کراؤن لینڈ) شمار نہیں کی جاتی تھیں بلکہ یہ لاخراج جاگیریں تھیں جو راجہ کی طرف

سے دی گئی تھیں اور یہ امھوڈنسا زمین یعنی سرکاری عہدیدار کا وظیفہ یا معاوضہ خدمت والی زمین سے متعلق چلا ہے۔

امھوڈن سے مراد عہدیدار سرکاری ہے اور راجگان برہما کے عہد میں یہ عہدے مختلف اقسام پر مشتمل تھے۔ ایک تو اندرونی اور دوسرا بیرونی۔ اور پھر ان کی چھ قسمیں تھیں۔ پس کلاہیوہ یعنی گھڑ سوار مغل انکی ایک قسم ہے۔ اور جو زمین ان کے معاوضہ خدمت کے لئے دلوائی گئی تھی وہ امھوڈنسا، کہلاتی تھی۔

کلاہیوا امھوڈن سپاہی دہلی کے پناہ گزینوں میں سے خصوصاً انتخاب کئے جاتے تھے۔ جن کی تعداد عموماً ایک سو پچاس تھی اور وہ ہمیشہ محل شاہی میں مقیم رہتے تھے اور ماہوار دس روپیہ ریہی سکے تنخواہ پاتے تھے اور ان کی اولاد منڈلے کے قلعہ کے گرد و نواح میں اب تک مقیم ہیں اور قریب کے اضلاع میں بھی پائے جاتے ہیں۔

(۲) چنانچہ ضلع چوکسیے کے سنگائین ٹیون شپ کی آٹھ بستیاں جیساکہ کننگلوشن نے (SON-NGE) اور ٹیکت سوے وغیرہ اُن مسلمانوں کی ہیں جن کی تعداد تین ہزار تھی۔ اون کو جدا گانہ بستیوں میں اس لئے بسائے گئے تھے کہ اُن سبھوں کی متفقہ قوت برہما راج کے خلاف عمل میں نہ لائی جا سکے"۔ (آبر برہما گزیٹیا جلد سوم صفحہ ۱۷۵)۔

اگر کوئی عہدیدار تنخواہ کے عوض جاگیر لینا چاہتا تو اُس کو وہ زمین اُس مقام سے دلوائی جاتی تھی جہاں سے وہ آیا تھا اور وہ ڈیڑھ سو عہدیدار سپاہی کا گروہ مختلف اضلاع سے منتخب کیا جاتا تھا۔ اور جو زمین اُن کو خدمت کے صلے میں ملتی تھی اُس میں اُن کے رشتہ دار کاشت کرتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یمیدین کے کلا بو ہی لنے اس قسم کی جاگیریں اپنی تنخواہ کے عوض میں لی تھیں۔ بہر حال اِس وقت کوئی امھوڈنسا زمین وہاں موجود نہیں ہے کیونکہ ہر قسم کے امھوڈن کا عہدہ اب منسوخ اور معدوم ہو چکا ہے۔ فی زمانہ وہ امھوڈن لوگ تھوجی یا تھجی (ہیڈ مین) مقرر کئے جا چکے ہیں اور امھوڈنسا زمین بھی اسٹیٹ لینڈ یا سرکاری زمینوں میں شامل ہو گئی ہے مگر وہ اُن کی اولاد کے دخل اور قبضے میں ہیں"۔

علاوہ بریں کثیر التعداد برہما مسلمان سگائینگ۔ آوا۔ یواسٹ جی۔ نالون وغیرہ بستیوں میں مدت مدید اور عرصہ بعید سے بسے ہوئے ہیں جن میں سے کوئی نہیں بول سکتا ہے کہ اُن کے اجداد کب اور کہاں سے آئے تھے۔ گو کہ وہ برہما لباس پہنتے اور برہمی زبان بولتے ہیں مگر وہ برہما قوم نہیں ہیں۔ وہ اپنے آباد اجداد کی زبان کو نہیں سمجھتے ہیں سوائے چند امام یا مولوی (بیا) کے۔ جو اُن کو قرآن اور دینیات سکھاتے ہیں۔ اور وہ اپنی ہمقوم سے شادی کرتے ہیں اور شادی کے وقت برہمی ضیافت دی جاتی ہے"۔

(برٹش برہما گزیٹیر حصہ دوم جلد سوم صفحہ ۴۶) ۱۰؍ صیام

القصہ وہ مغلیہ مسلمان عربی اور دیگر ہندی نسل مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر ایک قوم ہو گئے ہیں جو میڈ و یا زربادی یا زیربادی کہلاتے ہیں۔ گو کہ برہمی تاریخ میں وہ "کلا ہو اور پاسی (فارسی) کے ناموں سے نامزد کئے گئے تھے جو اب متروک ہو چکے ہیں۔ اور اُن میں سے بہت سے مسلم افسران راجگان برہما کے عہد حکومت میں اکسو تھک یا سوے

تھکلجی کہلاتے تھے۔ سو کے معنی خون ہے۔ تھک بمعنی پینا اور جی بمعنی بڑا ہے۔ جس سے مراد راجہ کا خون پیا ہوا بڑا رشتہ دار اور معتمد افسر ہے۔ چنانچہ راجہ بودو پیہ نے بتاریخ ۸ ربماہ توسلین ۱۱۴۷ سنہ برمی بمطابق ۸ ستمبر ۱۷۸۶ء میں شہر بندو کے ارکانی مسلم مہاجرین کو جن کو بکھانگ کلا یو کہتے تھے، تھنٹ آیی بن ستاٹ (جیرانگ) یعنی سو تیھکلجی بندو چی افسروں کے زمرے میں شامل کیا تھا اور وہ حسب ذیل تھے۔

(۱) موننگ تھون فیون روز پیدائش اتوار عمر ۴۰ سال۔ (۲) موننگ جاتن یو۔ روز تولد جمعہ عمر ۳۶ سال (۳) موننگ یاقو (یعقوب) روز تولد اتوار عمر ۴۰ سال۔ (۴) موننگ نی۔ روز تولد سنیچر عمر ۵۵ سال (۵) موننگ میا سی روز پیدائش منگل عمر ۵۶ سال (۶) موننگ پیا تھون روز تولد جمعرات عمر ۶۵ سال (۷) موننگجی روز تولد جمعرات عمر ۵۶ سال اور (۸) موننگ نن روز پیدائش جمعہ اور عمر ۴۰ سال۔

شہر ہمیدین کے سو تیھکلجی مسلم افسران حسب ذیل ہیں۔

(۱) موننگ مو ے (۲) تینجو ن تھورن (۳) موننگرا سی (۴) موننگ جن (۵) موننگ لھاکرانی۔

شہر یاوِن رن کے سو تیھکلجی مسلم افسر۔ موننگ تھا تھوے۔

شہر ٹنگو کے سو تیھکلجی مسلم افسر۔ (۱) موننگ ین نیو۔ (۲) موننگ تیوے خو۔

شہر تنڈے 〃 〃 〃۔ موننگ تھون سا۔

شہر ہکٹیلا 〃 〃 〃۔ (۱) موننگ چو تھون (۲) موننگ لون۔

(برما مسلموں کے قدیم حالات صفحات ۶۸ تا ۷۰۔ از سیا پھو چے)

سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ کا بیان (۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۷ء تک)

سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ خاندان تیموری یعنی مغلیہ ہندوستان کا آخری بادشاہ گذرا تھا جس پر اس خاندان کا نام بھی تمام ہو گیا۔ اُس کی تاریخ پیدائش لفظ ابوظفر سے نکلتی ہے یعنی سنہ ۱۱۸۹ ہجری میں وہ پیدا ہوا تھا۔ اس بادشاہ کو شعر گوئی میں بہت دخل تھا چنانچہ اُس کے اکثر اشعار ہندوستان اور برما میں ہر اُردو داں شخص کی زبان پر جاری ہیں محفل رقص و سرود میں اُس کی غزلیں اکثر گائی جاتی ہیں اور خلل حال و قال صوفیان میں اُس کے شعروں پر رقت آتی ہے۔ اس بادشاہ کی تمام عمر کتب تصوف کے مطالعہ اور شعر گوئی اور عیاشی میں صرف ہوئی۔

یہ بادشاہ علم موسیقی میں مہارت کامل رکھتا تھا اور اپنے بزرگوں یعنی شاہ عالم ثانی (سنہ ۱۷۵۹-۱۸۰۶ء) اور اکبر شاہ ثانی (سنہ ۱۸۰۶-۱۸۳۷ء) کے مانند برائے نام اور بطور یادگار شاہان سابق دہلی کا بادشاہ رہا۔ کیونکہ انگریزی سرکار کمپنی بہادر[1] اُس وقت درحقیقت ساری مغلیہ سلطنت کا مالک و مختار بن چکا تھا۔ سرکار کمپنی نے اس خاندان کا نام قائم رکھنے کو کئی تجویزیں خوب کی تھیں۔ ایک تجویز یہ تھی کہ اس خاندان میں بڑا بیٹا گدی نشین ہوتا رہے اور علاوہ آمدنی (بیتول) شاہی کے تنخواہ ایک لاکھ روپیہ

نوٹ:- (۱) انگریزی سرکار کمپنی بہادر سے مراد "یونائیٹڈ ایسٹ انڈیا کمپنی" یعنی متحدہ کمپنی ہند ہے جو سنہ ۱۶۱۲ء میں جہانگیر بادشاہ کی اجازت سے سورت احمد آباد اور بمبئی میں تجارتی کارخانجات کھولے تھے۔ اور پھر قلعہ سنٹ جارج مدراس اور فورٹ ولیم کلکتہ میں بنا کر سارے ہند کا مالک بن گئی۔

ماہواری بھی جاری رکھی جائے بلکہ تجویز تھی کہ چونکہ وہ قرضدار تھا سوالاکھ روپیہ اُس کو ماہواری دیگر قرض اُس کا ادا کر دیا جائے۔ اور سرکار کا یہ بھی ارادہ تھا کہ بادشاہزادوں کو تعلیم علم کی جاوے چنانچہ ایک مدرسہ شاہی مقرر ہونے والا تھا۔ قسمت نے جو گردش کھائی تو فوج انگریزی (ہندو و مسلم) بسبب تکرار کے جو اُن کے افسروں سے چربی والے کارتوس کاٹنے کی بابت واقع ہوئی منحرف ہو کر اس بادشاہ کے پاس جا کر جمع ہوئی جو صرف دہلی کے قلعے پر قابض رہا۔ اور انگریزی حکومت کے خلاف سخت بغاوت برپا کی اور اس فسادِ بغاوت کا بڑا بانی ناناصاحب والیِ بٹھور تھا۔

اور اس بغاوت کی کیفیت مجمل یہ ہے کہ چونکہ ہندوستانی اہلِ فوج میں رشتہ یکجہتی بہت مستحکم تھا جن میں علاوہ مدراس بمبئی اور بنگالہ وغیرہ کے سپاہیوں کے چالیس ہزار سپاہی خاص اودھ کے شریک تھے۔ غرض کہ تمام سپاہِ ہند گویا ایک جان دو قالب تھی۔ اگرچہ ہندوستانی سپاہی اپنے معمولی کام برابر کرتے تھے مگر فوجی حکام کا ادنیٰ تغیّر و تبدل انھیں کمال ناگوار ہوتا تھا اور غدر و فساد کی باتیں ظہور میں آتی تھیں۔ چنانچہ انھوں نے دریا سے عبور کر کے رنگون پر حملہ کرنے سے صاف انکار کیا تھا۔ آخر مجبور ہو کر سرکار نے پنجابی سکھ فوج کو بھیجنا پڑا۔ یہ اُس نیت فساد کی پہلی علامت تھی جو سپاہِ ہند سے سنہ ۱۸۵۲ء میں وقوع میں آئی۔

تیرہواں گورنر جنرل ہند لارڈ کیننگ صاحب بہادر (سنہ ۱۸۵۶-۶۲ء) کے احکام میں سب سے پہلا حکم سپاہ بنگالہ کے بہت خلاف گذرا کیونکہ

مدراس اور بمبئی کی فوج تو خدمت عام کے واسطے نوکر تھی کہ جہاں
لڑائی ہوتی تھی وہاں جانا پڑتا تھا مگر سپاہ بنگالہ فقط ہندوستان کے
واسطے تھی۔ اب لارڈ کیننگ صاحب نے حکم دیا کہ خدمت کا قاعدہ سپاہ
بنگالہ اور اور تمام فوج میں برابر جاری ہو جائے۔ اس قاعدۂ جدید نے
نائرۂ فساد کو اور زیادہ بھڑکا دیا۔ چونکہ نانا صاحب کو انگریزوں نے پیشوائی
کی پنشن بند کی وہ انگریزوں کا دشمن ہو گیا اور چاہا کہ انگریزوں کو ہندوستان
سے خارج کر دے۔ بدیں غرض اس نے روسیوں سے اور اہلِ فارس
اور شاہزادگانِ ہند اور شاہ معزول اودھ سے سازش کی۔ چونکہ
مفسد فقیروں نے جا بجا یہ افواہ پھیلا دیا تھا کہ "انگریزی کارتوس میں
سور اور گائے کی چربی لگی ہے جس سے ہندو اور مسلمان کی ذات ٹوٹ
جائیگی"۔ نانا صاحب اسے غنیمت سمجھ کر فوج باغی کا شریک ہوا۔ الغرض
۱۸۵۷ء میں اس مفسد خبر بے بنیاد سے برہم اور آشفتہ خاطر ہو کر سپاہ
ہند نے علم بغاوت بلند کر کے ظلم و تعدی شروع کر دیا۔ بارکپور۔ رانی گنج
اور برہمپور سے اتفاقاً فساد کی آگ بھڑک اٹھی مگر میرٹھ سے خوب زور
و شور سے شروع ہو کر رفتہ رفتہ لکھنؤ دہلی۔ فیروزپور۔ لاہور۔ پشاور۔ نوشہرہ
اور مردان۔ انبالہ۔ شملہ۔ مین پوری۔ کانپور۔ کلکتہ اور الہ آباد وغیرہ بلاد
ہند تک پھیل گئی۔ اور باغیوں نے بہت سے انگریز مردوں عورتوں
اور بچوں کو قتل کر ڈالا اور خزانے لوٹ لئے۔ مگر بہادر انگریزوں
نے ہمت نہ ہاری اور بڑی جانفشانی اور بہزار دقت اس آتش
بغاوت کو اپنے خون سے بجھا دیا۔ اور سرداران باغی کو گرفتار کر کے
قتل کئے گئے اور پھر شاہ دہلی کو مع اس کی بیوی بیگم زینت محل کے

مقید کیا گیا۔ اور ۲۵ جنوری ۱۸۵۸ء کو شاہ کے مکر و دغا اور بغاوت و فساد کی تحقیقات افسرانِ جنگی ہڈسن صاحب وغیرہ نے کی۔

القصہ جس دہلی میں خاندانِ مغلیہ نے ۱۵۵۶ء سے قریباً تین سو سال تک سلطنت کی تھی۔ اسی دہلی میں اب رئیس خاندان مغلیہ رو برو سرداران دولتِ برطانیہ عظمیٰ صفوف مجرمین میں مثل ایک ذلیل دغاباز اور نمک حرام باغی کے کھڑا کیا گیا اور پھر یہ سزا اس پر کہ حبس دوام بعبور دریائے شور ہوئی ہوئی اور بالآخر اس بادشاہ کو انگریزوں نے ۱۸۵۸ء میں مع اُس کی بیوی زینت محل اور اُس کا چھوٹا بیٹا مرزا جواں بخت اور چند رفقا و ملازمین کے ملک برما بمقام شہر رنگون ملٹری گوارڈ لا کر مقید رکھا اور حکم کیا کہ اگر پھر ہندوستان آنے کا قصد کروگے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ شعر

بیک گردش چرخ نیلوفری ؎ نہ نادر بجا ماند نے نادری

اور وہاں چار سال تک شکستہ دلی اور افسردہ حالی کے ساتھ بسر کر کے بتاریخ ۱۱ نومبر ۱۸۶۲ء (مطابق ۱۲۷۹ھ) میں فالج کی بیماری سے راہیٔ ملک عدم ہوا۔ اور اس پر خاندانِ تیموری کا خاتمہ ہوا۔ کسی شاعر نے اس بادشاہ کے جلوس اور وفات کی یہ تاریخ کہی۔

سراجِ دین بوظفر مسافر دہ سُو سے جنت ہوا روانہ
کہ جس کے باعث مئے خوشی سے چھلک رہا تھا ایاغ دہلی
چراغِ دہلی جلوس کا سال ہے سو اب بھی مطابق اُس کے
۱۲۵۳
سروش غیبی نے سال رحلت کہا بجھا ہے چراغ دہلی
۱۲۷۹

مسلمانان شہر رنگون نے زر کثیر صرف کر کے ان کے مزار پر عالیشان پختہ مکان بنا دیا ہے۔ اور شہزادہ جواں بخت نے کسی برہمی سے شادی کر لی اور وہیں مقیم رہے۔ اور سرکار انگریزی سے پنشن یا وظیفہ پاتے رہے مگر چند سال گذرے کہ وہ فوت ہو گئے اور ان کی اولاد اب تک وہیں مقیم ہیں۔ (واقعات ہند از عبد الکریم صفحات ۲۷۰ تا ۲۷۴)

فصل ہفتم

طبقہ پنجم

مخلوط النسل مسلمان

حالاتِ مسلمانانِ طبقہائے بالا پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فی الحال برہما اور ارکان کے نوے فی صدی مسلمان مخلوط النسل ہیں یعنی قدیم عربی ایرانی تاتاری غوری اور مغلیہ نسل کے مسلمان دیگر اقوام برہما اور ہندوستان سے مل جل کر ایک ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں جن کا فرق اور امتیاز کرنا محال ہے۔ اور خصوصاً انیس صدی عیسوی کے اوائل سے جبکہ انگریزوں نے ارکان اور برہما کو قبضے میں لا چکا تھا۔ آمد و رفت کی سہولتیں زیادہ ہونے کے سبب سے کثیر التعداد مسلم سپاہی تجار اہل علوم

وطنوں اور مزدور پیشہ لوگ ہندوستان کے ہر صوبہ سے آکر یہاں بس گئے جس کے باعث مسلم آبادی میں بہت ترقی ہو چکی ہے۔ برہما کے غیر آباد و جنگلی مقامات آباد ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ اور بہت سے کھیاؤن پہننے والے روانگیہ زیربادی اور کمان مسلمان ٹوپیاں پہننے لگے ہیں بلکہ روانگیہ مسلمانوں نے اپنی زبان بھی نووارد کثیر التعداد بنگالی بھائیوں کو لحاظ کر کے بگاڑنے اور بدلنے شروع کر دی اور اچھا خاصہ چاٹگامی کی طرح بول چال کے عادی بن چکے ہیں۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ چاٹگامی ہیں نہ کہ روانگیہ۔ بلکہ نووارد انگریز یا برہما مجسٹریٹ اور جج کا یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ لوگ انڈین ہے نہ کہ ارکانی۔ بجز دیہاتی روانگیہ اور کمان مسلمانوں کے باقی ارکانی مسلمانوں کا امتیاز نہ رہا دشوار ہے

الغرض ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے سارے برہما کے مسلمانوں کی تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ جس سے برہما مسلم یا برمیز مسلم اور ارکانی مسلم کی خاص تعداد ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ اس غرض سے گورنمنٹ سے درخواست کی گئی ہے کہ آئندہ مردم شماری میں جو مارچ ۱۹۴۱ء میں ہونیوالی ہے۔ اُن کی خاص تعداد ظاہر ہونے کے لئے ایک ایک خاص کالم مردم شماری کی رپورٹ یا رجسٹر میں مقرر کر دے۔ کیونکہ اس وقت مسلم مدبرین اور لیڈروں نے برہما اور ارکان کے سارے مسلمانوں کے اجماع عام کو غیر قوموں کے نزدیک متفق بتلانے کے خیال سے برہما مسلم یا برمیز مسلم اور ارکانی مسلم کی جدید اصلاح ایجاد کی ہے جس میں قدیم اور جدید مسلم باشندگان ملک برہما اور ارکان شامل ہیں اور جس کی تعریف یا ڈیفینیشن نہ انڈیا ایکٹ میں دی گئی ہے اور نہ برہما ایکٹ میں

چونکہ موجودہ "ریفارم یا اصلاحی قانون" نے قلیل التعداد اقوام کرین فرنگی اور انڈین وغیرہ کو خاص نمائندگی کا حق دیا ہے جو برہما مسلم یا برہمیز مسلم اور ارکانی مسلم باشندگان و فرزندانِ ملک برہما کو نہیں ملا۔ اس لئے ہمارے جدید برہما مسلم برادران جن کے آباد اجداد ہندوستان میں پیدا ہوئے ہوں اُس اصلاحی قانون کی رو سے بآسانی انڈین کے زمرے میں شامل ہو کر اپنے حقوق کو محفوظ کرنے کے قابل بن گئے ہیں۔ جدید ریفارم ملنے کے قبل ہم دونوں برہما مسلم اور ہندی مسلمان ایک ہی کشتی پر سوار تھے مگر خضر ریفارم نے ہمارے ہندی بھائیوں کو ساحلِ مراد پر پہونچا دیا مگر بیچارے برہمیز مسلموں کو منجدھار بحر مواج کے تھپیڑے کھانے کے لئے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ اور بقول شاعر۔

"بسانِ نقشِ پائے رہروِ کوئے تمنا ہیں
نہیں اُٹھنے کے قابل یاں پڑے لاچار بیٹھے ہیں"

اور قدیم مسلمانوں یعنی زیربادی رو انگیہ اور کمان قوموں کو اپنے تئیں خواہ مخواہ انڈین کہلانا اپنی ضمیر کا خلاف ہوتا ہے اور زہر قاتل گمان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ انڈین سے مراد ہندو اور مسلم باشندگان ہندوستان ہیں جن کے باپ اور دادا ہندوستان میں پیدا ہوئے اور عارضی طور پر برہما میں مقیم ہیں لیکن برہما برہمیز مسلمان (زیربادی روانگیہ میڈو اور کمان) تو دائمی باشندگان اور فرزندگان برہما ہیں جنھوں نے اپنے وطن پدری سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اس لئے وہ کیونکر انڈین جتا کر اپنے تئیں سیاسی خودکشی کریں۔ اور اب اُن کی یہ نازک حالت ہے جیسا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ ؎

اگر صد سال گبر آتش فروزد
وگر یکدم درو افتد بسوزد

اس لیئے اُن کا حامی اور مددگار بجز ذات پاک خداوند قدیر قدیم ورحیم کے کوئی نہیں ہے نہ راجگان اور نوابانِ ہند اُن کی حمایت کو آئیں گے اور نہ سلاطین و شاہان عرب ترکی مصر ایران اور افغان ان کی خبر برسی کریں گے اور کریں بھی کیونکر۔ جبکہ انھوں میں سے کوئی یہ بتا نہیں سکتا ہے کہ اُن کے اجداد اُن ملکوں کی کس کس بستی سے یہاں آ بسے تھے۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ کثیر التعداد قوم برہما چاہتی ہے کہ وہ مسلمان جن کی مادری زبان لباس اور نام برہمی نہ ہوں برہمیز یا برہما مسلم اور ارکانیز یا ارکانی مسلم نہ کہلائیں بلکہ وہ انڈین کے زمرے میں شامل کئے جائیں۔ لہٰذا جب تک گورنمنٹ بذر قانونی ڈفینشن مسلمانان برہما کے اس معاملے کا تصفیہ نہ کرے تو کوئی اس کا حل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالت کو سدھارنے اور کشتی اسلام کی رہنمائی کے لیئے اب اُن میں کوئی ایسا لائق تجربہ کار لیڈر اور رہنما نظر نہیں آتا ہے جس کو سارے مسلمانانِ ملک برہما اپنا کشتیبان تسلیم کر سکیں جس طرح ملکِ ہندوستان میں مولانا محمد علی شوکت علی۔ محمد علی جناح اور فضل الحق وغیرہ صاحبان ہوئے ہیں۔

فصل ہشتم

طبقۂ ششم

ہندی النسل جدیدیہ یا غیر مخلوط النسل مسلمان

غیر مخلوط النسل مسلمان وہ ہیں جو اب تک مذکورہ بالا طبقوں سے بذریعہ شادی بیاہ کے نہ ملے ہوں اور وہ ہندوستان کے صوبوں اور دیگر ممالک اسلامیہ سے یعنی عرب مصر ایران اور افغانستان وغیرہ سے بغرض تجارت زراعت صنعت وحرفت یا نوکری وغیرہ پیشے کے یہاں آبسے ہیں۔ اور اُن کو اپنے وطن پدری سے خاص تعلقات ہیں اور انھوں نے ملک پدری سے قطع تعلق نہیں کیا ہے اور اپنی کمائی کا کچھ حصّہ اپنے مکان بھیجا کرتے ہیں اور یہاں کو گویا عارضی قیام گاہ خیال کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ بہ نسبت قدیم ارکانی اور برہمن مسلمانوں کے زیادہ خوشحال اور فارغ البال ہیں کیونکہ یہ زیادہ محنتی ہوشیار اور لائق اور تجربہ کار ہوتے ہیں اور اپنے آبا و اجداد کے کاروبار اور طرز عشرت کو اب تک نہیں بھلایا ہے بلکہ احکام و ارکان شرع کی پابندی کا خوب پاس ولحاظ رکھتے ہیں۔ اور اس طبقہ کے کثیر التعداد مسلمان بنگالی۔ چولیہ۔ سورتی میمن مالاباری (میلہ) ہندوستانی پنجابی وغیرہ ہیں۔ جن کی کوشش اور مالی امداد سے ہزارہا

مدرسے اسکول اور مکاتب اس صوبہ میں قائم ہو چکے ہیں اور مسجدیں آباد ہیں اور اسلام کو قوت اور فخر حاصل ہے۔ گویا کہ انھوں نے کفرستان برہما کو جنت نشان بنا دیا ہے۔

سینکڑوں علما وفضلائے دین۔ حافظانِ قرآن۔ مشائخین کرام۔ اساتذہ اور ماہرینِ علم و فن صنعت وحرفت اور تجارت ہر دم تازہ بتازہ وارد ہو کر اسلام کو تقویت پہونچا رہے ہیں۔ چاٹگام کلکتہ اور مدراس کے ہر ہفتہ دار جہاز کے ذریعہ ہزارہا لوگ برہما میں آتے اور برہما سے واپس جاتے ہیں۔ جن میں سے ننانوے فی صدی مزدور پیشہ ہوتے ہیں۔

اس مقام پر چند فدایانِ قوم وملت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے برہما مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی زندگی اور مال کو نثار کیا ہے۔ چنانچہ جناب محمد ابراہیم یوسف کا کا صاحب سورتی مرحوم نے مسلمانان رنگون کی تائید سے سب سے پہلے مدرسہ اسلامیہ اینگلو ورنیکلر اسکول اور یتیم خانہ شہر رنگون میں قائم کر کے ہزارہا غریب لاوارث یتیم بچوں کو علوم دینی اور دنیاوی سے مستفیض کیا ہے جیسا کہ یہ خاکسار آپ کی ظلِ حمایت میں مدرسہ مذکور سے جماعت ہفتم انگریزی پاس کر کے نکلا تھا۔ اور اُس کے لائق مدرسین خصوصًا مولوی خورشید علی جونپوری سلیمان صغیر بی اے۔ مولوی شہباز خاں اور منشی محمد عظیم صاحبان کی نیک صحبت اور تعلیم و تربیت سے فیضیاب ہوا۔

اور جناب مولانا سلطان احمد صاحب پنجابی کی جانفشانی اور مسلمانان رنگون کی سخاوت اور تائید سے زینت اسلام اور شوکت

اسلام اُردو مدرسے رنگون میں قائم کیے گئے تھے۔ اور جناب دانش علی صاحب کی عرق ریزی سے اور مسلمانان برما کی مدد سے مدرسہ رونق اسلام اور یتیم خانہ معہ مسجد کا بمقام کنڈوگلے شہر رنگون میں بنیاد ڈالا گیا۔ جہاں سینکڑوں لاوارث مسلم طلبا تعلیم پاتے ہیں۔ اور اس کے متصل اب چند سال سے اردو ولیمینٹری ٹریننگ کلاس بھی قائم ہے۔ اور مسٹر محمد یوسف بھائی میاں صاحب سورتی نے اپنے سارے جائداد قوم و ملت کی بہبودی کے لئے نثار کر کے "بھائی میاں ہائی اسکول" بمقام لوٹا ٹنگ شہر رنگون میں قائم کیا تھا جو اب "مدرسۂ اسلامیہ ہائی اسکول" کے نام سے چلتا ہے۔ اور بی بی مریم صاحبہ اور مسٹر شبلی صاحب کی فیاضی اور حمایت اور مسلمانان رنگون کی تائید سے راندیریہ انیگلو ورنیکولر ہائی اسکول شہر رنگون مغل اسٹریٹ میں قائم ہوا۔ اور جناب سر عبدالکریم جمال صاحب مرحوم امیمن کی سخاوت فیاضی اور عالی ہمتی سے ملک برما اور ہندوستان میں سینکڑوں اسلامی مدرسے جاری ہوئے اور سب سے پہلے برما ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۰ء میں رنگون میں قائم ہوا جس میں بہت سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ حضرات ہندوستان کے شریک ہوئے تھے۔ اور اس کانفرنس نے مسلمانان برما کو خواب غفلت سے جگا دیا ہے۔ اور مسٹر رفیقی صاحب نے سب سے پہلے الرفیق پرچہ رنگون میں شائع کیا تھا۔

علاوہ بریں جناب اسماعیل مارکن صاحب مدراسی کی فیاضی اور عالی دماغی سے شہر اکیاب میں سب سے پہلے انیگلو اردو ورنیکولر مڈل اسکول قائم ہوا تھا مگر انگریزی ڈیپارٹمنٹ کو گورنمنٹ ہائی اسکول

اکیاب کے ساتھ ملحق کیا گیا اور اب صرف فری اُردو مڈل اسکول آپ کے نام میں آپ کے لائق فرزندان ارجمند نے قائم رکھا ہے۔

اور جناب امام اسماعیل صاحب ثاقب فہیمی کی کوشش اور حمایت سے اُردو مڈل اسکول بمقام قیم ممیا میں ۱۸۹۵ء میں قائم ہوا تھا جہاں اس کمترین نے جماعت ہفتم اردو ۱۹۰۷ء میں پاس کیا تھا۔

اور جناب اومیا نگ اور بھو کھائن صاحبان سٹڈولی کی جانفشانی اور سر عبدالکریم صاحب کی تائید سے مدرسہ سنت جماعت سوسائٹی اور مڈل اسکول کسنڈوے کا بنا ڈالا گیا۔ جس کا یہ کمترین عرصہ پانچ سال تک ہیڈ ماسٹر رہا۔ اور جہاں سے سکنڈری گریڈ مدرسی کا امتحان پاس کرنے کے بعد اُردو ایلیمنٹری ٹریننگ کلاس اکیاب کی ہیڈ ماسٹری کے عہدہ پر سنہ ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ نارمل اسکول اکیاب میں لایا گیا اور قریباً سات سال تک کے بعد پھر اپنے عہدۂ قدیمی پر مقرر ہو کر سنڈوے جانا پڑا جہاں سے سنہ ۱۹۲۶ء میں تھرڈ گریڈ پلیڈر شپ (وکالتی) کے امتحان میں شریک ہوا تھا۔

جناب اُدباؤ صاحب اور دیگر برہما مسلموں کی تائید سے مسلم انگلو ورنیکولر ہائی اسکول بمقام کنڈ جگلے رنگون میں قائم ہوا ہے علاوہ بریں مسلمانان رنگون کی کوشش اور حمایت سے اُردو اخبارات جیسا کہ "برہما مسلم" "شیر اور مجاہد" اور برہمی زبان میں "نیو لائٹ آف برہما" جاری ہوئے۔

اسلامی تعلیم کی ترقی کے باعث وہ مسلمان ڈپٹی انسپکٹران مدارس اُردو ہیں جنھوں نے بہ از وقت کوشش مآب برتما گئے

ہر گوشے میں جاکر عوام الناس کو تعلیم و تربیت کی ترغیب دلا کر کثیر التعداد
اُردو مدارس اور مکاتب قرآن خوانی اور دینیات کے لیے قائم کروائے
چنانچہ مسٹر محمد یوسف چھاپنیا صاحب ٹنگوئی سب سے پہلے ڈپٹی انسپکٹر
محمڈن اسکولز برہما سنہ ۱۹۰۰ء میں مقرر ہو کر برہما مسلموں کو خواب سے بیدار
کیا تھا اور اُن کا جانشین سنہ ۱۹۰۷ء میں جناب استاذی مولوی عبد الغفار
صاحب سالک اسلام آبادی سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ رنگون
ہوا۔ بعد ازاں سنہ ۱۹۱۱ء میں حلقہ ارکان کے لئے دوسرا ڈپٹی انسپکٹر
مسٹر اسد اللہ اسلام آبادی مقرر ہوا جن کی کوشش سے ارکان
میں بہت سے اُردو پرائمری اور مڈل قائم ہوئے اور اُردو ورنیکلر ٹیچرز
ٹریننگ کلاس گورنمنٹ نارمل اسکول اکیاب میں کھولا گیا جو سنہ ۱۹۲۶ء میں
بند ہو گیا۔ اور سنہ ۱۹۲۴ء میں مسٹر احسان الحق صاحب بی اے الہ آبادی تیسرا
ڈپٹی انسپکٹر مقرر کیا گیا۔ اب مذکورہ ڈپٹی انسپکٹروں کے پنشن پر جانے
کے سبب سے انھوں کے جانشین لائق فرزندان برہما ہوئے ہیں یعنی
مسٹر عبد الغفار صاحب ارکانی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی (علیگ)، مسٹر فیاض الدین
صاحب ارکانی بی اے۔ بی ٹی (علیگ) اور مسٹر ہارون ٹواگی۔ بی اے بی ٹی
فی الحال مشائخین کرام اور علمائے عظام کی تعداد جو بغرض ارشاد
و تبلیغ ملک برہما میں تشریف لایا کرتے ہیں بیشمار ہے مگر خصوصًا ذیل کے
ہستیاں قابل ذکر ہیں جنھوں نے بہت سے گمراہوں کو راہِ حق پر لایا ہے
اور تیرہ دلوں کو فیض روحانی بخشا ہے اور کفرستان برہما سے کفر و
ضلالت کی گھٹا دور کر رہے ہیں۔
(۱) سنہ ۱۹۲۲ء سے آنحضور فیضگنجور عمدۃ السالکین و زبدۃ العارفین و

(۱) [illegible]

قطب ارشاد پیرنا و مرشدنا جناب حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کھلوی دام فیوضنہٗ نقشبندی و مجددی خلیفہ اعظم شیخ المشائخ امام العارفین غوث زماں و قطب دوراں جناب حضرت مولانا شاہ محی الدین عبد اللہ ابو الخیر صاحب دہلوی فاروقی مجددی رحمتہ اللہ علیہ (جو کہ اولادِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی تھے) ضلع اکیاب بنگال اور آسام سے سرہند شریف تک برہما اور رنگون میں کثیر التعداد مسلمانوں کو فیوض و برکاتِ روحانی سے مستفیض فرما رہے ہیں اور اکثر علما و فضلا ارکان بنگال آسام اور الہ آباد وغیرہ آپ کے حلقہ بگوشاں ہیں۔ چنانچہ جناب مولوی عبد الشکور صاحب ارکانی (میورکلی) جو جو مولانا شاہ صاحب ممدوح کے خلیفہ اعظم ہیں۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب ارکانی تاجر۔ مولوی عبد الحکیم صاحب ٹنگفروی۔ مولوی عبد الجلیل و مولوی مخلص الرحمٰن صاحبان چاندباہی اور مولوی فضل الکریم و مولوی قاضی فضل احمد صاحبان میوہنگی اور مولوی جدّ الحسین و مولوی محمد اسلام صاحبان بنگالی اور مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب الہ آبادی اور مولوی ظہیر الدین صاحب بہاری وغیرہ آپ کے حلقہ بگوشاں میں سے ہیں۔

(۲) علاوہ بریں جناب حافظ حامد حسین صاحب نقشبندی مجددی اعظم گڑھی اور جناب سید عبد القادر صاحب مدنی قادری بھی یہاں آکر بہت سے لوگوں کو مرید کر رہے ہیں۔

(۳) اور خاندانِ عظامیہ کے مشائخ کرام و پیرانِ عظام نے شہر رنگون اکیاب۔ پیگو۔ منڈلے اور دیگر بلاد برہما میں اپنے

زاویے یا خانقاہیں قائم کیئے اور ذکر جلی راتب اور عربی میلاد شریف پڑھنا اس طریقۂ جدیدۂ عربیہ کا لازمی امر ہے۔ سینکڑوں گجرو ارکانی اور برہما مسلمان اس طریقت جدیدہ کے پیرو اور عاملان احکام شریعت بن چکے ہیں۔ اور برہما کا فرقۂ امرا قیام زاویہ اور اس کی ترقی کے لئے کثیر رقم روپئے نثار کر چکا ہے۔

فصل نہم

ضروری باتیں

(۱) ارکانی اور برہما مسلموں کے قومی نام اور اُن کی وجہ تسمیہ

قومی ترانہ

برہما ہی کیا پیارا اک گلستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ بوستاں ہمارا

ہر سو سے مار رہے ہیں بانگ مرغانِ سحری
باغ عدن بنا یہ کفرستاں ہمارا

خونِ جگر سے ہمنے کی اس کی آبیاشی
ہر برگ و گل ہے اس کا رطب اللساں ہمارا

اے زرد آباد برہما! ہے تجھکو یاد وہ دن؟
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

دکھن سے عرب آئے پورب سے آئے تاتار | پچھم سے آیا ہندی سیلِ رواں ہمارا
کیا ہم نے نہ کیا سر مشرق سے تا بہ مغرب | خاکِ نگانِ ارکان وہ قصہ خواں ہمارا
تاتاری تیر باری غوری کی گرز بازی | عربوں کی تیغ بازی قومی نشاں ہمارا
چشمِ فلک نے دیکھا کیا تھی ہماری قوت | تاریخ کے صفحوں میں بھی ہے بیاں ہمارا
سکہ ہمارا جاری تھا ارکان میں سلامے | سکوں پہ بھی تھا روشن کلمہ ایماں ہمارا
کھنڈر میں تیرے بت کے جا لے تو پوچھ اے زرہما | اسلام نے ہے چھوڑا کیا کیا نشاں ہمارا
اسلام و اہلِ اسلام ہرگز نہ مٹنے والے | سینے میں جب ہے قرآں کہ حرزِ جاں ہمارا
میڈ و کمان کیا ہے؟ زربادی رخامی کیا! | برہما کا یہ ہر قومی نام و نشاں ہمارا
برہما کے ہم مکیں ہیں برہما مسلم تو ہم ہیں | پیارا خلیل کو ہے ہر ہر جہاں ہمارا

واضح ہو کہ ملک برہما کے قدیم مسلمانوں میں سے جو قسمت ارکان میں رہتے ہیں وہ عموماً روہنیہ یا رواںگمہ۔ رخامی رخنگی یا روشنگی اور کمان کہلاتے ہیں اور جو لوگ شہر سنڈوے اور ارکان یوما کے مشرقی حصے میں سکونت گزیں ہیں وہ عموماً زربادی یا زیربادی۔ اَنوا (آوا یا آہوا مسلمان) اور میڈ و مسلمان کے نام سے مشہور ہیں۔ درحقیقت ارکانی اور برہما مسلموں کے قدیم قومی نام یہی ہیں جو صدیوں سے بولے جا رہے ہیں مگر افسوس اون کا ذکر نہ انڈیا ایکٹ میں کیا گیا ہے نہ برہما ایکٹ میں اور نہ مردم شماری کی رپورٹ میں بکمال صحت اور بوضاحت بتایا گیا ہے۔ لہذا واقفیت عام کے لئے اس مقام پر اون ناموں کی قدامت اور وجہ تسمیہ یکجا قلمبند کرنا ضروری ہے۔ اور وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) روانیہ یا رونگمیہ | اب ہمیں بنظر امعان اس امر کی تحقیق و تفتیش کرنا لازم ہے کہ کیوں ارکانی مسلمانوں کو علاوہ رخامی رخنگی

اور روشنگی کے روانیہ۔ رڈنگیہ یا رفانگی بولتے ہیں اور ان الفاظ کا مادہ اور وجہ تسمیہ اور تاریخی ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضرور کسی پرانے عمدہ لذیذ پھل کی گھٹلی ہے جو مدت مدید اور عرصہ نامعلوم تک مختلف صورتوں سے چبائے جانے کے سبب سے حال کی مبدل شکلوں میں نظر آتی ہے یعنی یہ الفاظ روانیہ یا روانگیہ یا روانگی در حقیقت عربی الفاظ رحمہ رحمیہ یا رحمی کے بگاڑے ہوئے ہیں جو نام اہل عرب نے لوئر برہما یا خلیج بنگال کے کنارے ملک کے لئے آٹھویں صدی عیسوی میں نامزد کئے تھے۔ (ہاروے صفحہ ۱۔ نیا رصفحات ۲۶۹ و ۲۷۰)

لیکن بمطابق مسٹر فایچ انگریز سیّاح کا تذکرہ بابت ارکان یوں ہے کہ "۱۵۸۵ء میں چاٹ گام راجہ روان (RUON) کا ماتحت تھا......"۔

علاوہ ازیں فی الحال چاٹ گام والے ارکان کو روحام۔ روان یا روانگ بولا کرتے ہیں اور شہر میونگ کو بھی روانگ بولتے ہیں اور ابھی ضلع اکیاب کی چند مسلم بستیاں جیسا کہ روانگیہ باڑہ قیوقتو اور شہر اکیاب میں، روانگیہ ڈنگہ (بوتھیڈنگ اور منگڈو میں) یوں مشہور ہیں اور دریائے نیمبو کے جوڑے دھانہ کو (جو جنیلی کے کنارے واقع ہے) دریائے رحمو یا رمّو بولتے ہیں۔ اب اس سے عیاں ہے کہ روحام۔ رحمو رمّو روانگ اور روان مبدل صورتیں ہیں لفظ رحمہ کی جس کا معنی رحم کیا گیا ہے اور جو عربی مصدر رحم سے آیا ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ بقول بزرگان یہ ہے کہ قدیم زمانے میں راجگان برہما اور ارکان نے مسلمانوں سے رحم کے ساتھ برتاؤ کیا تھا اس لئے متقدمین نے یوں نام دیا۔ اور اس ملک کے باشندے رحمی

یا رحیمہ کہلاتے تھے۔ مگر اس اصل نام رحمہ۔ رحمی یا رحیمہ کو خاص کر ارکانی مگوں اور چاٹ گام کے عوام الناس نے بگاڑ دیا ہے کیونکہ وہ لوگ "عبدالرحمٰن" کو بگاڑ کر عدذ روانگ یا روانیہ بولنے کے عادی ہیں۔

اور دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمانہ سلف میں رامری کو "راما ودی" سگو کو "رامانیہ" اور رنگون کے قرب وجوار کے کسی مقام کو راما نگر بلائے جاتے تھے۔ اور عربوں کی سماعت میں "رام یا راما" کا لفظ "رحمہ" معلوم ہوتا ہوگا اس لئے وہ یوں معرب کیا گیا۔

الغرض غالباً برہما مسلموں کا قومی نام تیرہویں صدی عیسوی کے قبل (یعنی تاماری فاتحوں اور ایرانی تجار کے برہما میں آنے کے قبل) اور ارکانی مسلمانوں کا پندرھویں صدی عیسوی کے قبل (یعنی غوری فاتحوں اور شاہ شجاع کی مغلیہ فوج کی آمد کے قبل) ضرور یہی واحد نام رحمہ یا رحمی تھا جس کو ہمارے برہما مسلم بھائیوں نے ترک کر کے فارسی نام زرباد ی یا زیر بادی اور برمی نام اَنْوَا اور میڈو وغیرہ نام اختیار کر لیا ہے اور ارکانی مسلمانوں نے حال کی بگڑی ہوئی صورت "روانگیہ" وغیرہ میں اب تک قائم رکھا ہے تاکہ ان کا اصل عربی نسل ہونے کا پتہ چل سکے۔

۲۔ رُخامی یا رُخنگی اور روشنگی

رُخام اور رُخنگ ضرور رکھائنگ یا رکھا پورہ سے مشتق ہیں جس سے مراد ارکان ہے اور ارکان کی وجہ تسمیہ صفحہ ۲۵ بالا میں دی گئی ہے۔ اور رخامی اور رخنگی سے ارکانی مراد ہے۔ کیونکہ ارکانی مگھی زبان میں "رکھائنگ پرے" اور برمی زبان میں "یکھائنگ پیپے" ملک ارکان کو کہتے ہیں اور "رکھائنگ یا یکھائنگ۔ رکھائنگی یا یکھائنچی" ارکانی کو بولتے ہیں۔ رکھا کا معنی کوئی مردم خور بولتا ہے

اور کوئی محافظ بتاتا ہے۔

مگر زمانہ سابق میں ارکان کو "دھنیا وڈی" (یعنی دھان کی دادی یا دھان پیدا ہونے والا دیس) بھی بولا جاتا تھا جو اب تک ادبی و مذہبی کتاب میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور تاریخ ارکان روشتنگ پنجالی اور سید شاہ علاالدین رحمہ اور دیگر مسلم مصنفین کی کتب میں ارکان کے نام "روشنگ اور روخام" دیئے گئے ہیں۔ بقولِ بزرگان ارکان کا رخام پڑنے کا سبب یہ بھی ہے کہ یہاں ایک قسم کی سفید دھات ملتی تھی جس سے چاندی نکلتی تھی۔ اور ارکان میں اس کو رخام بولا جاتا تھا۔ اور یہ بمطابق لغت کشوری عربی لفظ ہے جس کے معنی پتھر سفید اور نرم ہے اس لئے ارکان کو رخام یعنی چاندی کا دیس بولا جاتا تھا اور برہما کو زرکیاد یا سونے کا دیس کیونکہ وہاں سونا بکثرت ملتا تھا۔

چونکہ چاٹگام اور ارکان میں بعض بستیاں روشنگری اور روشنگیر اٹگ یا روشن بیں کے نام سے موسوم ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بنگالی نے سلطان نصرت شاہ کے عہد سے ارکان کو روشن یا روشنگ نام دیا ہوگا۔ جس کے باعث تاریخ ارکان "روشنگ پنجالی" (یعنی ارکان کی تاریخ منظوم) کے نام سے موسوم ہوا۔ کیونکہ نصرت شاہ کی یادگار تالاب وغیرہ چاٹگام کی روشنگری بستی میں موجود ہیں اور ارکان کے شہر میوہاؤنگ میں اوسی کا نام کندہ ایک پتھر ہے۔ اس کا سبب بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہے۔

لیکن سرکار انگریزی نے انیسویں صدی عیسوی کے فارسی اسناد (سرٹیفیکیٹ اور پٹے جس سے کیونگ یعنی گاؤں کا تحصیلدار اور زمیندار

مقرر کیا جاتا تھا، اور فارسی خط و کتابت میں ارکان کو رخنگ استعمال کیا ہے اور مسٹر روبرٹسن کے مصنفہ "فرسٹ برہمیس وار کے سیاسی واقعات" میں ریکان (RECON) ارکان کو اور "رخنگی" ارکانی کو نامزد کیا گیا ہے۔

مذکورہ بیانوں سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب پندرھویں صدی عیسوی سے ہندی مسلمان رفتہ رفتہ ارکان میں سکونت گزیں ہوتے گئے تو انھوں نے لفظ رکھائنگ پر فارسیت کے رنگ چڑھا کر اُسے مختلف صورتوں میں ضرور استعمال کیا تھا جن کی پیروی کرتے ہوئے ارکانی مسلم شعرا اور علما نے اپنی تصانیف میں رخام، رخنگ اور روشنگ کا زمانہ کے تغیّر و تبدّل کے مطابق استعمال کیا ہے۔ مگر باوجود اس قدر انقلابات اور حوادث زمانہ کے لفظ "رحمی" نے اپنی قدرتی قوت کو بگڑی ہوئی صورتِ حال "روانیہ یا روانگیہ" میں قائم رکھا ہے کیونکہ عوام الناس کے روزمرّہ بول چال میں یہی لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

(۳) زرباد ی فی الحال برہمی زبان بولنے والے مسلمانوں کو کوئی زربادی بولتا ہے اور کوئی زیربادی۔ اور برہمی زبان کی تواریخ "کونبنگ سٹ" اور "مہاراجوین" میں کلا بیو۔ پاسی (فارسی) برہما مسلموں کے نام دیئے گئے۔ مگر عوام الناس تو عموماً زیربادی ہی بولا کرتے ہیں۔ بلکہ سرکاری دفاتر میں بھی یہ لفظ رفتہ رفتہ جگہ پا رہا ہے۔ مگر ہمیں اس امر کی تفتیش کرنی لازم ہے کہ تاریخی حیثیت سے کونسا نام اصل قدیم فصیح اور صحیح تر ہے اور اس بارے میں اس کمترین ناقص الفہم کی ذاتی رائے حسبِ ذیل ہے۔

درحقیقت زربادی اور زیربادی یہ دونوں فارسی الفاظ ہیں۔

اوّل الذکر زر آباد سے نکلا ہے جو زر (سونا) اور آباد (دیس) سے مرکب ہے اور تخفیف کے لحاظ سے آ محذوف پڑا ہے اور اس سے سونے کا دیس "برہما" مراد ہے۔ اور ثانی الذکر زیر آباد سے آیا ہے جو زیر (نیچے) اور آباد (دیس) سے مرکب ہے اور تخفیف کی رو سے آ محذوف ہوا ہے۔ اور اس سے مراد "لوئر برہما" یا نیچے برہما کا دیس ہے۔ جس کو برہمی زبان میں "آوک پییے" یا "آوک میانمہ پییے" بولا جاتا ہے۔ اصول کی رو سے اول الذکر سارے برہما کو کلیتہً حاوی کرتا ہے اور ثانی الذکر جز ہے جو کل پر حاوی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور لوئر برہما ہی تک محدود ہے۔

اگر ہم بغور تعمق مقابلہ اور مواخذہ کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں بیشک یہ پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت زر آباد یا زریاد صحیح ترجمہ ہے سنسکرت اور پالی لفظ سُوَرنَ بھُومی یا سُبَرن بھومی کا۔ سورن یا سبرن بمعنی سونا اور بھومی بمعنی زمین یا دیس ہے جس سے "میانمہ شوے پییے ڈو" یعنی زر آباد ملک برہما مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ سُبَرن بھومی کا ذکر گوتم بدھ کے حالاتِ زندگی اور دیگر بدھ مذہب کی کتب جٹا کا وغیرہ میں کیا گیا ہے اور برہمی تاریخ۔ ادب اور راجگان برہما کے خط و کتابت اور اخبارات میں بھی پایا جاتا ہے (دیکھو راجہ برہما کے خطوط سفارت آوا ہیں)

علاوہ ازیں لاسن نامی فرنگی جغرافیہ داں نے ٹولیمی کے نامزدہ "خریسے" کو تھاٹھوں اور پیگو کا علاقہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ لغت میں خریسے کا معنی سونا ہے اور تھاٹھوں تلائن زبان میں سونے کو کہتے ہیں۔ جو خریسے کا ہم معنی لفظ ہے اگلے زمانے میں تھاٹھوں اور پیگو بڑے بندر شہر تھے جہاں سے سونا دساور کو جاتا تھا اور عرب ایرانی اور فرنگی تجار اور

سیاح وہاں آتے تھے بلکہ وہاں بغرض تجارت بستے تھے۔ جنھوں نے اپنی اپنی زبان میں ضرور اس ملک کا نام یوں صحیح ترجمانی کر کے دیا تھا۔ مگر وہ سونا یہاں نہیں ملتا تھا بلکہ چین کے مغربی علاقہ یونن وغیرہ سے یہاں آتا تھا اور خود آپر برما کے بعض مقامات میں سونا ملنا جغرافیہ سے بھی ثابت ہے۔ و نیز سفرنامہ سر مارکو پولو جلد دوم صفحہ ۱۰۱ میں ملک "زردندان" کا ذکر ہے جس کا محل وقوع بمطابق نقشہ مارکو پولو یونن اور بھامو کے درمیان ہے اور جس کو تاتاریوں نے سنہ ۱۲۷۲ء میں برما سے چھین لیا تھا (دیکھو صفحہ ۸۰ بالا میں) اور صوبہ زردندان کی وجہ تسمیہ مسلم اور فرنگی مؤرخین رشید الدین اور یار وغیرہ یوں بتاتے ہیں کہ یہاں سونا بکثرت ملتا ہے اور یہاں کے لوگ اپنے دانتوں پر سونے کے خول بطور زینت لگاتے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ چونا اور کتھا کو پان کے ساتھ چبا کر یہاں کے لوگ اپنے دانتوں کو سرخ یا سنہرے رنگ کے بناتے ہیں جو رواج ہند چینی میں عام ہے۔ اس لئے اس ملک کا نام "زردندان" پڑا ہے"۔

مزید برآں فی زمانہ برما لوگ لفظ شوے یعنی زر کا استعمال محبت پیار اور عزت کے موقع پر کرنا کمال فصاحت بلاغت اور فخر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ منڈلے شوے میو ڈو (سنہرا شہر منڈلے) شوے پَلِنڈو (تخت زریں) اور شوے ڈگون (سنہرا بتخانہ) وغیرہ۔ اس لئے زر بادی سے سنہرے دیس والا مراد ہے۔

اب امور مذکورہ بالا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی سے فارسی زبان بولنے والے مسلمانوں یعنی تاتاری مغل وغیرہ

کے برہما میں آنے کے سبب سے زیرباد اور زیربادی کا استعمال ملک برہما اور اہل برہما کے شان میں ضرور کیا تھا بلکہ راجگان برہما اور ارکان کے دربار میں برہمی مگھی فارسی اور عربی زبانوں سے ماہر و کامل مترجمین موجود تھے جنھوں نے مسلم فرزندان برہما کے صحیح نام زربادی کی ترجمانی میں ضرور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا جو شبرن بھومی کا ہم معنی تاریخی نام سے منسوب ہے۔ اس لئے برہما مسلموں کو اکثر لوگ زربادی بولتے ہیں مگر قریباً چھ سو سال کی مدت دراز میں لفظ زربادی نے اپنی اصلی صورت بدل کر زیربادی کی شکل پکڑلی ہے جو غلط عام فصیح الکلام بن رہا ہے۔

اب اس سے عیاں ہے کہ لفظ "زربادی" برہما مسلموں کا زیادہ قدیم اصل اور فصیح نام ہے بہ نسبت زیربادی وغیرہ کے۔

(۴) زیربادی | اوپر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ درحقیقت زیرباد سے لوئر برہما مراد ہے اور زیربادی سے لوئر برہماوالا۔ جو سارے برہما اور اہل برہما کو کلیتہً ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ اب ہمیں دوسرے پہلو سے تحقیق و تفتیش اور مواخذہ دیکھنا لازمی امر ہے کہ تاریخ کے رُو سے اس کا مادہ اور وجہ تسمیہ کیا ہے اور کس حد تک اس کی صحت ہو سکتی ہے؟

یوں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیرباد موسمی ہوا کا نام ہے جس کے ذریعہ سے تجارتی جہاز برہما میں آتے جاتے تھے۔ اور ایرانی مسلمان سوداگروں نے یہ نام رکھا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ زیرباد بگاڑا ہوا لفظ "زباہ" یا زباج کا ہے جو ملایا کا ایک مقام ہے جہاں سے عربی نسل مسلمان برہما میں آکر بسے تھے۔ مگر بجز کتب خصائص کے ملک زیرباد کا ذکر کسی

تاریخ برہما میں پایا نہیں جاتا ہے۔ ہاں بیشک ارکان کی لکھی تاریخ اور روشنگ بیجالی نامی بنگالی تاریخ میں اس لفظ زیر بادی کا ہم معنی نام آوگ تھا۔ دیا گیا ہے جس سے مراد برہما قوم ہے یعنی برہمی زبان بولنے والے لوگ جن میں مسلمان اور بدھ دونوں شامل ہیں۔ آوک بمعنی زیر اور تھا بمعنی آبادی ہے اور ارکانی لوگ اب تک اون کو یوں پکارتے ہیں۔ کیونکہ برہما کے بہت پرانے راجدھانیاں بھار یکھیترا اور پیگان وغیرہ کی محل وقوع ارکان کے دارالحکومتوں کے نیچے کے عرض البلد پر واقع تھیں جہاں سے برہما قوم نے رفتہ رفتہ شمال کی جانب چل کر آوا منڈلے اور آمرپورہ میں پایہ تخت بنایا تھا جو دراصل قوم شان کے مقبوضات تھے۔

علاوہ ازیں اوصی زمانے کے تلائن اور مسلمان لوگ جو پیگو تھاٹھوں اور مرتبان وغیرہ میں رہتے تھے وہ بہ نسبت برہما قوم کے زیادہ تہذیب یافتہ اور علوم وفنون میں اعلیٰ پایہ کے تھے جب برہموں نے ملک تلائن کو فتح کیا تھا تو اون تلائن اور مسلمانوں کو جبراً پکڑ کے اپر برہما میں لاکر بسائے گئے جو اوپر کے صفحہ ۲۲، ۵۳ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ بیشک وہ لوگ وہیں جاکر اپنی شرافت اور تہذیب کے امتیاز کے لئے فخریہ اپنے تئیں زیر بادی (نیچے دیس والا) ضرور جتاتے تھے۔ جو کہ ان کا شایان شان تھا۔ مگر بعض لوگ اپنی اپنی بستی کے نام سے بھی موسوم ہوئے جیسا کہ آنوا (آوا) اور میے ڈو مسلمان۔

اس وقت لفظ زیر بادی کو بعض لوگ تحقیر آمیز خیال کرتے ہیں خصوصاً ارکان کے مگ لوگ اپنی پڑوسی فاتح قوم برہما کو اپنے قدیمی بغض وعناد کے سبب سے یوں بلایا کرتے ہیں۔

لہٰذا اوپر کے بیانوں سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ تاریخی حیثیت سے لفظِ زیربادی اصل قدیم اور فصیح تر ہے اور زیربادی نسبتاً جدید اور غیر فصیح ہے۔

میڈو میے ڈو یا میڈ ددر حقیقت ضلع شوبیو (اپر برہما) کا ایک بڑا شہر ہے جو یونن منی پور اور ارکان کے درمیان واقع ہونے کے سبب سے بڑی فوجی چھاؤنی بنا ہوا تھا جس کو قبلہ خاں کے سپہ سالار نصیرالدین نے ۱۲۷۷ء میں فتح کر لیا تھا۔ اس لئے وہاں رفتہ رفتہ مختلف اوقات میں مختلف مقامات کے مسلمان (عرب ترکی ایرانی ہندی اور ارکانی) جا کر بسے تھے یا لبسائے گئے تھے جو اوپر کے صفحات ۵۳ و ۵۴ اور ۹۳ کے بیانوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اس شہر کی قوت بازو پر عالم پھیہ اور دیگر راجگان برہما نازاں تھے۔ کیونکہ ہر مشکل مہم اور نازک وقت میں یہاں کے مسلمان بڑے کارآمد اور فتحیاب ثابت ہوتے تھے۔ اس لئے یہاں کے قدیم مسلمان اپنے تئیں فخر کے ساتھ "میے ڈو" کہلاتے تھے اور ان کی اولاد اب تک اسی نام سے مشہور ہیں۔ گو کہ برہمی تاریخ میں وہ کلا بیو وغیرہ نام زد کئے گئے ہیں۔ جو اب متروک ہو چکے ہیں۔ اس لئے "میڈو" برہما مسلموں کا ایک معزز قومی نام ہے جو شہر میڈو کی مسلم جنگی قوم سے منسوب ہے۔

بمطابق برہما مسلموں کے قدیم حالات کے اِس خاندان کے بزرگ بانیانِ شہر میڈو قاضی شوے وا۔ قاضی شوے ڈون۔ قاضی پنثوا۔ قاضی میانچی۔ من سیہا لا من نمیو گو تڈ ریٹ۔ من نوا ہیرہ اور مِن نانورہ تھے جو سنہ ۹ سنہ برہمی بمطابق سنہ ۱۵۴۷ عیسوی میں شہر

آوا کے راجہ سنے کے عہد میں تین ہزار ارکانی مسلم مہاجرین کے ساتھ یہاں بسے تھے۔ معلوم ہو کہ ملک برہما کے پچیس شہروں میں سے بارہ مقامات میں وہ ارکانی مہاجرین بسائے گئے تھے۔ یعنی ٹنگو یمیدین۔ سیگرن۔ سنگہٹو۔ پنگڈلے۔ یومی۔ سین تھا۔ سٹیٹرا۔ میڈو۔ ڈپیرن اور تفکسوبے۔ (برہما مسلموں کے قدیم حالات از سیا پھوچے صفحہ ۳۰ تا ۴۲) جس کا بیان صفحہ ۱۵۰ بالا میں کیا گیا ہے۔

(۴) ملک برہما کی حکومت

(۱) راجگان برہما کے طرز حکومت

علاوہ "اِنشے مِنْ" (ولیعہد سلطنت)، "اَمَتْ جی"۔ (وزیر اعظم)، وُون یا وُنجی (وزرا یا اعلیٰ افسران) وغیرہ کے راجگان برہما کی حکومت کے لئے حسب ذیل افسران مقرر کئے جاتے تھے۔

(۱) بُوئِین (Bo.. BIN) نواضلاع کا گورنر یا حاکم اعلیٰ ہوتا تھا جس کو راجہ منڈون کے عہد حکومت میں "بِتے وُنڈ و مھو ونا تھنگا میودون منجی مہا وُنگا دُنگ جو سوا" شاہی خطاب یا اعزازی نام ملتا تھا۔ اور وہ ایک ڈویژن کا اعلیٰ حاکم عدالت دیوانی اور فوجی افسر بنتا تھا۔

(ب) اُس کا رکن یا مددگار ایک سکریٹری یا ناظم ہوتا تھا جس کو "کیا کنگ سایے جی" کہتے تھے۔ وہ سارے احکام وُنڈومھو کی اجازت سے نافذ کرتا تھا اور عدالت اور فوجداری مقدمے کی سماعت کرتا تھا۔

(ج) وُنھتو ایک افسر ہوتا تھا جو وُون اور سوبوا کے ماتحت مقرر کیا جاتا تھا

(د) میو وُدن کسی خاص شہر کے حاکم اعلیٰ کو کہتے تھے جس کا رتبہ ونڈو وُ دھو کے نیچے ہوتا تھا۔ شہر کے باہر اس کا حکم نہیں چلتا تھا اور وہ عدالت اور فوجداری مقدمے کا فیصلہ کرتا تھا اور خراج شاہی بھی وصول کرتا تھا۔

(ہ) مِن تَیتُو اعلیٰ فوجی افسر (سپہ سالار) کو کہتے تھے جو وُنڈو وُ دھو کے ماتحت ہوتا تھا۔

(و) مِین سایئے تشی سے ذرا اعلیٰ رتبہ کا اور مِن تیتو کے نیچے درجہ کا افسر تھا جس کو عدالت و فوجداری اور وصول خراج اور محصولات کا اختیار یا مجاز تھا۔

(ز) مِن گاؤنگ نیچے درجے کے افسران ہوتے تھے جن کو عدالت دیوانی اور فوجداری اور وصول خراج کا مجاز تھا۔

(ح) میو تھوجی۔ شہر کے حاکم کو کہتے تھے۔

(ط) تھوجی۔ تھجی یا یو اتھجی (ارکانی رواسو گری کہتے ہیں) یا ژجی تھاجی بستی کے حاکم کو کہتے تھے۔" (آیر برہا گزیٹیار حصہ دوم جلد سوم صفحہ ۱۳۶)

(۲) انگریزی حکومت

۱۸۲۹ء سے سارا ملک برہا سرکار انگریزی کے قبضے میں آگیا اور ۱۹۱۹ء سے قبل اس کی حکومت کے لئے ایک حاکم اعلیٰ والسرائے ہند کے ماتحت مقرر کیا جاتا تھا جس کو لفٹنٹ گورنر کہتے تھے۔ اور اس کی مدد اور مشورہ کے لئے ایک کارکن کونسل (مجلس قانون ساز) ہوتا تھا لیکن ۱۹۱۹ء سے ڈائرکی حکومت قائم کی گئی اور بجائے لفٹنٹ گورنر کے ایک گورنر حاکم اعلیٰ والسرائے ہند کے ماتحت متعین کیا گیا جسکی تائید اور مشورہ کے لئے ایک سو تین ممبروں کا ایک کونسل (مجلس واضع قوانین) منتخب کیا جاتا تھا اور دو وزرائے محکمہ

جنگلات اور سررشتہ تعلیم وغیرہ کی نگرانی کے لئے مقرر کئے جاتے تھے۔ گورنر کے ماتحت آٹھ کمشنر (جو ہر ڈویژن کا حاکم اعلیٰ ہے جس کو وون تھڈونجی کہتے ہیں) اور بیالیس ڈپٹی کمشنر یعنی نائب کمشنر یا جج (جس کو ہر ضلع کا حاکم اعلیٰ یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا "ایرے بائنگ" من کہتے ہیں) مقرر کئے گئے ہیں علاوہ ازیں ہر سب ڈویژن کی حکومت کے لئے ایک سب ڈویژنل افسر یا مجسٹریٹ (جس کو "نے بائنگ ویزن تھک من" کہتے ہیں) اور ہر ٹوون شپ کے لئے ایک ٹوون شپ افسر یا مجسٹریٹ (جس کو "میوک" کہتے ہیں) اور ہر بڑی بستی یا چند چھوٹی بستیوں کی حکومت کے لئے ایک ایک ہیڈ مین (جس کو تھجی یو تھوجی یا ردا سوگری کہتے ہیں) منتخب کئے جاتے ہیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ سب ڈویژنل مجسٹریٹ۔ ٹوون شپ مجسٹریٹ اور ہیڈ مین حسب قانون علاوہ خراج یا محصولات وصول کرنے کے فوجداری اور عدالت کے بعض مقدموں کی سماعت کرتے ہیں۔ مگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور کمشنر اپیل کے مقدمے بھی فیصلہ کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے عدالت گستری کے لئے ۱۹۲۲ء میں شہر رنگون میں ہائی کورٹ قائم کیا گیا ہے جس میں جج مقرر کئے جاتے ہیں اور ہائی کورٹ کے ماتحت ڈسٹرکٹ اور سیشن جج ہر ڈویژن میں متعین ہیں۔ جس کے ماتحت ایڈیشنل یا اسسٹنٹ سیشن جج۔ سب ڈویژنل جج اور ٹوون شپ جج مقرر کئے جاتے ہیں۔

لیکن گول میز کانفرنس لندن اور سائمن کمیشن کی سفارشی رپورٹ پر برٹش پارلیمنٹ نے ۱۹۳۶ء سے برما کو ہندوستان سے علیحدہ دسپارٹین کیا ہے اس لئے موجودہ حکومت برما کے لئے ایک گورنر مقرر

کیا گیا ہے جس کے ماتحت اٹھانوے محکمے حوالہ کئے گئے ہیں۔ اور دو مجالس قانون ساز منتخب ہوتے ہیں۔ اور اُن میں سے سات محکمے خاص گورنر کے اختیار میں اور باقی اکیانوے محکمے اہل برہما کے اختیار میں دیئے گئے ہیں یعنی ایک سو تیس منتخب شدہ اناسی ممبروں (لوگوں کے نمائندوں) کے ماتحت ہیں۔ اور اُن ممبروں میں نو وزراء جن میں سے ایک وزیر اعظم ہوتا ہے، اور نو سکریٹری ہی تنخواہ پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور ان اناسی ممبروں کی جماعت کو لوئر ہاؤس (خانۂ زیرین) کہتے ہیں۔ علاوہ اس کے گورنر کی تائید اور مشورہ کے لئے ایک ہوم ممبر اور چھتیس ممبران اَپر ہاؤس (خانۂ بالا) کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔

محکمے جو گورنر کے خاص اختیار میں ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) محکمۂ جنگ (۲) محکمۂ دینی عیسائیت (۳) محکمۂ ریاستہائے دیسی اور سرحدی صوبجات (۴) محکمۂ کرنسی اور سکہ جات (روپیہ پیسہ اور نوٹ کاغذ وغیرہ بنانا) اور تبادلۂ سکہ جات (ایکسچینج) (۵) محکمۂ تقرر افسران اور (۶) محکمات تعلقاتِ غیر ملکی۔ بنک۔ ریلوے تار برقی تجارت اور مدافعت فوجی (بری بحری اور ہوائی)

مگر معلوم ہو کہ جب اہل برہما خوب لائق سلطنت کے بن جائیں گے یہ محکمے بھی رفتہ رفتہ اُن کو حوالہ کر دیئے جائیں گے۔ مگر اس مقام پر ہم سارے ارکانی اور برہما مسلم فرزندان برہما کو بہت حسرت حیرت اور غیرت کی نگاہ سے دیکھنا پڑتا ہے کہ قلیل التعداد اقوام۔ یعنی کرین کے لئے بارہ ۱۲ نمائندے اہل ہند (انڈین) کے واسطے آٹھ ۸۔ اینگلو برہمن کے لئے دو ۲ اور یوریپین (فرنگی) کے واسطے تین نمائندے مخصوص

کر دیئے گئے ہیں اور باقی ایک سو ستائیس جنرل کنسٹی ٹیونسی کے لئے جس میں کثیر التعداد قوم برہما ہے۔ اور برہما مسلموں اور ساد کانی مسلموں کو خاص نمائندگی کا حق نہیں ملا ہے۔ اور وہ گویا فٹ بال کے گیند بنے ہوئے ہیں۔ گوکہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے اُن کی تعداد قریباً چھ لاکھ تھی اور ۱۹۴۱ء میں بھی قریباً یہی ہے۔ یعنی وہ برہما میں پہلے درجے کی قلیل التعداد قوم ہیں۔ (۱)

(۳) مادرِ برہما کو فریادِ برہما مسلم

برہما ماتا! اے ہماری جانِ جاں!
خوبصورت پاک طینت تو تو ہے
دلربائی میں تو یکتائے زماں
تھے ترے شیدائیاں خاقانِ چیں
مہر و انجم بھی ترے حلقہ بگوش
کیا حفاظت تیری ہے قدرت نے کی!
کیا پہاڑ تیری بنے ہیں اوڑھنیاں!
زیبِ تن تیرے ہیں گل اور سبزہ زار
کرتی ہے پنکھا تجھے بادِ نسیم

چھوڑ کر تجھ کو چلیں ہم تو کہاں
چشمۂ فیض اور برکت تو تو ہے
ہے محبت تجھ سے سب کو بیگماں
اور شہنشہِ ہند و انگلینڈ بایقیں
پاسبانی کرتے ہیں وہ نوش پوش
سر فلک کو وہ سمندر رستے کی
چوم رہا ہے بحر تیری ایڑیاں
کیوں نہ ہو خلق اللہ تجھ پر جاں نثار
کرتی ہے دلشاد بھی بادِ نسیم

نوٹ:۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کی سرکاری رپورٹ شائع نہیں کی گئی ہے

ابرِ رحمت تجھ پہ لاتا ہے خدا — سیر وہ عالم کو کرتا ہے سدا
ہیں وہ لبریز ندیاں تیری رگیں — کہ ازل سے گاتی تیرے گیت ہیں
کیا مقدس نہر ہے ایراودی — ہے رواں تیرے جگر میں وہ ندی
تیرے سینے میں نہاں ہیں سیم و زر — اور یاقوت لعل و گوہر سربسر
گود میں تیری پلے صدیوں سے ہم — ساتھ تیرے دوسرے بچوں کے ہم
تیرے بچے ہیں مسلمان بھی کوئی — کوئی تو بدھ اور کرسٹان بھی کوئی
مسلم و بدھ ہیں تیری دو پتلیاں — جن سے دیکھی تھی صواب و غلطیاں
یا وہ دونوں ہیں ترے دو دست و پا — کر رہے ہیں بندگی تیری سدا
پر "انا الموجود لا غیری" کا دم — بھر رہے ہیں اہلِ بدھ اب بیش و کم
برہما مسلم ہم ہیں تجھ سے باوفا — کیوں بلائے جاتے ہیں اب ہم کلا؟
برہما مسلم بندگانِ خستہ حال — پی رہے ہیں خونِ دل ہو کر ملال
پیار سے پالتی تھی تو ہم کو یہاں — وہ ہماری قدر و عزت ہے کہاں؟
تھے ہمارے قدرداں خرد و کلاں — راجگانِ برہما و ارکان بھی یہاں
ہم تناصرین سے تو تا ارکان بسے — اور پیگو سے تا زرد و ندال بسے
چپے چپے پر جبیں کا ہے نشان — وہ پرانی مسجدیں اور بدر مکاں
فوجِ عربی اور ہندی میں تھے ہم — فوجِ برّی اور بحری میں تھے ہم
تیری حرمت میں تھے ہم تو کٹ مرے — تا سیام و شان و آسام جا لڑے
لڑ چکے ہیں ہم بہر آزادی تری — واسطے تیرے لڑیں گے ہر گھڑی
ہے ہمارے خون آلود تیری خاک — اُس کا خود شاہد ہے تو اے ارضِ پاک
ہم کو اب یہ عرض کرنا اشتیاق — "اپنے بچوں کو تو رکھ با اتفاق"
ہے خلیلِ کمترین کی یہ دعا — سب مسلمانوں کو خوش رکھ اے خدا

(۴) تعلیمی حالات

معلوم ہو کہ انیسویں صدی عیسوی کے قبل سارے ملک برہما کے مسلمانوں کی دینی تعلیم کی حالت ویسی تھی جیسی کہ دیگر بلاد اسلامیہ میں رائج تھی یعنی مساجد مکاتب اور مدارس میں دیسی زبان سے ماہر کامل معلمین خواندکاران یا ملاجی صاحب بلاتنخواہ یا با تنخواہ قرآن مجید اور دینیات وغیرہ لبطرز صوت اور سبیں و بخوان حتی الامکان اکبری[1] اصول تعلیم کی پیروی کرتے ہوئے پڑھایا کرتے تھے۔ مدت معینہ میں قرآن شریف ختم کرانے کے بعد دینیات کے ضروری مسائل کو بصورت نظم اور نثر پڑھانے کے علاوہ فاتحہ خوانی۔ زیارت خطبات جمعہ عیدین اور نکاح عربی مولود شریف اور دعوات مرگ مناجات وغیرہ بھی سکھائے جاتے تھے۔ بریں غرض علمائے متقدمین برہما اور ارکان نے برہمی یا مگھی اور ارکانی مسلم زبان میں لکھی ہوئی کتب دینیات فقہ اور تصوف وغیرہ جیسا کہ مراۃ لکوتین اور خلاصتہ الفقہ (برہمی یا مگھی میں لکھی ہوئی) کیدانی تحفۂ نصیحہ اور سراجیہ وغیرہ (عربی حروف میں) کو ترجمہ کرکے دینیات وغیرہ کے بحر محیط کو کوزے میں بھر دیا ہے جن کو پڑھ کر عوام الناس اب تک اس سے ہدایت پذیر ہو رہے ہیں۔

اس مقام پر مشہور علمائے ارکان کی تصانیف سے چند نمونے عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو قدیم ارکانی مسلمانوں کی رسم تحریر کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

(۱) چنانچہ سید شاہ علاول رحمہ اپنی تحفۂ نصیحہ میں لکھتے ہیں:۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم — قُرآنِ نَبی شَیرِ عَجی دِیھا عَشِیم
بَرھِیرِ مِھیا آگے کرھوں عَقَل — نَرِ وَنَس آعادی ہر جَن ز اھار
شُنُو پرِے آکاش تھاپِیے تھَمبَر بِنُو — دَرکا شِنیے آکاشِ تَخترِ دُشتی یا لُو
النجم گرھو عرشِ مَحَت دِلیے جَتو — کَھینے قَفارِ کِھو شِنکا آسِیے کَتو

[1] شہنشاہ اکبر کے نصاب تعلیم جو قدیم زمانہ میں رائج تھے۔

یاک کنگور اپنے تہاکی جدی فکی بو ۔ دیشی دیشی عیش ہم اوڑے نواتن
بیذ تو دعتی تیبو عتی مشغب ہاپئے ۔ جاری شط بسن مے کنگور لا غوبائے
حیض نفاس جدی تیتن و کینا ھعے ۔ کان عور رنگ کیبا دہ یدار نسعے

(٢) مولانا عبد المطلب صاحب ارکانی کیدائی میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

شکل بیشید اگیا کمیبسے نتعے ۔ یلک شمس ت بستو شط چندر ھعے
مشروعہ شحسنی وتین شط تیج دش ۔ تاتے فرض یلک شط جو سابط فرتش
واجب جندر شط تو اشی جا نیبا ۔ متت شطلک ار تو سائط یاسا
بستو شط ایربان مستحاب صحی ۔ غیر مشروعہ بید شط بان اتسی
لے سعے سلیش تاتے مباح ھعے شرد ۔ زوع شط اربان اسعے مگر وہ
چند دہقط ستیش حرام یرتا یک ۔ مقید شطک چندر شون یک یک

حد لینر اوی تسھل شہادت ۔ لاڈی یار اگیا دیسے کر اشارت
تقار راویہ تارے نبشل کہ یسے ۔ ابو حنیفاء تارے حرام کھیسے

(٣) اور مولانا اسماعیل صاحب ارکانی اپنی سراجیہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

سراجی شفیہ یاکو کنجیت لوز یا ۔ جنی اسماعیل کھے یہ تھوکے بھانیا
جرتا ہیو بابر کتھا متون ہما سعے ۔ میر اتو حصہ جان سعے مت ھعے
یرمت دوئی حصہ ھنتے یلک پاسے ۔ دہ راتبت جاری ھنتے یک حصہ لعے
کتو نیتے اشط حصہ ھعتے یک لیئو ۔ جترت تین ھنتے دوئی بھاگ لیئو
یتیمت تین بھاگ زیدہ بھاگ ھعے ۔ ششتمت سعے عنفشہ یک عنقش لعے

شفقت باپ جیہی رہیت ٥ شولر نیلے دیا جیت ٥ خصیمے پائب جیی ریت ٥
تھا کیلی شوتا شوت ٥ ار جان نکو تر شوت ٥ تب عزدیا ئیب نسعے ٥
ار یک مت لو لے ٥ جدی یتو کنتا ھعلے ٥ یا ئینت چاری ھتے یک ٥

الغرض اسی طرح دینیات کے مسائل کو اپنی مادری زبان میں

سیکھ ایک شخص اچھا خاصہ عالم یا خواندہ کار بن سکتا تھا۔ مگر اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے فارسی عربی اور اردو کی کتب درسیہ عربی مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھیں علاقہ کیوتھو اور منگڑو وغیرہ میں ایسے مدرسے جا بجا قائم تھے جہاں اکثر طلبا مدت قلیل تک عربی اور فارسی سیکھ کر بنگال اور ہندوستان کے دار العلوم عربیہ میں جا کر علمیت کے اسناد اور دستار بندی حاصل کر کے آتے ہیں اس لیے ان علاقوں میں علما کی کثرت ہے۔ اور اس وقت بنگال اور ہندوستان میں عربی تعلیم پانے والے طلبا کی تعداد قریباً پانسو ہیں۔ میں نے بچشم خود بہت سے ارکانی طلبہ کو مدرسہ نیو اسکیم اور دار العلوم چاٹگام میں۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرسہ فتح پوری اور نعمانیہ اور طبیہ کالج دہلی میں فروری سنہ ۱۹۴۱ء میں پڑھتے دیکھا ہے اور مدرسہ دیوبند اور سہارنپور وغیرہ میں بعض پڑھتے ہیں۔

بعد فراغت تحصیل قرآن خوانی اور دینیات عموماً اکثر مسلم لڑکے گگیو تھنگی (چاؤں یا ساہو سیا دمگ یا رہا پنڈت) کے مدرسے میں جا کر بھی پالی یا برمی زبان سیکھتے تھے اور چند سال کے عرصے میں علم ادب حساب نجوم اور طب میں مہارت کامل پیدا کر لیتے تھے۔ پھونگی اور پنڈت مسلم طلبہ کے ساتھ بلا تعصب نیک برتاؤ کرتے تھے۔ مگر دیگر بدھ مذہب والے طلبہ کی طرح مسلم طلبہ کو بھی فرش پر پیشانی رکھ کر اپنے استاد کے آداب بجا لاتے ہوئے چند لمحے رہنا پڑتے تھے (اسی سبب سے مجھے اور میرے چند رفیقوں کو گک پنڈت کا درس چھوڑنا پڑا کیونکہ یہ کلم شرعاً ناجائز تھا) اپنے استاد پھونگی یا پنڈت کی سفارش یا لیاقت اور نیک اخلاق کے اسناد کے ذریعہ مسلم نوجوانوں کو راجگان برہما اور ارکان کے دربار اور دفاتر میں نوکریاں بھی ملتی تھیں۔ اور نیز اپنے استادوں کے پاس تحفے وغیرہ بھیجکر ان کے ساتھ مربیانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اور اسی طرح گروں کے لڑکے بھی فارسی سیکھنے کی غرض سے اسلامی مدرسے میں داخل ہوتے تھے۔ اور مدت قلیل میں مہارت کامل پیدا کر لیتے تھے۔

لیکن انگریزی عملداری کے بعد سے یعنی انیسویں صدی عیسوی کے وسط سے

برہما میں عام تعلیم و تربیت کے لئے علیٰحدہ سررشتہ قائم کیا گیا اور سررشتہ تعلیم برہما نے
برہمی انگریزی اور اُردو سکھانے کے لئے باقاعدہ اسکول جابجا جاری کر دیئے۔
چونکہ فارسی دان علما اور عوام الناس کے دماغ میں فارسی کی اشرف الکلامی
کی شیخی بھری ہوئی تھی برہمی کے ذریعہ انگریزی پڑھنا حرام اور خارج از اسلام
قرار دیا گیا۔ برہموں اور رنگوں نے اس سنہرے موقع کو نہیں کھویا اور جلدی سے
انگریزی سیکھ کر عہدہ ہائے جلیلہ قبضے میں لائے اور مسلمان منہ تکتے رہ گئے۔ چونکہ کثیر التعداد
ہندوستانی سپاہی۔ افسران۔ تجار اور مزدور پیشہ لوگ برہما میں مقیم ہونے لگے ان
کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہم مسئلہ پیش ہوا انڈیا گورنمنٹ کی سفارش پر اور
ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے حکم سے سارے برہما اور انڈمان میں اُردو تعلیم کے لئے
بہت سے امدادی مدرسے اور اسکول قائم کر دیئے گئے تھے بلکہ کثیر التعداد
اراکانی مسلمانوں کی دلجوئی کے لئے اُردو پڑھانے والے مدرسین فراہم کرنے
کی غرض سے پرائمری اور سکنڈری گریڈ ٹیچرز ٹرینگ کلاس سرکاری نارمل اسکول
اکیاب میں کھول دیئے گئے مگر اس زبان کو سکھانے والے ٹرینڈ مدرسین یہاں
موجود نہ تھے اس لئے پہلے پہل بنگال کے مولوی اور مُلّاجی صاحبان مقرر کیے
گئے جو اُردو کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت کے معمولی قاعدے سے بھی ناآشنا
تھے۔ اور کافی تعداد اسکولوں کی اراکان میں قائم کرنے کے بعد وہ نارمل اسکول
شہر مولمین میں منتقل کیا گیا جہاں چند سال تک جاری رکھنے کے بعد اُردو پرائمری
اور سکنڈری ٹیچرز کلاس برہما کے سرکاری نارمل اسکولوں سے ہمیشہ کے لئے بند
کر دیئے گئے۔ ہاں بیسویں صدی عیسوی کے اوائل سے اردو ایلیمنٹری ٹرینگ
کلاس اکیاب رنگون اور وغیرہ میں کھول دیئے گئے ہیں۔
اوّل اوّل بچوں کے والدین اور مربیوں کو اُردو تعلیم کی ترغیب دلانے
کے لئے ہر کامیاب طلبہ کے لئے انعام دیا گیا اور بعد ازآں پانچ جماعتی اسکول
بھی قائم کر دیئے گئے اور سفری ٹرینڈ مدرسین بھی مقرر کر دیئے گئے۔ اُس
زمانے میں ہر مدرسین سند یافتہ یا لا سند یافتہ کے حلوا روٹی بہت گرم رہے۔

کیونکہ معلمین اور مدرسین کو تو منیجر اور بستی والوں سے کھانے پینے کے علاوہ قدیم دستور کے مطابق مقررہ تنخواہ سالانہ بھی ملتی تھی اور سرکاری انعام کا بھی پورا یا کچھ حصّہ ملتا رہا۔ اسی سبب سے قدیم عربی و فارسی مدرسوں کو اُردو نے اپنے رنگ پر لایا اور حلقہ حامیانِ اُردو وسیع ہوتا گیا۔ اور رفتہ رفتہ کثیر التعداد ویلنٹری ٹرینڈ مدرسین پیدا ہونے لگے۔ مگر جب سے اہلِ زبان ہندوستانی مدرسین اردو اسکولوں میں تعلیم دینے لگے تب سے اُردو کے قالب میں نئی جان آگئی اور دیسی مدرسین بھی تحریر اور تقریر میں کامل بننے لگے بلکہ اکثر مدرسین خارجی امتحان دیگر اُردو کی جماعت نہم اور دہم اور سکنڈری گریڈ اور ہائر گریڈ بھی پاس کر چکے ہیں اور اردو مڈل اور ہائی اسکول بھی رنگون اور ارکان میں قائم ہو چکے ہیں۔
لیکن اسی اثنا میں گورنمنٹ نے انعام اور عطیہ کی پالیسی کو بدل کر مدرسین اور منیجر کے لئے تنخواہ مقرر کر دی ہے اور جا بجا گورنمنٹ اُردو اسکول یا ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپال بورڈ اسکول کھول دیئے ہیں حتیٰ کہ صوبہ برہما میں تین ڈپٹی انسپکٹر مدارس اُردو مقرر کئے گئے یعنی ایک حلقہ ارکان میں دوسرا اپر برہما کے لئے اور تیسرا لوئر برہما اور انڈمان کے لئے۔ مگر افسوس اردو مدارس کے لئے کوئی خاص انسپکٹر آف اسکولز اب تک مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ گو کہ برہما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے پر زور تجاویز پاس کر کے برہما گورنمنٹ سے بارہا استدعا بھی کی ہے۔

الغرض اسی اثنا میں سرسبز باغِ اُردو پر بادِ مخالفت کے جھونکے چلنے لگے اور بیخ کن تحریکات شروع ہو چکی ہیں۔ مخالفین اُردو کہتے ہیں کہ "کیوں ہمارے بچّوں کو اس زبان کی تعلیم دیں جن کی مادری اور دیسی زبان اُردو نہیں ہے۔ اور نصف صدی کی اُردو تعلیم نے کتنے لائق شخص پیدا کئے جو اپنے اجداد اور دیگر ابنائے وطن کے ذخیرۂ معلومات کو صحیح اُردو میں ترجمانی کر سکے اور کوئی اُردو برہما لغت تیار کر سکے۔ اس لئے اُردو نے ہماری قدیم رفتار ترقی میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔ اور جبتک اس کے ساتھ ہی ساتھ

برہمی زبان لازمی طور سے نہ سکھائی جائے تو ہم کبھی بھی اپنے مافی الضمیر کو دیگر برادرانِ وطن کے آگے ظاہر کرنے کے قابل نہ رہیں گے بلکہ کونسل میں بحیثیت ممبری جاکر الّو بن کر بیٹھے رہنا پڑے گا اور ہم کو یہ پتہ نہیں چلے گا کہ آیا ہمارے مخالفین ہمیں دعا دیتے ہیں یا گالیاں۔"

اِس راز کے افشا کرنے سے ہرگز میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ اُردو تعلیم مطلق چھوڑ دی جائے۔ بغرض تعلیم دینیات ہمارے بچوں کو اُردو سکھانا از حد ضروری ہے بلکہ جب تک کافی تعداد کتب دینیات۔ ادبی اور اخلاق کا ترجمہ برہمی زبان میں نہ کیا جائے۔ سررشتہ تعلیم برہما میں اُردو قائم رکھنی چاہیئے۔ اور مخالفین کو بھی ایسے تباہ کن پالیسی سے باز آنا چاہیئے۔

(۴) رسومات فاتحہ اور دعوات خوانی

برہما اور اراکان کے قدیم علمائے کرام اور مشائخین عظام نے انواع و اقسام کی رسومات فاتحہ خوانی اور دعوات خوانی برائے دفع آفات و بلیات ایجاد کی تھیں چنانچہ ہزاری فاتحہ برارواح جملہ انبیا علیہم السلام و اولیائے کرام۔ دعوات مرگ مناجات ختم اکبر اور ختم جلالین وغیرہ۔ اور اسی غرض سے مختلف اقسام کی مٹھائیاں شیرینیاں اور اشیائے خوردنی پکوائی جاتی تھیں۔ جیسا کہ (۱) چار دانہ کی شیرینی۔ جو چاول کے آٹے چار سیر اٹوکری کا ناپ) دودھ اور چینی چار سیر ہر ایک اور گھی ایک سیر اور نمک ایک پاؤ سیر کے تناسب سے پکائی جاتی تھیں (۲) مالیدہ چاول کے بھنے ہوئے آٹے چینی یا گڑ اور ناریل کے دودھ اور نمک سے بنائے ہوئے لڈو کو کہتے تھے (۳) ستّ پیر یا شنو پیر اور خواجہ پیر کی شیرینی صرف دودھ اور کیلے سے بنتی تھی اور (۴) ستر دانہ یا سات دانہ محرم کی دسویں تاریخ میں انواع اقسام کے بیج دانے اور کبوتر یا گائے بکری کے گوشت ملاکر بطور کھچڑی پکاتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کو بکمال اداب و احتیاط اور باطہارت تیار کرتے تھے اور بلا فاتحہ اُن کا تناول کرنا گناہ اور باعث نزول آفات اور بلیات گمان کیا جاتا تھا یا کہ جنیں اور نفوس والی

عورتیں ایسی فاتحہ کیواسطے ابتک نہیں بناتی ہیں۔ سوائے سات دانہ کے باقی چیزوں کا فاتحہ اب متروک ہو گیا ہے۔

قدیم رسومات کی پیرو بعض ضعیف عورتوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ فاتحہ کے طبق (بڑے برتن) میں اپنے ہر خویش و اقرب مردہ کے لیۓ جداگانہ حصہ شیرینی کا رکھتی اور ملاجی صاحب سے ہر ایک مردہ کا نام بتا کر فاتحہ دلواتی تھیں اور بنگال کے دیہات میں بعض ملا ایک پیالہ تاڑی اور کچھ پیسے بھی طبق پر لا رکھنے کے لئے دعویٰ کرتے تھے۔ مگر مرگ مفاجات کے دعوات خوان ملاجی صاحبان ترک حیوانات کو بر وقت دعوت خوانی ابتک ملحوظ رکھتے ہیں۔

(۵) برہما کے کشتی اور کشتی کے تماشے

قدیم زمانے سے کشتی کے کھیل اور کشتی کا تماشہ علاوہ ترٹ پوے (برہما تاج گانے) کے برہما کے قومی کھیل تماشے ہوئے ہیں جن میں اکثر برہما اور ارکانی مسلمان بھی شریک ہو کر خوشیاں مناتے ہیں۔

(۱) کشتی کا کھیل یا تماشہ:۔ اکثر مسلم بستیوں میں اپریل اور مئی کے مہینے میں یہ تماشہ بڑے دھوم دھام سے ہوتا ہے جس میں قریب اور بعید کے مسلم مگ اور برہما کشتی باز جوان پہلوان (بلی) اور تماشبین آ کر تماشہ گاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ کشتی باز اکھاڑے میں ناچتے اور کودتے ہیں اور رؤسائے بستی کے حکم سے کشتی پکڑتے ہیں۔ ہار جیت کا فیصلہ رؤسا کرتے ہیں اور بستی کے فنڈ کے روپے سے کشتی بازوں کو حسب لیاقت اور کمالیت انعام دیا جاتا ہے۔ مگر سب سے بڑے پہلوان کو جھنڈا اور شہری بار و پہلی تمغہ بھی ملتے ہیں بعض وقت یہ تماشہ دو تین روز تک قائم رہتا ہے۔ اور بستی والے دور کے مہمانوں کو کھلاتے پلاتے بھی ہیں۔ بلا سرکاری اجازت نامہ حاصل کئے یہ تماشہ بنا قانوناً منع ہے اور بستی کے رؤسا ہر فتنہ و فساد کو روکنے اور امن و امان قائم رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

(ب) کشتی کا تماشہ:۔ اس تماشے کے لئے برہما مگ اور مسلم بستیوں میں بیس چالیس ہاتھ لمبی کشتیاں خاص کر بنوا کر رکھتے ہیں۔ ہر کشتی کو بیس چالیس نوجوان ناچتے گاتے ہنستے زور سے

کھیلتے ہیں۔ تماشہ گاہ دریا کے کنارے مقرر کی جاتی ہے جہاں دور دراز کی کشتیاں اور تماشائی جمع ہوتے ہیں بستی کے رؤسا کے حکم پر دو تین کشتیاں ایک دفعہ باری باری چھوڑ دی جاتی ہیں۔ رؤسا اور حکما ان کا معائنہ کر کے ہار جیت کا فیصلہ کرتے ہیں اسی طرح ساری کشتیوں کو چلوانے کے بعد ہر جیتنے والی کشتی کو جھنڈا اور تمغہ بطور انعام دیئے جاتے ہیں اور ساری کشتی والوں کو ناشتہ اور کھانا پینا بھی خوشی سے کھلاتے پلاتے ہیں اور تماشہ گاہ وہیں جا بجا دکانیں کھلی رہتی ہیں۔ بعض وقت دو تین روز تک یہ تماشہ قائم رہتا ہے۔ پہلے سے سرکاری اجازت نامہ لینے کے بغیر یہ تماشہ بنانا بھی قانوناً ناجائز ہے۔

(۶) مسلم شکاری اور ہرن شکار

چونکہ اہل بدھ کے نزدیک جانوروں کا شکار منع ہے۔ قدیم زمانے سے عموماً سارے برہما اور اراکان کے مسلمان ہر قسم کے شکار کے بڑے مشتاق رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اراکان کا یلاّن پاڑہ (مسلم شکاری بستی) اور برہما کا مسو یو میو (شکاری بستی یعنی شو میو) ان شکاریوں کے نام سے موسوم ہوئے۔ مگر ہرنوں کا زندہ شکار پکڑنا خاص کر اراکانی مسلمانوں کا کام رہا ہے جس کو دیگر قومیں حیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ علاوہ بندوق اور دیگر ذرائع کے اکثر اراکانی مسلمانوں سن پاٹ کے رسیوں سے بنائے ہوئے موٹے جال کے ذریعہ بھادوں کنوار اور کاتک کے مہینوں میں جبکہ دھان کے ہرے پودے اُگنے لگتے ہیں پیدل یا کشتی سے چلکر ہرن کا شکار کیا کرتے ہیں۔ قریب اور دور کی شکار گاہ کے جنگلوں میں جا کر اوّل استاد شکاری لوگ ہرن کے نقوش قدم کو تلاش کر کے تحقیق و تدقیق ان کا معائنہ کر کے ہرن کی موجودگی کا پتہ لگاتے ہیں اور بعد ازاں جنگل کے تین اطراف جال کھڑے کر دیئے جاتے ہیں اور ایک سے طرف سے شور و غل مچانے کے لئے سب لوگ کھڑے رہتے ہیں اور ہر جال کے بیچوں بیچ میں ایک ایک طاقتور نوجوان ہرن پکڑنے کے لئے جھاڑی کی آڑ میں چھپ رہتا ہے اور جب استاد شکاری جنگل کے اندر گھس کر جھاڑیوں کو ہلا دیتے ہیں اور لوگ شور مچاتے ہیں تو ہرن دیوانہ وار دوڑ کر جال میں پھنس جاتا ہے اور چوکی دینے والا جوان فوراً اپنے ہرن کو اپنی قوت بازو سے خود پکڑ لیتا ہے کیونکہ جال خود ہرن کو مقید کر لیتا ہے۔ بعض اوقات ایک یا دو درجن ہرن یوں دستیاب ہوتے ہیں بعض ہرن کو مضبوط رسی سے ہاتھ پیر جکڑ کر بند کر لئے جاتے ہیں اور کو ذبح کر دیئے جاتے ہیں اور سب شکاری خوشی خوشی اپنی بستی کو واپس آ کر گوشت کو یوں تقسیم کرتے ہیں۔ کہ ہر شکاری اور جال کے مالک کو ایک حصہ ملتا ہے مگر استاد شکاریوں کو دو تین حصہ اور جس کے جال میں ہرن گرا ہو اس کو سر اور چمڑہ بھی ملتے ہیں۔ بلکہ بستی کے بوڑھوں بوڑھیوں اور علما کو بھی تعظیماً اور دعائے خیر کے لئے ایک ایک حصہ دیا جاتا ہے اور سالے حاضرین کو ہرن کا جو شیدہ گوشت صرف نمک اور مرچ ڈال کر کھانے کے لئے اس وقت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اکثر پہاڑی بڑے ہرن کو جس کو اراکانی عوبت ہرن کہتے ہیں، بندوق اور نیزے سے گرائے جاتے ہیں۔ اور بعض رات کے وقت بتی کی روشنی کے ذریعہ سے بھی ہرن کا شکار کیا کرتے ہیں۔ جس کو ڈالا شکار کہتے ہیں۔ مگر اس میں شیر کے مقابلے کا بڑا خوف رہتا ہے۔

فہرست راجگانِ برہما

(۱) خاندانِ انورتھا۔ پگان ۱۰۴۴ء تا ۱۲۸۷ء

انودتھا پسر کنشو چون بھیو ۷۷-۱۰۴۴ء۔ اس کے بیٹے (۱) سولو ۸۴-۱۰۷۷ء اور (۲) چانزیٹھ ۱۱۱۲-۱۰۸۴ء الاذن سیتھو پسر چانزیٹھ ۶۷-۱۱۱۲ء۔ من شین سو ۱۱۶۷ء۔ نراتھو ۱۱۶۷ء۔ نراستھا ۱۱۷۰ء۔ نراپتی سیتھو ۱۱۷۳ء۔ بھیلو منلو ۱۲۱۰ء۔ چاسوا ۱۲۳۴ء۔ اوذنہ ۱۲۵۰ء۔ نراسیہاپتی ۱۲۵۴ء۔ چوسوا ۱۲۸۷ء۔ سونھیٹ ۱۲۹۸ء۔ اوذنہ ۱۳۲۵ء۔

(۲) راجگان خاندان ٹنگو ۱۵۳۱ء تا ۱۷۵۲ء دارالحکومت پیگو پھر آوا

من چینو ۱۴۸۶ء بانی خاندان ٹنگو جس کی اولاد سے راجگان برہما گزرے تھے۔ تبین شوے تھی ۱۵۳۱ء۔ باین ناون ۱۵۵۱ء۔ ننداباین ۱۵۸۱ء۔ اناوک پھٹ لون ۱۶۰۵ء۔ من رڈیپہ ۱۶۲۸ء۔ تھالون ۱۶۲۹ء۔ پندلی ۱۶۴۸ء۔ پیی ۱۶۶۱ء۔ نرادوا ۱۶۷۲ء۔ من ریچوڈین ۱۶۷۳ء۔ سنے ۱۶۹۸ء۔ تنگھنے ۱۷۱۴ء۔ مہاڈمہ راجہ ڈیپتی ۱۷۳۳ء۔

(۳) شجرہ خاندان عالم پھیہ (الاون پھیہ) ۱۷۵۲ء تا ۱۸۸۵ء

دارالحکومت۔ شویبو ۶۰-۱۷۵۲ء۔ آوا ۸۳-۱۷۶۵ء اور پھر ۳۷-۱۸۲۳ء۔ امرہ پورہ ۱۷۸۳ء سے ۱۸۲۳ء تک اور پھر ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۷ء تک اور منڈلے ۱۸۵۷ء سے ۱۸۸۵ء تک رہا۔

عالم پھیہ سنہ ۱۷۵۲-۶۰ء

- نگڈوجی سنہ ۱۷۶۰-۶۳ء
- سین بیوشین سنہ ۱۷۶۳-۷۶ء
  - سینگو سنہ ۱۷۷۶-۸۲ء
- بودوپھیہ سنہ ۱۷۸۲-۱۸۱۹ء
  - ولیعہد سنہ ۱۸۰۸ء میں مرگیا
    - باجیڈو سنہ ۱۸۱۹-۳۷ء
    - تھراودی سنہ ۱۸۳۷-۴۶ء
      - پگان من سنہ ۱۸۴۶-۵۳ء
      - منڈون سنہ ۱۸۵۳-۷۸ء
        - تھیبو سنہ ۱۸۷۸-۸۵ء

(۴) طلائن راجگان تھاودی (پیگو)

دارالحکومت — پیگو سنہ ۸۲۵ء تا سنہ ۱۰۵۷ء۔ مرتبان سنہ ۱۲۸۷ء تا سنہ ۱۳۶۳ء ڈونون سنہ ۱۳۶۳-۶۹ء اور پھر پیگو سنہ ۱۳۶۹ء تا سنہ ۱۵۳۹ء اور سنہ ۱۷۴۰-۴۷ء۔

تھمالا بانی شہر پیگو سنہ ۸۲۵ء۔ ویمالا برادر تھمالا سنہ ۸۳۷ء۔ اتھا سنہ ۸۵۴ء (بھانجا) اندیتمہ سنہ ۸۶۱ء ایک سادھو (بھوتیجی) سنہ ۸۸۵ء۔ گینڈا سنہ ۹۰۲ء میگاڈیاجی سنہ ۹۱۷ء۔ جیتادیہ سنہ ۹۳۲ء۔ قردیقہ سنہ ۹۴۲ء پینزلہ سنہ ۹۵۴ء اتما تھا سنہ ۹۶۷ء۔ الوپمہ سنہ ۹۸۲ء۔ میگاڈیپانے سنہ ۹۹۴ء۔ یکا تھمنتہ سنہ ۱۰۰۳ء اپالا سنہ ۱۰۱۶ء۔ پنتاریکا سنہ ۱۰۲۸ء تسا راجہ سنہ ۱۰۴۳ء۔ واریرو سنہ ۱۲۸۷ء خولبو سنہ ۱۲۹۶ء سواو سنہ ۱۳۱۰ء سوزین سنہ ۱۳۲۴ء زین یون سنہ ۱۳۳۱ء۔ سوای گنگاؤن سنہ ۱۳۳۱ء۔ بنیا ایلو سنہ ۱۳۴۳ء بنیااو سنہ ۱۳۵۳ء راجہ ڈریٹ سنہ ۱۳۸۵ء بنیاڈھمہ راجہ سنہ ۱۴۲۳ء بنیاارن سنہ ۱۴۲۶ء۔ بنیارو سنہ ۱۴۴۶ء بنیا جان سنہ ۱۴۵۰ء موڈو سنہ ۱۴۵۳ء ملکہ شلین شوبو (راجہ ڈریٹ کی پارسا بیٹی) سنہ ۱۴۵۳ء۔ دھمہ زیدی (بھوتیجی) سنہ ۱۴۷۲ء بنیا ارن سنہ ۱۴۹۲ء تکایوتی سنہ ۱۵۲۶ء شمیم شاہ تھوٹ سنہ ۱۵۵۰ء سیمیم تھو سنہ ۱۵۵۱ء سیمیم تھوپڈ دھاکیتی سنہ ۱۷۴۰ء بینیاڈالا سنہ ۱۷۴۷ء۔ اور سنہ ۱۷۵۷ء میں عالم پھیہ نے پیگو کو فتح کیا اور بعد ازاں آوا کے ماتحت پیگو رہا۔

---

(۵) راجگان ارکان

ارکانی مگھی تاریخ میں سنہ ۲۶۶۶ء قبل حضرت مسیح عم سے قدیم راجگان ارکان کے نام اور حالات دیئے گئے ہیں۔ جن کا ذکر غیر ضروری سمجھا گیا اس لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔

(ا) شہر ویسالی کے راجے۔ سنہ ۷۸۸ء تا سنہ ۱۰۱۸ء۔
مہاٹینگ چندرا سنہ ۷۸۸ء (جس کے عہد میں عرب ارکان میں بسائے گئے تھے)۔ ٹریاٹینگ چندرا سنہ ۸۱۰ء ملاٹینگ چندرا سنہ ۸۳۰ء پولاٹینگ چندرا سنہ ۸۴۹ء کالاٹینگ چندرا سنہ ۸۷۵ء تولاٹینگ چندرا سنہ ۸۸۴ء۔ سری ٹینگ چندرا سنہ ۹۰۳ء تھنکا ٹینگ چندرا سنہ ۹۳۵ء چولاٹینگ چندرا سنہ ۹۵۱ء امیہ تھو سنہ ۹۵۷ء۔ پیپیو سنہ ۹۶۴ء۔ نیین گوٹن سنہ ۹۹۴ء۔

(ب) شہر لنگریٹ (لنجیٹ یا لنگگی ٹنگ) کے راجے۔ سنہ ۱۲۳۷ء تا سنہ ۱۴۳۳ء۔
علاؤمہ پھیو سنہ ۱۲۳۷ء یازاتھوجی سنہ ۱۲۴۳ء سولو سنہ ۱۲۴۶ء اسناجی سنہ ۱۲۵۱ء سوموجی سنہ ۱۲۶۰ء تنجاجی سنہ ۱۲۶۶ء من بیلو سنہ ۱۲۷۲ء سیتھابین سنہ ۱۲۷۶ء من کھی سنہ ۱۲۷۹ء اسنائے سنہ ۱۳۸۵ء تھیوراپٹ سنہ ۱۳۸۷ء۔ تھین سیہے سنہ ۱۳۹۰ء راجہ تھو سنہ ۱۳۹۴ء اسیتھابین سنہ ۱۳۹۵ء من ساینگی سنہ ۱۳۹۶ء راجہ تھو سنہ ۱۳۹۷ء تھنلا تھو سنہ ۱۴۰۱ء۔ زامکھلا یا من سومون سنہ ۱۴۰۴ء (جو بنگال بھاگا)

(ج) شہر مروہاؤنگ (میوک اور یا میوہاؤنگ) کے راجے۔ سنہ ۱۴۳۳ء تا سنہ ۱۷۸۵ء
زامکھلا (من سومون یا سوم) پسر راجہ تھو اور بانی میوہاؤنگ تھا، سنہ ۱۴۰۴ء میں بنگال بھاگا اور سنہ ۱۴۳۰ء میں غوری مسلمانوں کی مدد سے ارکان فتح کر کے مروہاؤنگ کا بادشاہ بنا۔ علی خاں[1] (اس کا بھائی)، سنہ ۱۴۳۴ء باسوپیو (کلمہ شاہ)، سنہ ۱۴۵۹ء۔ دولیہ سنہ ۱۴۸۲ء باسونیو سنہ ۱۴۹۲ء ینا وتنگ سنہ ۱۴۹۴ء سلینگ کا تھو سنہ ۱۴۹۴ء۔ من راذا سنہ ۱۵۰۱ء گسا بڑے سنہ ۱۵۲۳ء۔ من سواد سنہ ۱۵۲۵ء۔ تھتاسا سنہ ۱۵۲۵ء۔ من بین (ذنگاگری) سنہ ۱۵۳۱ء۔ جس کو مسلمان زبک شاہ کہتے تھے۔ دیکھا سنہ ۱۵۵۳ء سولیما سنہ ۱۵۵۵ء۔ من سیتیہ سنہ ۱۵۶۴ء من پھلاونگ (سکندر شاہ)، سنہ ۱۵۷۱ء۔ من راذاجی (سلیم شاہ) سنہ ۱۵۹۳ء من کھماؤں (حسین شاہ)، سنہ ۱۶۱۲ء۔ سری سودھمہ سنہ ۱۶۲۲ء من ثانی سنہ ۱۶۳۸ء نراپتی جی سنہ ۱۶۳۸ء تھادو سنہ ۱۶۴۵ء۔ سندھ سودھمہ سنہ ۱۶۵۲ء اس راجہ کے عہد میں شاہ شجاع ارکان آیا۔ سری تریا سنہ ۱۶۸۴ء وراد ھمہ راجہ سنہ ۱۶۸۵ء موفی سودھمہ

نوٹ :- [1] علی خاں کا مگھی نام من کھاری تھا۔

راجہ سنہ۱۶۹۲ء سندھ تریا دھمہ سنہ۱۶۹۴ء۔ نورا تھا ردو سنہ۱۶۹۶ء میو کیتی سنہ۱۶۹۶
یہ غاصب راجہ تھا۔ کلامنڈٹ (غاصب راجہ) سنہ۱۶۹۷ء ترا ڈیپٹی (سندھ تریا
دھمہ کا بیٹا) سنہ۱۶۹۸ء۔ سندھ پیلا (تھاڈو کا پوتا) سنہ۱۷۰۰ء۔ سندھ تریا سنہ۱۷۰۶
سندھ سو دھمہ کا پوتا تھا۔ سندھ وتیریہ (غاصب راجہ) سنہ۱۷۱۰ء اس نے کمانچیوں
کو شہر بدر کیا۔ سندھ تریا (داماد سندھ وتیریہ کا) سنہ۱۷۳۱ء۔ ترا ڈیپٹی (اس کا بیٹا)
سنہ۱۷۳۴ء۔ ترا لوارہ سنہ۱۷۳۵ء۔ یہ غاصب راجہ تھا۔ سندھ وتیریہ (اس کا چچیرا بھائی)
سنہ۱۷۳۶ء۔ قطیہ (قطرہ یا خنادر) سنہ۱۷۳۶ء یہ پردیسی غاصب راجہ مسلمان تھا۔
مدادیٹ (سندھ وتیریہ کا بھائی) سنہ۱۷۳۷ء نرا اپیا (اس کا چچا) سنہ۱۷۴۲ء۔ سری
تھو (اس کا بیٹا) سنہ۱۷۶۱ء۔ سندھ پالمہ (اس کا بھائی) سنہ۱۷۶۱ء۔ اپیا (اس کا داماد)
سنہ۱۷۶۴ء۔ سندھ سومنہ (اس کا داماد) سنہ۱۷۷۳ء سندھ دیلا سنہ۱۷۷۷ء یہ غاصب
راجہ بنا۔ سندھ تھڈ بتھا (ماری کا لارڈ) سنہ۱۷۷۷ء تھاڈھ سنہ۱۷۸۲ء یہ ارکان کا
آخیر راجہ تھا۔ سنہ۱۷۸۵ء میں ارکان کو برہما نے قبضہ کیا اور سنہ۱۸۲۶ء میں انگریزوں
نے ارکان کو پورا قبضہ کر لیا۔

(۷) سلاطین برطانیہ عظمیٰ (انگریز پایہ تخت شہر لندن) کا قبضہ
سنہ۱۸۲۵ء تا سنہ۱۹۴۲ء رہا۔ بعد ازاں سنہ۱۹۴۲ء تا سنہ۱۹۴۴ء جاپان کا فوجی
قبضہ رہا اور پھر جنوری سنہ۱۹۴۵ء سے برطانیہ کے قبضہ اقتدار میں سارا
برہما آ گیا۔ سنہ۱۸۲۶ء سے ارکان کا دار الحکومت شہر اکیاب ہوا۔
صوبہ برہما کا گورنر رنگون میں رہتا ہے۔

(۱) ملکہ الزبتھ سنہ۱۵۵۸ء تا سنہ۱۶۰۳ء
(۲) ملکہ وکٹوریہ سنہ۱۶۰۳ء تا سنہ۱۹۰۱ء
(۳) کنگ ایڈورڈ ہفتم سنہ۱۹۰۱ء تا سنہ۱۹۱۰ء
(۴) کنگ جارج پنجم سنہ۱۹۱۰ء تا سنہ۱۹۳۵ء
(۵) کنگ ایڈورڈ ہشتم سنہ۱۹۳۵ء تا سنہ۱۹۳۷ء
(۶) کنگ جارج ششم سنہ۱۹۳۷ء۔

تمام شد

کاتب الحروف سید نبی حسن۔ آروی

مسلمانانِ برہما و ارکان کے

قومی حالات

یعنے

رسالۂ

تاریخ اسلام برہما و ارکان

مع

مختصر حالات ملایا اور ملیشیا (انڈونیشیا)

مؤلفہ

محمد خلیل الرحمٰن غفرلہ المنان ارکانی وکیل شہر اکیاب برہما

(سابق ہیڈ ماسٹر محمڈن ایلیمنٹری ٹریننگ کلاس گورنمنٹ نارمل اسکول اکیاب)

باہتمام

علیم الدین صاحب مالک اسٹار آرٹ پریس ۳۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں چھپی

بار اول (ایک ہزار کاپیاں) سنہ ۱۹۴۶ء

قیمت:- دو روپے آٹھ آنے (عہ)